مصحف مدحت

(قصائد و مناقب)



ساحر لکھنوی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیْم

مصحفِ مدحت

(چوّن (۵۴) مشبب و مقتضب قصائد کا مجموعہ)

مدحِ معصومؑ کو قرآنِ ثناء ہے درکار
یا خدا مصحفِ مدحت میرے سینہ پہ اُتار

مجھے توفیقِ مدحت دے کے ساحرؔ
مرے مولاؑ نے سب کچھ دے دیا ہے

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلینؐ وآلہٖ طیبین والطاہرینؑ۔

ساحرؔ لکھنوی

کوائفِ کتاب

نام کتاب: مصحفِ مدحت

نوعیت: قصائد و مناقب

مصنف/شاعر: (سید قائم مہدی نقوی المتخلص ساحرؔ لکھنوی)

سرورق/کمپوزنگ: سید عباس علی نقوی

ناشر: آثار و افکار اکادمی (پاکستان) کراچی

طابع: پرنٹ ایکسپرٹ، ناظم آباد، کراچی

۰۳۳۳_۳۳۲۳۹۶۴ ، ۰۲۱_۶۷۰۸۱۷۴

سن اشاعت: ۲۰۱۸ء بمطابق ۱۴۳۹ھ

قیمت: ۴۸۰ روپے

ملنے کا پتہ: آثار و افکار اکادمی (پاکستان)

دانش منزل A-44/13، گلشن اقبال

کراچی ۷۵۳۰۰ _ فون: ۳۴۸۱۷۱۹۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ اور دعا

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

ترجمہ: خدا تو سارے آسمان و زمین کا نور ہے۔ (القرآن)

عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ ط

ترجمہ: اللہ کو پہچانا پختہ ارادوں کے ٹوٹنے سے۔ (حضرت علیؑ)

وَکَمْ مِنْ ثَنَاءٍ جَمِیْلٍ لَّسْتُ اَھْلاً لَّہٗ نَشَرْتَہٗ ط

ترجمہ: (اے اللہ) (اور) میری کتنی خوبیاں جن کا میں مستحق نہ تھا تو نے لوگوں میں مشہور کر دی ہیں۔ (دعائے کمیل)

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِذِکْرِکَ ط

ترجمہ: یا اللہ میں تیری یاد کے ذریعے سے تیری حضوری میں تقرب چاہتا ہوں۔ (دعائے کمیل)

وَاجْعَلْ لِّسَانِیْ بِذِکْرِکَ لَھِجًا وَّقَلْبِیْ لِحُبِّکَ مُتَیَّمًا ط

ترجمہ: (اور) میری زبان کو اپنی یاد میں مصروف رکھ اور میرے دل کو اپنی محبت میں مستغرق کر دے۔ (دعائے کمیل)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعت رسول مقبولؐ (از حضرت ابو طالبؑ)

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ط (القرآن)

حضرت ابو طالبؑ اور مدحِ رسولؐ اسلام: (ایک نعتیہ قصیدہ سے اقتباس، از سیرت ابن ہشام برحاشیہ زادالمعاد صفحہ ۱۴۷/۱۴۲ مطبوعہ مصر)

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ نُبْزِیْ مُحَمَّداً وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهٗ وَنُنَاضِلِ

تم (کفار قریش) جھوٹے ہو بیت اللہ کی قسم اس بات میں کہ محمدؐ کے بارے میں ہم لوگ مقہور اور مجبور ہو جائیں (یعنی مجبور ہو کر ان کو تمہارے سپرد کر دیں) جبکہ تم نے ہمارے نیزوں اور ہمارے تیروں کا سامنا نہیں کیا۔ یعنی بغیر جنگ اور خونریزی کیے ہوئے تو تم ان کو ہم سے نہیں لے جا سکتے۔ اور اس پر تم قادر نہیں ہو۔

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ وَنَذْهَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

اور (تم کفار قریش) نے یہ بالکل غلط سمجھا ہے کہ ہم انہیں (یعنی رسول اللہؐ کو) تمہارے سپرد کر دیں گے (یعنی) ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ ہم ان کی مدد کرتے ہوئے گرا دیئے جائیں گے اور ہم اپنی بیویوں اور بچوں کو بھی بھول جائیں گے۔

لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُكَذَّبٌ لَدَيْنَا وَلَا يَعْنِیْ بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ

یقیناً قریش والے یہ جان چکے ہیں کہ ہمارا فرزند (محمدؐ) ہمارے نزدیک جھٹلایا ہوا نہیں ہے۔ یعنی ہم نے ان کی تکذیب نہیں کی اور وہ تو غلط باتوں کا کبھی ارادہ ہی نہیں کرتے۔

فَاَيَّدَهٗ رَبُّ الْعِبَادِ بِنَصْرِهٖ وَاَظْهَرَ دِيْناً حَقُّهٗ غَيْرُ بَاطِلِ

پس رب العباد نے (محمدؐ) کی تائید کی اپنی نصرت فرمائی اور اس دین کو دنیا میں غالب کیا جو سراسر حق ہے اور جس میں باطل کا شائبہ تک نہیں۔

(حضرت ابو طالبؑ در مدح رسولؐ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدحِ علیؑ (از حسان بن ثابت اور اہلسنت کے امام شافعی)

فَقَالَ لَهٗ قُمْ یَا عَلیٌّ فَاِنَّنی رَضِیتُک من بعدی اماماً وھادیا

پس فرمایا نبیؐ نے کہ اٹھو اے علیؑ پہ تحقیق میں نے پسند کیا تم کو اپنے بعد امام وہادی

(حسان بن ثابتؓ۔ قصیدہ در مدح حضرت علیؑ بموقع غدیر)

کَفیٰ فِی فَضْل مَوْلَانَا عَلِیّ وقوع الشک فیه انه اللّٰه

ومات الشافعی لیس یدری علی ربه امر ربه اللّٰه

علیؑ کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ لوگوں کو ان پر خدا ہونے کا شک ہو گیا

اور شافعی مرتے دم تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ اس کا رب علیؑ ہے یا اللہ۔

(امام شافعیؒ)

یا اهلبیتُ رسولَ اللّٰه حبکم فرض من اللّٰه فی القرآن انزله

کفاکم من عظیم القدر انکم من لم یصل علیکم لا صلواة له

اے اہلبیت رسولؐ، خدا نے تمہاری محبت قرآن میں فرض کر دی ہے تمہارے مرتبہ کی

بزرگی میں اسی قدر کافی ہے کہ نماز میں جو شخص تم پر درود نہ بھیجے اس کی نماز ہی صحیح نہیں۔

(امام شافعیؒ۔ تفسیر در منثور جلد ۵ صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ مصر)

الیٰ م الیٰ م وحتیٰ متیٰ اعاتب فی حب هذا لفتیٰ

فهل زوجة فاطمه غیره وفی غیره هل اتیٰ هل اتیٰ

میں کہاں اور کب تک اس جوان (علیؑ) کی دوستی پر ملامت کیا جاؤں گا۔ تو کیا

فاطمہ سی بی بی کسی اور کو بھی ملی ہے تو کیا ھل اتیٰ کسی اور کی شان میں بھی نازل ہوا ہے۔

(امام شافعی)

ہماری قصیدہ نگاری

آئے ہم سوئے غزل، توفیقِ مدحت مل گئی
آگ لینے آئے تھے گویا اور نبوت مل گئی

ساحرؔ لکھنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

بصد عجز و احترام ان ذواتِ مقدسہ کے اسمائے اقدس سے جن کی مدح خود پروردگارِ عالم اور خالقِ کائنات نے اپنے صحیفۂ آسمانی یعنی قرآن مجید میں مختلف عنوانات سے کی اور ان کی مدح وثناء میں کم و بیش تین چوتھائی قرآن مجید کو مجموعہ قصائد معصومینؑ بنادیا۔ ان کے بعد اردو قصیدہ کے عظیم المرتبت قصیدہ نگار مرزا محمد رفیع سوداؔ جنہوں نے اپنی قصیدہ نگاری کی ساری صلاحیت مدح معصومینؑ میں صرف کی اور اردو قصیدہ کو معیار میں فارسی قصائد کے ہم پلہ کردیا۔ نیز انہی کی طرح حضرت غالبؔ، لسان الہند حضرت عزیزؔ لکھنوی، حضرت صفیؔ لکھنوی، حضرت محشرؔ لکھنوی، حضرت شاعرؔ لکھنوی، حکیم صاحب عالم صاحب سے لے کر گرامی مرتبت حضرت علامہ طالب جوہری دام مجدہ کے والد ماجد مرحوم حضرت علامہ محمد مصطفیٰ جوہرؔ اعلی اللہ مقامہٗ اور خود حضرت علامہ طالب جوہری قبلہ دام مجدکم سمیت ان تمام قصیدہ نگاروں کے نام بھی جنہوں نے دنیاوی شاہ وسلاطین کے مقابلہ میں دین حق کے شاہ وسلاطین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز مولائے کائنات حضرت علی ابن ابیطالبؑ اور جمیع چہاردہ معصومینؑ کی ثناء و مدح میں اپنی شاعری اور قصیدہ نگاری کی ساری صلاحیتیں صرف کر کے قصیدہ نگاری کے فن کو دوام بخشا اور اس میں اپنا خونِ جگر صرف کر کے اس فن کو زندہ رکھنے کی کوشش میں سرگرم رہے۔

اردو کے دینی اور علمی و ادبی شعر و سخن کی سرپرستی کے حوالہ سے دو عظیم المرتبت نام

(۱) جناب محترم بابر علی شاہ صاحب قبلہ مدظلہ العالی (۲) جناب محترم سید حسن عباس

صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے نام جن کی علم وادب کی سرپرستی اس دورِ نا پرساں میں بے مثال اور حیرت انگیز ہے۔ نیز (۳) میرے خویش عزیز القدر نورِ چشم سید حسن عسکری جعفری سلمہ اور (۴) ان کی شریکِ حیات عزیزۃ القدر میری دختر بلند اختر سلمہا کی ادب پروری ان کا بھی طرہ امتیاز ہے۔ پروردگارِ عالم ان دونوں اور ان کی اولادوں کو صحت وتندرستی کے ساتھ صد وسال سلامت رکھے اور ان کی توفیقات میں اضافہ فرماتا رہے۔

نیز اردو کے دینی ادب اور بچوں کے دینی ادب کی مایہ ناز مصنفہ (۵) اور معروف ادبی شخصیت محترمہ سیدہ عابدہ نرجس نقوی صاحبہ مدظلہا کے نام۔

ترتیب

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آثار و افکار اکادمی (پاکستان) کی دسویں فخریہ پیشکش

الحمد للہ کہ آثار و افکار اکادمی (پاکستان) کی طرف سے جناب محترم بابر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی اور جناب محترم سید حسن عباس صاحب مدظلہ العالی نیز جناب ساحر لکھنوی صاحب کے خویش عزیز القدر سید حسن عسکری جعفری سلمہ اور ان کی شریکِ حیات اور ساحر لکھنوی صاحب کی دختر بلند اختر سلمہا کے مالی تعاون سے حضرت ساحر لکھنوی کے قصائد در مدح معصومینؑ کا دوسرا مجموعہ "مصحف مدحت" پیش کیا جا رہا ہے۔

قصیدہ جس کو ناقدینِ فن نے ایک مردہ صنفِ سخن قرار دے دیا تھا خدا کے فضل و کرم اور معصومینؑ کی عنایات بے پایاں سے زندہ و تابندہ ہے۔ اگر چہ زبان و ادب اور شعر و سخن کے زوال کے اس دور میں مدح معصومینؑ میں بھی قصیدہ نگاری پر بڑی حد تک زوال آ گیا ہے۔ پورے برصغیر پاک و ہند میں حضرت ساحر لکھنوی کے علاوہ مشکل سے تین چار ایسے شعراء اور رہ گئے ہیں جو قصیدہ نگاری کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ ان میں پاکستان میں جناب ساحر لکھنوی کے علاوہ خطیب عالم اسلام حضرت علامہ طالب جوہری صاحب قبلہ اور حضرت شادانؔ دہلوی، نیز ہندوستان میں جناب عظیمؔ امروہوی اور آنجہانی جناب گوپی ناتھ امنؔ کے فرزند ارجمند جناب محترم سریندر ناتھ کے علاوہ عموماً اور کوئی نظر نہیں آتا۔

حضرت ساحر لکھنوی کے قصائد کے نہایت اعلیٰ معیار کی بدولت جو انہوں نے اردو کے عظیم

ترین قصیدہ نگار حضرت سوداؔ اور حضرت ذوقؔ کے انداز میں لکھے، ناقدین شعر وسخن اور صاحب نظر قارئین وسامعین نے اس دور میں ان کو اردو کا سب سے بڑا اور سب سے اہم قصیدہ نگار تسلیم کیا ہے۔ جس کا منہ بولتا ثبوت ان کے قصائد کے اولین مجموعہ "صحیفۂ مدحت" میں شامل سارے قصائد ہیں۔ ساحرؔ صاحب کے قصائد میں قدیم اندازِ سخن کے ساتھ ساتھ عصری حسیت اور جدید مسائل کا ادراک بھی نمایاں ہے۔

امید ہے کہ اپنی نسبتاً آسان زبان اور جذبہ مودّت میں ڈوبی ہوئی شاعری کی بدولت حضرت ساحرؔ لکھنوی کا یہ مجموعہ قصائد بھی انشاءاللہ عوام وخواص سب میں مقبولیت حاصل کرے گا۔

یہ اکادمی ملت جعفریہ میں فروغ علم وادب کے لئے گذشتہ تقریباً بیس سال سے پُر خلوص خدمات انجام دے رہی ہے۔ پاکستان میں ملت جعفریہ کے تمام باشعور اور علم دوست وادب پرور حضرات سے ہماری گذارش ہے کہ اس اکادمی کے ممبر بن کر اس کو مضبوط کریں اور ہمارے اس مقصد میں دامے، درمے، قدمے سخنے ہمارا ساتھ دے کر اپنا دینی اور علمی فریضہ انجام دیں۔ شکریہ

مجلس منتظمہ

آثار و افکار اکادمی (پاکستان) کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ اس مجموعے کے بارے میں

اردو شاعری میں قصیدہ نگاری ایک انتہائی اہم صنفِ سخن ہے جو اس حقیقت سے ظاہر ہے کہ میرؔ و غالبؔ و مومنؔ وغیرہ کے عہد تک جس شاعر کے کلیات قصیدہ سے تہی دامن ہوتے تھے، اسے شاعر ہی تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ اسی سبب سے ایسے شاعر بھی چند قصیدے اپنے کلیات میں شامل کرنے کے لئے کہہ لیتے تھے جن کا مزاج قصیدہ نگاری سے تعلق ہی نہیں رکھتا تھا۔

یہ مجموعہ ''مصحفِ مدحت'' میرے قصائد کا دوسرا مجموعہ ہے۔ پہلا مجموعہ ''صحیفۂ مدحت'' تھا جو کہ خداوند عالم کے فضل و کرم سے محمدؐ و آلِ محمدؐ کی عنایاتِ بے پایاں کی بدولت صاحبانِ علم و فضل، سخن فہم و سخن شناس اور صاحبِ ذوق حضرات کے معیارِ نظر پر پورا اُترا۔ عہدِ موجود میں پورے برصغیر پاک و ہند میں زبان اور شاعری کے فن کے زوال کی وجہ سے مشکل سے دو تین قصیدہ نگاروں کے علاوہ قصیدہ نگاری تقریباً ختم ہو گئی ہے۔ حال ہی میں حضرت عنبر نقوی بھی رحلت فرما گئے جو مرثیہ اور قصیدہ دونوں اصنافِ سخن کے شاعر تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ صرف قصیدہ نگاری ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ قصیدہ کے شیدائی اور قصائد کی فکری اور فنی ہر اعتبار سے قدردانی اور پسندیدگی کا اظہار کرنے والے سامعین بھی خال خال ہی رہ گئے ہیں۔

بیس پچیس سال پہلے تک کراچی میں بعض ایسی محافل میلاد منعقد ہوتی تھیں جن میں قصیدہ نگاری کی شرط لازمی ہوتی تھی۔ ان میں سے ایک ایسی ہی مشہور محفل جناب بدرؔ الہ آبادی

مرحوم منعقد کرتے تھے۔ جس میں قصیدہ نگار شعراء کے ساتھ ساتھ قصیدہ کے شائقین بھی ذوق وشوق کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ مجھ حقیر فقیر کو بھی ان مرحوم کی زندگی میں ایک دو محافل میں اور ان کی رحلت کے بعد ان کے فرزند ارجمند کی طرف سے اس سلسلہ کی ایک محفل مقدس میں شرکت کرنے اور قصیدے پیش کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اسی طرح ایک محفل میلاد جناب طالب رضا مرحوم کے دولت خانہ پر بھی منعقد ہوتی تھی۔ وہاں بھی مجھے ایک محفل میں شرکت کا اعزاز حاصل ہوا تھا۔ ان کی رحلت کے بعد وہ محفل بھی ختم ہوگئی۔

ان دو محافل کے علاوہ جناب محترم سید محمد احفاد صاحب جو اپنے وقت کے ایک معروف قصیدہ نگار جناب شاؔد زید پوری کے فرزند ارجمند تھے اور ان کے برادر جناب محترم سید محسن امام صاحب مرحومین کلاسیکی رزمیہ مرثیہ اور قصیدہ کے عاشق وشیدا تھے۔ جناب سید محمد احفاد صاحب مرحوم کی زندگی تک ایک محفل میلاد جامعہ امامیہ میں منعقد ہوتی تھی جس میں قصیدہ کی شرط تو نہیں تھی مگر جو قصیدہ نگار شاعر تھے جن میں اس حقیر فقیر کے علاوہ جناب محترم عنبؔر نقوی صاحب مرحوم بھی قصیدہ پیش فرماتے تھے۔ افسوس کہ جناب سید محمد احفاد اور جناب سید محسن امام کے بعد وہ محفل بھی ختم ہوگئی۔

اس کے بعد نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک بزرگ شاعر جو خود بھی قصیدہ کے ایک اچھے شاعر سمجھے جاتے تھے، بعد میں قصیدہ کا نام آتے ہی ایسے تاثر کا اظہار کرتے تھے جیسے بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ نتیجتاً سودؔا اور ذوقؔ کے انداز کے قصیدوں کی داد دینے والے بھی نہیں رہ گئے۔ بڑے بڑے نام نہاد سخن شناس اور سخن فہم حضرات کو میرے قصیدوں کی زبان مشکل معلوم ہونے لگی حالانکہ قصیدہ کے زبان تو مشکل ہوتی ہی ہے۔ اس کی بنیادی شرائط میں ایک شرط ''جزالت'' ہے جو عربی اور فارسی کے پر شکوہ الفاظ کے استعمال سے پیدا ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے قصیدہ کی زبان مشکل ہوتی ہے۔ اسی صورتِ حال سے میں دل برداشتہ ہوا اور میں نے سوچا کہ اپنی پسند کو پس پشت ڈال کر اب میں آسان زبان میں قصیدے لکھوں گا اور ان کو شائع کروں گا۔ تو مجموعے کا نام ''آسان قصیدے'' رکھوں گا۔ اس لئے اس مجموعے میں آپ کو میری اپنی پسند کے سودؔا اور ذوقؔ

کے انداز کے قصیدے نہیں ملیں گے جن کو ترک کرنا میرے لئے انتہائی دلی صدمہ کا باعث ہے۔ مگر کیا کروں جب کہ سننے کے شائقین ہی نہیں رہ گئے۔ حتیٰ کہ سننا گوارا کرنے والے تک نہیں رہ گئے۔ اب یہ تو ممکن نہیں کہ "مدحِ ممدوحِ حبیبِ خدا" ترک کردی جائے۔ میرے ایک رشتہ کے چچا زاد بھائی انیس عصر جناب مہدی نظمی مرحوم دہلی (انڈیا) نے بھی جو قصیدہ کے ایک بہت اچھے شاعر تھے، اپنی زندگی کے آخری دور میں یہی شکوہ کیا تھا کہ:

ع "کسے سنائیں قصیدے کہ اہلِ فن نہ رہے"۔ اس لئے اپنے قارئین سے معذرت کے ساتھ اس داستانِ درد کے بعد اب ہم دوسرے موضوع پر آتے ہیں۔

اس زمانہ میں کتابوں کی اشاعت اتنی گراں ہوگئی ہے کہ مجھ جیسے بے بضاعت لوگوں کے لئے شاعری کے مجموعے یا دوسری کتابیں شائع کرنا ممکن نہیں رہا۔ مگر وہ جو کہا گیا ہے کہ "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند" تو ایسا ہی ماجرا میرے ساتھ بھی ہوا۔ اردو ادب کی سرپرستی کے حوالہ سے دو بہت بڑے نام ایک جناب محترم سید حسن عباس صاحب مدظلہ العالی اور دوسرے جناب محترم سید بابر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی اس دورِ نا پُرسان و ناقدریِ شعر و ادب میں علم و ادب کی سرپرستی کا ذوقِ سلیم اور جذبۂ بے مثال لے کر آگے بڑھے اور انہوں نے میری طرف سے کسی گزارش یا تحریک کے بغیر مجھ کو یہ پیشکش کی کہ میں جو کتاب چھپوانا چاہوں اس کے اخراجات ان کے ذمے ہوں گے۔ ان میں سے جناب محترم سید حسن عباس صاحب گذشتہ سال میرے ایک مجموعۂ مراثی "متاعِ غم" کی طباعت و اشاعت کے اخراجات اپنی جیبِ خاص سے ادا کر چکے تھے۔ میں نے ان حضرات سے عذر کیا کہ میرے بچے اعتراض کرتے ہیں کہ ہمارے ہوتے ہوئے آپ کو کسی اور کے پیسوں سے اپنی کتابیں چھپوانے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر ان حضرات نے میری معذرت قبول نہیں کی اور اس کا ایک راستہ یہ نکالا کہ گذشتہ سال شائع ہونے والی میری دو کتابیں "برصغیر میں تشیع اور اجتہاد" اور "متاعِ غم" کے سو سو نسخے خرید لئے تا کہ اس رقم سے میں نئی کتاب شائع کرسکوں اور میرا عذر بھی رفع ہو جائے۔ لطف یہ ہے کہ "متاعِ غم" انہیں میں سے حضرت سید

میں سے حضرت سید حسن عباس صاحب مدظلہ کی شائع کروائی ہوئی تھی پھر بھی انہوں نے اس کی بھی قیمت ادا کی۔ اب مجھ بے علم و ہنر کے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں آداب شکر گزاری کے الفاظ سے تہی دامن ہوتے ہوئے ان حضرات کا شکریہ ایسے ادا کروں کہ شکر گزاری کا حق ادا ہو جائے۔ بہر حال ہماری تہذیبی روایات اور اخلاقی تقاضوں کے مطابق شکریہ ادا کرنا بہر طور ضروری ہے۔ لہٰذا میں دل کی گہرائیوں سے جناب محترم سید بابر علی شاہ صاحب اور جناب محترم سید حسن عباس صاحب مدظلہم کا شکر گذار ہوں۔ پروردگار عالم مدح معصومین علیہم الصلواۃ والسلام کی نشر و اشاعت میں ان کے اس مثالی تعاون کا اجر جزیل ان دونوں حضرات کو عطا فرمائے، دونوں کو صحت و تندرستی کے ساتھ عمر خضرؑ عطا فرمائے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی توفیقات میں اضافہ فرماتا رہے۔ آمین ثم آمین بحق معصومینؑ ان کے علاوہ اس کتاب کے لئے مزید رقم کی ضرورت میرے خویش (داماد) عزیز القدر نور چشم سید حسن عسکری جعفری سلمہ اور ان کی رفیقۂ حیات اور میری بیٹی عزیز القدر سلمہا نے اپنے ذمہ لی۔ پروردگار عالم معصومین علیہم السلام کے صدقہ میں ان دونوں اور ان دونوں کے بچوں کو بھی نیز میری سب بیٹیوں، دامادوں اور ان کے بچوں کو بھی ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے اور صحت و تندرستی کے ساتھ ان سب کو عمر خضر عطا فرمائے اور صحت و سلامتی کے ساتھ ان کی توفیقات میں اضافہ فرماتا رہے۔

یہ بھی دعا ہے کہ پروردگار عالم ملت کے دوسرے صاحبانِ استطاعت کے دلوں میں اسی طرح علم و ادب کی سرپرستی کا جذبہ اور ذوق و شوق پیدا کر دے جو دین و مذہب اور علم و ادب سب کے لئے نیک فال ہوگا۔

ہمارے کئی ایسے شعرائے اہلبیتؑ اور صاحبانِ علم و قلم ہیں جن کو مالی مسائل کی بناء پر اپنی اپنی تخلیقات کی اشاعت میں دشواریاں حائل ہوتی ہیں۔ پروردگار ان کے بھی مسائل حل فرمائے۔ آمین

ممنون و متشکر

ساحر لکھنوی

ساحرؔ لکھنوی کی قصیدہ نگاری

از گرامی مرتبت جناب محترم پروفیسر ڈاکٹر سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی (بہاولپور)

جناب محترم پروفیسر ڈاکٹر صاحب نے یہ مضمون میرے اولین مجموعۂ قصائد ''صحیفۂ مدحت'' کے حوالہ سے لکھا تھا جو ماہنامہ ''الزبیر'' بہاولپور میں شائع ہوا۔ پھر ماہنامہ ''حدیث دل'' دہلی انڈیا کے قصیدہ نمبر میں اور پھر ماہنامہ ''خیر العمل'' لاہور کے ساحرؔ لکھنوی نمبر میں بھی شائع ہوا۔ مگر صحیفۂ مدحت میں اس کی اشاعت کے بعد لکھے جانے کی وجہ سے اس میں شائع نہیں ہوسکا۔ میں جناب محترم پروفیسر صاحب قبلہ کا تہہ دل سے ممنون و متشکر ہوں۔ اور ان کی صحت و سلامتی کیلئے دعا گو ہوں۔

سید قائم مہدی نام، ابتداء میں جمشیدؔ تخلص کرتے تھے، بعد میں ساحرؔ اختیار کیا۔ جب تک لکھنؤ میں رہے جدِّ امجد استاد الاساتذہ سید اصغر حسین فاخرؔ لکھنوی کی نسبت سے ''ساحرؔ فاخری'' کہلاتے رہے۔ پاکستان آنے کے بعد اپنی شناخت کے لئے ''ساحرؔ لکھنوی'' لکھنا شروع کیا۔ ان کے والد نواب سید اختر حسین مصورؔ لکھنوی بھی شاعر تھے۔ ساحرؔ ۶ ستمبر ۱۹۳۱ء کو سرائے حاجی رحمت اللہ کھارادر کراچی میں پیدا ہوئے، جہاں آپ کے والدین اور خاندان کے دوسرے افراد زیارتِ مقاماتِ مقدسہ کے لئے جاتے ہوئے قیام پذیر تھے۔

ساحرؔ کے گھر کا ماحول علمی و ادبی فضا سے معطر تھا۔ والد، والدہ دونوں عم پھوپھا اور گھر کی بعض خواتین بھی شعر کہتی تھیں۔ ان کے پر دادا سید اصغر حسین فاخرؔ لکھنوی کا شمار لکھنؤ کے معروف اور استاد الشعراء میں ہوتا تھا۔ ساحرؔ انہی علمی اور ادبی روایات کے نمائندہ ہیں۔ ان کے بارے

میں ڈاکٹر اکبر حیدری کشمیری کہتے ہیں:

''ساحر کی ذات محتاجِ تعارف نہیں، وہ لکھنؤ کے مشہور خاندانِ اجتہاد علامہ حضرت غفران مآبؒ کے خانوادہ کے چشم و چراغ اور نوابین زیدی کی قابلِ فخر یادگار ہیں۔ موصوف کے پردادا سیّد اصغر حسین تخلص فاخرؔ کی کوٹھی پر اس صدی کی ابتداء میں مسلسل معرکہ آرا مشاعرے ہوا کرتے تھے، جن میں لکھنؤ کے بڑے بڑے نامی گرامی شعراء علی میاں کامل، مشاق لکھنوی، مرزا ہادی رسواؔ اور نوبت رائے نظرؔ وغیرہ اپنا کلام سنایا کرتے تھے۔ اس طرح ساحرؔ لکھنوی خاندانی شاعر ہیں۔ ان کے والدِ گرامی حضرت مصورؔ لکھنوی بھی ایک کہنہ مشق شاعر تھے''۔

ساحرؔ قادر الکلام شاعر ہیں۔ انہوں نے ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ رباعی، قطعہ، غزل، تہنیتی نظمیں،، منظوم تقریظیں، تاریخ گوئی، نوحے، سلام، قصیدے اور مرثیے سب کچھ کہا ہے اور کہہ رہے ہیں۔ نثر نگاری میں بھی ان کو سلیقہ حاصل ہے۔

اب تک ان کے مراثی کے تین مجموعے ''آیاتِ درد''، ''احساسِ غم'' اور ''متاعِ غم'' شائع ہو چکے ہیں۔ مرثیے میں زبان کے اعتبار سے کلاسیکی رنگ پسند ہے مگر افکار میں جدت اور عصری شعور کی آمیزش کے باوصف جدید مرثیہ گو شعراء میں منفرد مقام حاصل ہے۔ ''فنِ تاریخ گوئی کا تنقیدی جائزہ'' کے عنوان سے ایک وقیع علمی تصنیف ان کی علمیت کا بیّن ثبوت ہے۔ یکساں تخلیقی اور تحقیقی مزاج رکھتے ہیں۔ ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' کے عنوان سے کوئی ۸۵۰ صفحات پر مشتمل تحقیقی مقالہ شائع ہو چکا ہے۔ ساحر کی یہ تمام حیثیتیں مسلمہ اور معروف ہیں۔ مگر وہ خود قصیدہ نگاری کو پسند کرتے ہیں، اور سچ تو یہ ہے کہ وہ بنیادی طور پر قصیدہ گو ہیں اور قصیدہ گوئی کے میدان میں ہی ان کے جوہر کھلتے ہیں۔ ان کے بارے میں ڈاکٹر سردار زیدی نے بجا طور پر کہا ہے:

''وہ بنیادی طور پر قصیدے کے مردِ میدان ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ساحرؔ صاحب کے

قصائد ان کے مراثی سے زیادہ اور فنی اعتبار سے بمنزلہ بہتر ہیں۔ ان کی دقت پسند طبیعت نے ابتداء ہی میں قصیدہ جیسی مشکل صنفِ سخن کو اپنے شوقِ سخن آرائی کے لئے منتخب کیا"۔

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ قصیدہ صنفِ غزل کی طرح نو آموز شعراء کا تختۂ مشق نہیں۔ قصیدے میں دقت پسندی عیب نہیں، ہنر ہے۔ یہاں صرف جذبات اور معمولی استعداد کے لوگ کامیاب نہیں ہوتے۔ اسی لئے ساحرؔ لکھنوی کا کہنا ہے کہ ہر زنِ مصرِ سخن کا ہاتھ اس کے دامن تک پہنچتا نہیں اور ہر عاشقِ لیلائے شاعری کو اس کے عشق کا حوصلہ نہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر جمیل جالبی کہتے ہیں:

"غزل ہر وہ شخص کہہ سکتا ہے جس میں شاعرانہ رجحان ہو لیکن قصیدے کے لئے صرف یہ رجحان ہی کافی نہیں اس کے لئے علم، قادر الکلامی، غیر معمولی شاعرانہ صلاحیت اور خاصی ذہنی تربیت اور مشق کی بھی ضرورت ہے"۔

کہنا چاہیے کہ قصیدہ اہلِ علم، طبعِ خواص اور دانشوروں کی شاعری ہے، مگر قصیدہ نگاری کے لیے جس علم و کمال، زبان دانی اور مشق کی ضرورت ہے وہ آج کل بالکل معدوم نہیں تو اس میں بہت حد تک کمی واقع ہو گئی ہے۔ یہاں ایک سوال ابھرتا ہے کہ عہدِ حاضر میں اس مشکل پسندی، شوکتِ الفاظ و معنی، نازک خیالی اور مضمون آفرینی کی کیا ضرورت باقی رہ گئی ہے؟ آخر اس ذہنی ریاضت سے کیا حاصل؟ جب بادشاہ اور امراء ہی نہ رہے، وہ تہذیبی قدریں، وہ لسانی تفوق کا پندار اور معاشرتی و تہذیبی عناصر میں شاعر اور شاعری کی برتری قصۂ پارینہ بن چکی ہے، ایسے میں کوئی ہنر کا کیوں سوچے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ اردو میں کتنے ہی اصناف ہیں جو زمانے کی دست برد کا شکار ہو گئیں۔ اس میں مثنوی، داستان، اور دبستانِ دہلی کی حیات گریز مجہول اور متصوفانہ غزل قصۂ ماضی بن چکی ہے، مگر کچھ اصناف جن کی زندگی کی ڈور لافانی ہستیوں سے بندھی ہوئی ہے، انہیں زمانے کی دست برد کا ہرگز ڈر نہیں، جن میں نعت، نوحہ، قصیدہ، منقبت، مرثیہ اور سلام شامل ہیں۔ میرے

خیال میں نعت...... حضرت محمد مصطفےٰؐ کے لیے، نوحہ...... بی بی فاطمۃ الزہراؑ کے لیے، قصیدہ...... مولا علی مرتضیٰؑ کے لیے، منقبت...... حسن مجتبےٰؑ کے لیے، مرثیہ سیّد الشہداؑ کے لیے اور سلام سب کے لیے ہے۔ جس طرح یہ ہستیاں ایک دوسرے سے الگ نہیں اسی طرح یہ اصناف موضوع اور منبع کے باوصف ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ میری تقسیم صرف شخصیت اور صنفِ سخن کے مزاج کے اعتبار سے ہے۔

قصیدے کے بارے میں کہا گیا کہ اس کے خداوند دو تھے...... ایک بادشاہ اور دوسرا مذہب۔ جب بادشاہت نہ رہی تو بادشاہت اور قصیدہ کا تعلق کیوں کر باقی رہتا۔ البتہ جس قدر ہمارا تعلق مذہب سے باقی رہ گیا ہے اسی قدر قصیدے سے ہے۔ وہ ذہنی و معاشی آسودگی جو شعراء کو موشگافیوں کے مواقع فراہم کرتی تھی بادشاہت کے ساتھ ہی رخصت ہوگئی۔ لہٰذا بادشاہت کے زوال کے ساتھ ہی عالمانہ زبان کا زوال بھی شروع ہوگیا۔ علم و ادب کے انحطاط کا یہ عالم ہوا کہ نجم الغنی کی تاریخِ اودھ کو مستند تاریخ کا درجہ مل گیا، خیر یہ جملۂ معترضہ تھا۔ بادشاہت کے زوال سے جس طرح اقتدار خواص کے ہاتھوں سے نکل کر عوام کے ہاتھ میں آگیا، ادب و شعر کو بھی اس سانحہ سے دوچار ہونا پڑا۔ چنانچہ ایسی اصناف سے بے اعتنائی برتی جانے لگی، جہاں صلے کی گنجائش کم نکلتی تھی۔ خصوصاً قصیدہ اس کا شکار ہوا شاید اس کا سبب یہ ہوا کہ اکثر ناقدین اور ادبی مؤرخین نے اپنی تنقید اور ادبی تاریخوں کا رخ غزل کی طرف موڑ دیا۔ دبستانی طرزِ فکر کی کتب کا تو کیا مذکور ہے کہ وہ صرف ایک خاص مقصد کے لئے لکھی گئیں ہیں جن سے ادبِ اردو میں گمراہ کن نظریات و خیالات راہ پا گئے۔ ڈاکٹر تبسم جیسے متوازن نقاد اور معتبر محقق نے اپنی ضخیم تصنیف ''اردو ادب کی تاریخ'' میں یوں تو سوداؔ کے لیے بیس صفحات مختص کیے ہیں مگر سوداؔ کی قصیدہ نگاری کا ذکر بمشکل ایک پیراگراف میں ہوا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے یہ بھی کہا کہ قصیدہ اب ایک زندہ صنفِ ادب نہیں ہے۔

بلاشبہ آج ویسا قصیدہ نہیں کہا جا رہا جیسا سوداؔ کے عہد میں تھا۔ ان معنوں میں قصیدہ زندہ صنفِ ادب نہیں ہے۔ مگر میرؔ و سوداؔ کے عہد میں کہی جانے والی غزل بھی تو اب باقی نہیں ہے۔ اس مختصر مضمون میں اس کا یہ محل نہیں مگر یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ خود سوداؔ کے عہد میں اور ان کے بعد اردو شاعری کے عہدِ زریں میں کتنے شعراء ایسے نظر آتے ہیں جو قصیدے کے کوہِ بلند کو عبور کر سکے ہیں۔ جیسے دو چار نام اس عہد میں ملتے ہیں، ویسے دو چار نام آج بھی مل جاتے ہیں۔ جس طرح غزل نے اپنے موضوعات بدل لیے ہیں اسی طرح قصیدے میں بھی معنوی اور فکری تبدیلی آئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غزل کے غلبے اور تساہل پسندی نے ناقدین اور شعراء کو قصیدے سے دور اور غزل کے قریب کر دیا ہے۔ سبب اس کا صاف عیاں ہے کہ غزل کی لفظیات اور غزل کی تفہیم کے لیے اصطلاحات بڑی حد تک متعین ہو چکی ہیں۔ اس کے برعکس قصیدے کا معاملہ مختلف اور مشکل ہے۔ پھر موجودہ عہد میں میڈیا کی سرپرستی بھی جن چند شعراء اور ادباء کو حاصل ہے اس میں قصیدہ نگاروں کا دور تک نام و نشان نہیں ملتا۔ لہٰذا غنیمت ہیں وہ ادب پرور شخصیات جو ستائش کی تمنا اور صلے کی پروا کیے بغیر ادب کی خدمت کا خوشگوار فریضہ انجام دے رہی ہیں۔ ساحرؔ لکھنوی کلاسیکی ادب کے ان ہی سنجیدہ مربیوں میں سے ہیں۔

ناقدینِ سخن نے ساحرؔ کو دورِ حاضر کا سب سے بڑا قصیدہ گو کہا ہے تو یقیناً اس رائے کی بنیاد ٹھوس حقائق پر رکھی ہوگی۔ مثلاً پروفیسر کرار حسین لکھتے ہیں:

> ''اس زمانے میں قصیدہ کے انداز میں قصیدے کی زبان میں قصیدے کے تمام آداب و شرائط کے ساتھ نعت و منقبت کہنے والا ان جیسا شاعر مجھے کوئی دوسرا نظر نہیں آتا''۔

ساحرؔ کے قصائد کا ایک مجموعہ ''صحیفۂ مدحت'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ جس میں ۱۸ قصیدے شامل ہیں۔ مگر ان کے کہے ہوئے قصائد کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ خود کہتے ہیں:

''خدا کے فضل و کرم سے میں اب تک اچھے، بُرے، چھوٹے، بڑے، مشبب و مقتضب سب ملا کر تقریباً سوا سو قصیدے کہہ چکا ہوں۔ صرف مشبب قصیدوں کی ہی تعداد پچاس کے قریب ہوگی''۔

ساحرؔ لکھنوی کے تمام مطبوعہ قصائد مذہبی ہیں۔ یقین ہے کہ ان کے قصائد کراچی اور دیگر شہروں میں مقاصدے کی محفل میں پڑھے گئے ہیں۔ یہ مقاصدے کی محافل دراصل دہلی اور لکھنؤ کی تہذیبی اور ادبی قدروں کی امین ہیں۔ اگرچہ دہلی اور لکھنؤ کی ادبی محافل کا دور دوبارہ آباد ہونا تو ممکن نہیں رہا مگر ان ادبی محافل کی کمی کراچی کی ادبی فضا نے بڑی حد تک پوری کر دی ہے۔ ساحرؔ کی قصیدہ نگاری کے بارے میں مفصل گفتگو سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ انہوں نے اپنے قصائد کے بارے میں چند ایسی باتیں کہہ دی ہیں جن سے شاعر کا نقطۂ نظر اور نظریۂ فن سمجھنا آسان ہوگیا ہے۔ ان کا کہنا ہے:

''قارئین خصوصاً نقاد حضرات سے گزارش ہے کہ ان قصیدوں کو سوداؔ، ذوقؔ، عزیزؔ اور صفیؔ وغیرہ کے قصیدوں کے معیار پر نہ جانچیں اس لیے کہ اس زمانے کی زبان جس سے قصیدوں میں جزالت پیدا ہوتی تھی آج کے بیشتر قاری اور سامع حضرات کے لیے اجنبی ہے اور اکثر نوجوان اس کو نہ سمجھ سکتے ہیں نہ اس سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ان قصائد میں حتی الامکان اس کے استعمال سے گریز کیا گیا ہے۔ میں نے اپنے قصائد میں عصری آگہی کو بھی ملحوظ رکھا ہے اور بہاریہ تشبیبوں کے علاوہ موجودہ دور کے مسائل کو بھی تشبیب کا موضوع بنایا ہے''۔

زبان و ادب کے دورِ انحطاط میں شاعر نے قصائد کے لیے پرشکوہ زبان ہی استعمال کی ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ ان قصائد میں انہوں نے مشکل زبان کے استعمال سے حتی الامکان گریز کیا ہے، کسرِ نفسی کے ذیل میں آتا ہے۔ ان کے قصائد میں مطلع، تشبیب، مدح اور دعا سمیت تمام

اجزا پوری صحت اور توانائی کے ساتھ ملتے ہیں۔ ہر مقام پر بیان کی تازگی، خیال کی ندرت کے پہلو بہ پہلو دکھائی دیتی ہے تو زبان کی شگفتگی و برجستگی قاری سے داد و تحسین کی طلب گار نظر آتی ہے۔

مطلع قصیدے کا پہلا شعر ہوتا ہے۔ مطلع ہی سے شاعر کی علم و فن پر قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔ مطلع کی دلکشی یہ ہے کہ قاری کو پہلے ہی مرحلے پر علم ہو جائے کہ قصیدہ نگار قادر الکلامی، نازک خیالی اور بلندئ تخیل کی خوبیوں سے صفحۂ قرطاس پر الفاظ کے فلک بوس محل تعمیر کر سکتا ہے اور معنی کا جہان آباد کر سکتا ہے۔ اس لحاظ سے ساحر لکھنوی کے قصائد کے تمام مطلعے اپنے اندر حُسنِ بیان کی ساری جہتیں سمیٹے ہوئے ہیں۔ مثلاً ان کے ایک نعتیہ قصیدے کا مطلع ہے۔

تھی پسِ پردۂ تخلیق ابھی صبحِ ازل
ہُو کا عالم تھا نہ گلشن تھے نہ صحرا نہ جبل

اس مطلع میں شاعرانہ حُسن بخوبی اور تجسس و تحیر کی دل آویز فضا کے ساتھ ہمارے مذہبی اعتقادات کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔ "صنعتِ براعۃ الاستہلال" کا اس سے بہتر استعمال ممکن نہ تھا۔ لفظِ تخلیق اور ازل سے وابستہ تصورات کو نبی کریمؐ کے ظہور سے شاعر نے یوں جوڑ دیا کہ صباحت، ازل، تخلیق اور ظہورِ مصطفیٰؐ لازم و ملزوم ہو گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت فاطمہؓ کی مدح میں ایک قصیدے کا مطلع دیکھیے۔

ابھی سویا تھا میں منھ ڈھانپ کر اِک پاک چادر سے
یہ کس عالم میں آ پہنچا نکل کر اپنے پیکر سے

اس مطلع میں کئی ایسے لطیف اشارے موجود ہیں جن کا تعلق مناقب حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے ہے۔ پاک چادر سے خیال فوراً چادرِ تطہیر کی طرف جاتا ہے۔ پھر خواب اور حقیقت کی دنیا کا فرق خواب ہی خواب میں پاکیزہ مناظر اور عالم کو دیکھنا یہ سب کچھ قاری کی توجہ مرکوز کرنے کے لیے کافی ہے۔

حضرت امام حسینؑ کی مدح میں کہے گئے قصیدے کا مطلع دیکھئے۔

جہاں رنگِ خزاں میں موت کی ہے کار فرمائی
وہیں دیکھی بہارِ زندگی کی بزم آرائی

اس مطلع کے حُسن اور شاعر کے کمالِ فن کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ مطلع ہی سے تشبیب کا موضوع متعین ہوگیا ہے۔ قاری مطلع پڑھتے ہی موت وحیات کے فلسفہ کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتا ہے۔ مطلع میں ساحرؔ نے یہ قابلِ قدر نکتہ پیدا کیا ہے کہ بظاہر موت وحیات میں تضاد ہے مگر درحقیقت اتصال ہے اور موت ہی سے حیات کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ علاوہ ازیں قاری یہ جان لیتا ہے کہ اس قصیدے کا ممدوح شہیدِ کربلا کے سوا کوئی اور نہیں۔ ساحرؔ کے قصائد کے مطلع کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس میں تشبیب کا موضوع اور ممدوح کی ذات دونوں موجود ہوتے ہیں۔ البتہ ایک ضروری بات ان کے ہاں یہ ضرور ملتی ہے کہ انہوں نے قصائد کا عنوان دے کر تشبیب کا تعین کر دیا ہے۔

قصیدے میں مطلع کے بعد تشبیب آتی ہے۔ مطلع اور تشبیب ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں۔ تشبیب ہی قصیدے کا وہ حصہ ہے جہاں شاعر کو اپنی جولانیٔ طبع دکھانے کے مواقع ملتے ہیں۔ تشبیب میں عموماً کسی خاص موضوع کی قید روا نہیں رکھی گئی۔ فارسی اور اردو قصائد میں تشبیب میں متنوع موضوعات ملتے ہیں۔ ساحرؔ لکھنوی تشبیب کے بارے میں کہتے ہیں:

"قصیدہ نگار عام طور پر اپنا سارا زورِ شاعری تشبیب پر صرف کرتا ہے اور اس میں اپنے شاعرانہ کمالات، فکر وتخیل کی بلند پروازی، نازک خیالی اور مضمون آفرینی کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کرتا ہے"۔

یعنی تشبیب ہی سے شاعر کی زرخیزیٔ ذہن کا علم ہوتا ہے۔ ساحرؔ لکھنوی نے اپنے قصائد کی تشبیب میں تنوع پیدا کیا ہے، دو قصائد کی تشبیبیں شہر کراچی کے ہولناک خونیں واقعات کے

پسِ منظر میں شہر آشوب کے طور پر لکھی گئیں ہیں۔ ایک کا موضوع گرانی ہے۔ کچھ قصائد میں تشبیبوں کا رنگ فلسفیانہ ہے، مگر انہیں تشبیب کے لیے بہاریہ موضوع زیادہ پسند ہے۔ ساحر کی تربیت اس تہذیبی وثقافتی ماحول میں ہوئی ہے جہاں لفظ اور اس کی اہمیت کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔ لہٰذا وہ لفظ کی حقیقی معنویت، قرینے اور دلالتوں سے بخوبی آگاہ ہیں چنانچہ وہ تشبیب میں کلاسیکی روایت کی پاسداری ہی کرتے نظر نہیں آتے، بلکہ یوں لگتا ہے کہ انہیں فن اور کلاسیکی روایت سے عشق ہے۔ وہ تشبیب میں ایسا قرینہ ضرور پیدا کرتے ہیں جس کا تعلق ممدوح سے ہوتا ہے۔ ان کے قصائد کی تشابیب میں نشاطیہ کیفیت کے ساتھ کہیں کہیں واعظ پر طنز بھی ملتی ہے۔ علاوہ ازیں عصری شعور کے باوصف انہوں نے سماجی حالات و واقعات کی عکاسی نہایت موثر پیرائے میں کی ہے۔ ان کے قصائد کی تشبیب میں ساقی نامے کا اہتمام ایک خاص چیز ہے۔ قصائد میں ساقی نامہ کا در آنا ان کی ساقیٔ کوثر سے محبت ومودّت کے باعث ہے۔ البتہ انہوں نے اپنے مراثی میں ساقی نامہ کی موجودگی کا سبب کچھ یوں بتایا ہے:

> ''ساقی نامہ جو اب میرے تقریباً ہر مرثیے میں شامل ہونے لگا ہے اس کو میں ہرگز ضروری نہیں سمجھتا۔ میں ہر سال نیا مرثیہ جناب محترم سید محمد احفاد صاحب ایڈووکیٹ کے دولت کدے پر پیش کرتا ہوں جو اپنے وقت کے معروف ومعتبر شاعر حضرت شادؔ زید پوری کے صاحبزادے ہیں اور ان کے برادرِ خورد جناب محترم محسن امام صاحب کی خاص پسندیدہ چیز ہے۔ یہ ان کی پسند کا احترام ہے کہ مجھ کو دو تین بند ساقی نامے کے کہنا پڑتے ہیں''۔

میرے خیال میں مرثیے اور قصیدے میں ساقی نامے کی گنجائش ہوتی ہے اور اس کے لیے کسرِ نفسی سے کام لینا ضروری نہیں۔ یہ اشعار صرف فرمائشی نہیں بلکہ شاعر کی شخصیت اور مزاج کا بڑا دخل ہے۔ ان کے نعتیہ قصیدے ''نقشِ اول'' کی تشبیب بطور مثال پیش کی جاسکتی ہے۔

اس تشبیب میں تخلیقِ مصطفیٰؐ سے پہلے کی امکانی حالت کی منظر کشی یوں کی گئی ہے کہ نابود سے عالمِ ہست وبود کی طرف مخلوق کے سفر سے قاری کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ تشبیب میں ساحرؔ نے عالمِ امکان کے مناظر بیان کرتے ہوئے اپنے عہد کی خوں آشامی اور ظلم وزیادتی کی طرف بڑے بلیغ اشارے کیے ہیں۔ عموماً قصیدہ گو شاعر پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ لفظوں کے طوطے مینا اڑاتے ہیں اور ذرہ صدف کو سنگ وخزف کی طرح بے وقعت کر دیتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ قصیدے میں تشبیب کا حُسن الفاظ کے شکوہ ہی کا متقاضی ہوتا ہے۔ اس قصیدے میں لفظوں کا محلِ استعمال، قرینہ، معنوی دلالتیں، متحرک تشبیہیں، صوتی مماثلتیں اور حُسن کاری مشرقی شعری روایات سے ہماری محبت میں اضافہ کرتے ہیں اور قاری کا ذہن وخیال اس رفعت کو چھونے لگتا ہے جسے انگریزی شاعر ونقاد لانجائنس نے Sublimation کا نام دیا ہے۔

ساحرؔ کے قصائد کی تشابیب زیادہ تر بہاریہ رنگ میں ہیں۔ اس کا ایک سبب سوداؔ کی ہم نوائی ہو سکتا ہے یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ بہاریہ تشبیب کے راستے سے ساقی نامہ تک پہنچنا آسان ہوتا ہے۔ ان کے قصائد کی بہاریہ تشابیب میں تصویر کاری، محاکات آفرینی اور گہرا مشاہدہ جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ فصلِ گُل ان کا پسندیدہ موضوع ہے مگر جب وہ شہر آشوب کے بیان پر آتے ہیں تو شاعر کا جوش وجلال اپنے کمال پر نظر آتا ہے۔ شہر آشوب میں انہوں نے اہلِ زمانہ کی منافقت، چیرہ دستیوں اور عصرِ بے اماں کی وحشت سامانی اور خانہ ویرانی کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک قصیدہ جس کا عنوان ''گرانی'' ہے اس میں انہوں نے انسانی قدروں کی پامالی، عہدِ ناسپاس میں انسان کی بے وقعتی اور اشیائے خورد ونوش کی ہوش ربا قیمتوں کے عذاب کا ذکر کیا ہے۔ ان مسائل نے انسان کے ہونٹوں سے مسکراہٹ اور چہروں سے تازگی چھین لی ہے۔ وہ قصائد جن کے عناوین ہی شہر آشوب ہیں، ایک حضرت علیؑ اور دوسرا حضرت عباسؑ کی مدح میں ہے۔ یقیناً شاعر نے حضرت علیؑ کو حلالِ مشکلات جانتے ہوئے اور حضرت عباسؑ کو ساقیٔ کوثر کا فرزند ہونے

کے باوصف ان قصائد کی تشابیب میں عصری حالات بیان کیے ہیں کہ یہی وہ ہستیاں ہیں جو ہماری یاوری کرسکتی ہیں۔

ساحؔر کے قصائد میں تشابیب کے بیان میں بڑی رعنائی، رنگینی اور قادر الکلامی ملتی ہے۔ اگر تشبیب کا موضوع قلم ہے تو ان کے طائرِ تخیل نے ایسے ایسے پیکر تراشے ہیں اور استعاروں کا وہ پاکیزہ سماں تخلیق کیا ہے کہ قاری شاعر کی قوت متخیلہ سے بنائی ہوئی تصویروں کو دیکھ کر عالمِ تحیّر میں چلا جاتا ہے، تو کہیں عالم انبساط سے لطف لیتا ہے۔ دیکھئے ساحؔر نے قلم کو موضوع تشبیب بنا کر کیسے کیسے استعارے تخلیق کیے ہیں: قلم سیکش ہے تو بہکتا ہے، اگرچہ بے زباں ہے مگر چہکتا ہے، کہیں تاریخِ عالم اور محبت کی زبان ہے، کہیں کاتبِ قرآن اور کہیں تیغ بے امان ہے۔

اگر ناقدینِ ادب نے قصیدے کو مشکل صنف قرار دیا تو ٹھیک ہی کہا کہ قصیدہ غزل کی طرح ماتمی لے، مبہم اشاروں اور موت و موسیقیت کا نام نہیں۔ قصیدہ اپنے ممدوح کی مانند شان اور شکوہ اور قوت و جبروت چاہتا ہے۔ سورما کی مانند جلالت اور مبارز طلبی کی دعوت چاہتا ہے۔ قصیدہ لفظوں کی جھنکار اور گھن گرج کا نام ہے۔ یہاں تقلید اور تساہل کے پر جلتے ہیں۔

قصائد میں ساحؔر کی فکر اپنی ہے، زبان اپنی ہے، اندازِ بیان اپنا ہے، تخلیقِ معنی کا جہان اپنا ہے۔ تشبیہ و استعارے شاعر کی پاکیزگیٔ فکر کے شاہد ہیں۔ کیونکہ ساحؔر لکھنوی کو تشبیب کے لئے بہاریہ موضوع بہت پسند ہیں چنانچہ اس بات کا خدشہ تھا کہ شاعر تشبیب میں اپنے آپ کو دہرائے گا اور تراکیب و بندشوں کی یکسانیت کے سبب سے قاری اکتاہٹ کا شکار ہو جائے گا، مگر داد دینا پڑتی ہے شاعر کی ہنرمندی اور وسعتِ مطالعہ کی کہ ایک لطیف اور نفیس سا فرق ان کے قصائد کی بہاریہ تشابیب میں باقی رہتا ہے مثلاً حضرت فاطمہ زہراؑ کی منقبت میں کہے گئے چار قصائد میں سے تین کی تشبیب بہاریہ رنگ میں ہے مگر شاعر کی صناعی دیکھئے کہ کہیں احساس نہیں ہوتا کہ شاعر خود کو دہرا رہا ہے۔ حضرت فاطمہ بتولؑ لقب ہیں لہٰذا شاعر نے آپ کی مدح میں قصائد کی تشابیب

میں بہار یہ مناظر کو نہ صرف طیب وطاہر لباس اوڑھا دیا ہے بلکہ تشابیب کی فضا ہی تقدیس سے لبریز نظر آتی ہے۔ شاعر نے موسمِ گل کو یوں نورانی بنایا ہے کہ عرش سے فرش تک انوار کا سیلِ رنگیں ہے۔ مثلاً قصیدہ ''بہارِ جنت'' میں آمدِ خاتونِ جنتؑ کے فیضِ یقین سے صحرائے گیتی رشکِ اِرم بنا ہوا ہے۔ زمین کے سارے مناظر حُسن اور پاکیزگی کی مقدس ردا اوڑھے ہوئے ہیں۔ چاند ہر شب زمین پر اُجلی چاندی کا فرش بچھاتا تو شبنم ہر صبح دامنِ گل کا غبار دھوتی۔ ایک قصیدہ کی تشبیب کا انداز دیکھئے:

یہ طہارت کی فضائیں، یہ تقدس کا سماں — رنگِ تطہیر میں ڈوبی ہے گلستاں کی زمیں
بوذرِ باغِ مودّت نے لٹایا زرِ گل — فضۂ صبح نے ہر شاخ پہ کلیاں چن دیں
لالہ وگُل نے تقدس کے عمامے باندھے — نونہالوں نے مودّت کی قبائیں پہنیں
سجدۂ شکر میں ہر شاخِ ثمردار جھکی — نخوت وکبر سے جو جھک نہ سکیں، ٹوٹ گئیں
حُسنِ فنکاریِ صناعِ ازل کیا کہنا — پھول شاخوں پہ کھلے ہیں کہ انگوٹھی پہ نگیں
یہ دھنک رنگ تھرکتی ہوئی بوندیں جیسے — رقص کرتی ہوئی فردوس سے حوریں اتریں

منظر کس قدر مقتضائے حال ہے۔ تشبیہوں کا حُسن کیا رنگ دکھا رہا ہے۔ تشبیب میں کس قدر جوشِ مودّت ہے۔ یہی ساحرؔ کا رنگ ہے جو سب سے جدا ہے۔

حضرت عباسؑ کی مدح میں لکھے گئے قصیدے کا عنوان ''بہارِ وفا'' ہے۔ اس قصیدے کی طولانی تشبیب اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ شاید قدرت زبان وبیان کے مقامِ بلند سے ادب کے گم کردہ راہ مسافروں کو مجلسِ ادب میں آنے کی دعوت دیتی ہے۔ بقولِ اقبالؒ اگر چہ سر تراشد قلندری داند۔ اس قصیدے کی تشبیب کے کچھ اشعار ملاحظہ کیجئے۔

میکشو، شکرِ خداوندِ جہاں عزّوجل — کعبۂ عشق سے اٹھا ہے وفا کا بادل
رعد پیہم جو گرجتا ہے سرِ دشت وجبل — حکم دیتا ہے خزاں کو کہ گلستاں سے نکل
ہر طرف عالمِ امکاں میں ہے وہ جوشِ بہار — دیکھ کے جس کو کھل اٹھتا ہے ہر اک دل کا کنول

ساحرؔ کے ہر قصیدے کی تشبیب میں نازک خیالی، معنی آفرینی، فکر کی پاکیزگی اور علوئے تخیل کی شان کے ساتھ تشبیہات کی نادرہ کاری نظر آتی ہے۔ساقی نامے کا ایک انداز دیکھئے ؎

در ے خانۂ غیبت کھلا ہے میکشو آؤ دلوں کے جام بھر بھر کر پیو صہبائے ایمانی
غمِ ہجراں، غمِ دنیا، غمِ دوراں، غمِ جاناں ہم اس میں غرق کر دیتے ہیں اپنی ہر پریشانی
نظر آتا نہیں اس مئے کدے میں زاہدِ بے دیں انا کی قید سے چھوٹے گا آخر کب یہ زندانی

تشبیب کے بعد گریز کی باری آتی ہے۔گریز کی خوبی یہ ہے کہ گریز بالکل فطری معلوم ہو۔یہ قصیدے کا مشکل مقام ہے۔قصیدہ گو گریز کے ذریعے تشبیب اور مدح میں تعلق جوڑتا ہے۔ساحرؔ کے تمام قصائد کیونکہ مذہبی ہستیوں کی شان میں کہے گئے ہیں اور شاعر نے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ عنوانِ تشبیب اور مدح میں گہرا ربط ہو، لہٰذا ساحرؔ کے قصائد میں گریز در گریز کی صورت نظر آتی ہے۔اسی لیے وہ مطلع ثانی کا اہتمام کرتے ہیں۔گریز در گریز کی صورت شاعر کے عجز کی دلیل نہیں، بلکہ شاعر ایسا ارادتاً شاعرانہ موشگافی کے لیے کرتا ہے۔

'مدح' مدعائے شاعر اور قصیدے کا بنیادی رکن ہے۔ناقدین نے عموماً قصیدے کے اسی حصے پر اعتراض کیا ہے کہ شعراء نے اپنے ممدوحین کی شان میں حد درجہ مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہوئے غلو کیا ہے اور اپنے ممدوحین کو ایسی صفات سے متصف کر دیا ہے جو ان میں نہیں تھیں۔البتہ کچھ ناقدین نے قصیدہ گو شاعر کو رعایت دی ہے کہ جب غزل گو عاشق کے روپ میں ایک خیالی محبوب کی شان میں مبالغہ آمیزی کر سکتا ہے تو آخر ایک بادشاہ کے لیے شاعر ایسا کیوں نہیں کر سکتا۔پھر جن شعراء نے بزرگانِ دین کی شان میں قصائد کہے وہ ان کے جذبات، عقیدت و محبت کی سچی ترجمانی تھی۔

ساحرؔ نے تو دنیاوی بادشاہوں کی مدح میں قلم کو جنبش دی ہی نہیں۔ان کے ممدوح تو سراپا پاکیزہ صفات ہیں لہٰذا مدح کی ذیل میں اپنے ممدوحین سے عقیدت و مودّت کے باوصف یہ

احساس رہا ہے کہ ان کے ممدوحین کا مقام و مرتبہ شاعر کے الفاظ و خیال کے شکوہ اور وسعت سے کہیں بلند ہے۔ اسی لیے بزرگانِ دین کے قصائد لکھنا نسبتاً آسان بھی ہیں اور بے حد دشوار بھی۔ آسان اس اعتبار سے کہ اس میں مبالغے کے امکانات مقابلتاً کم ہیں اور مشکل اس لحاظ سے کہ خدا کے بعد ان بلند ترین ہستیوں میں ایک وصفِ خدائی کو چھوڑ کر کون سے ایسی فضیلت ہے جو نہ پائی جاتی ہو۔ البتہ دیگر قصیدہ گو شعراء کی طرح تعلّی کا عنصر ہمیں ساحرؔ کے یہاں بھی ملتا ہے، مگر ایک طرح کی انکساری کے ساتھ۔

مدح کی منزل میں شاعر کو احتیاط لازم ہے کہ وہ حفظِ مراتب کا خیال رکھے۔ اُلوہیت، رسالت اور امامت کو ایک دوسرے میں غلط ملط نہ کرے۔ اس ضمن میں ساحرؔ کا کہنا ہے:

> ''ان ذواتِ مقدسہ کی مدح و ثنا میں حفظِ مراتب کا لحاظ بے حد ضروری ہے۔ جس میں بہتیرے شاعر ناکام رہتے ہیں، اور احتیاط کی حد سے گزر کر عام بزرگانِ دین کو عصمت و امامت کے درجے تک، امامت کو رسالت کے اور رسالت کو اُلوہیت کے درجے تک پہنچا دیتے ہیں''۔

ساحرؔ کے قصائد پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حفظِ مراتب کا پورا خیال رکھا ہے بلکہ اس قدر احتیاط برتی ہے کہ مطلع سے دعائیہ تک ہر منزل اور مقام پر قاری کے لیے یہ جاننا مشکل نہیں رہتا کہ قصیدہ کس کی مدح میں لکھا گیا۔ مثلاً نبی کریمؐ کی مدح میں ساحرؔ نے آپ کی سیرت و صورت دونوں طرح کے اوصاف کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ سیرت کے بیان سے مقصدیت اُبھرتی ہے تو صورت کے نقوش عشق و عقیدت سے دیکھے گئے ہیں۔ ''نقشِ اوّل'' میں سیرت و صورت کے دونوں انداز قابلِ لحاظ ہیں۔ اسی ایک قصیدے پر کیا موقوف ہے ان کے ہر قصیدے میں ہر ہستی کی شان کے مطابق حُسنِ خیال کو الفاظِ رنگین کا پیراہن عطا کیا گیا ہے، اور وہ اس طرح کہ نہ زبان کا حُسن ماند پڑتا ہے نہ طائرِ تخیل کی پرواز میں کمی آتی ہے۔ حضرت علیؑ کی مدح کرتے

ہوئے ساحرؔ نے آپ کے معروف اوصاف گنوائے ہیں جن میں آپ کا مولودِ کعبہ ہونے کا شرف اور فاتحِ خیبر ہونا جیسی صفات شامل ہیں تو حضرت عباسؑ کی مدح کے ضمن میں قصیدے کا عنوان ہی ''بہارِ وفا'' رکھا ہے کہ عباسؑ عشق وایثار وشجاعت اور وفا کی تصویر ہے، مگر کہیں بھی یہ گمان نہیں گزرتا کہ بیٹے کے اوصاف باپ سے بڑھ گئے ہیں۔ مثلاً حضرت عباسؑ کی مدح کا ایک رنگ دیکھیے۔

بیشۂ شیرِ خدا میں وہ ضیغم آیا　　پڑ گئی شام سے تا کرب و بلا اک ہلچل
آ گیا دہر میں ایک اور علیؑ دوراں　　مرحب عصر قضا سر پہ ہے ہشیار سنبھل
مل گیا شیرِ خدا کو اسدِ کرب و بلا　　ہو گیا مسئلۂ نصرتِ شبیرؑ بھی حل
مہد میں ان کو بھی دیکھ کے حیدرؑ سمجھے　　اچھے اچھوں کو یہ دھوکا ہوا اوّل اوّل

اسی طرح جنابِ فاطمہؑ کی منقبت میں شاعر لفظ وخیال کی پاکیزگی کا اہتمام کرتا ہے تو حضرت امام مہدیؑ کی منقبت میں غیبت سے متعلق مضامینِ نو خلق کیے ہیں۔ ساحرؔ چونکہ مذہبی قصیدہ نگار ہیں اس لیے ان کے یہاں حُسنِ طلب کا انداز مختلف ہے۔ وہ قصیدے کی روایت کے زیرِ اثر اپنے قصائد کا اختتام دُعا ہی پر کرتے ہیں۔ کیونکہ ساحرؔ کا دور امن وامان اور اشیائے خوردو نوش کے حوالے سے بہت پراگندہ وخوں آشام ہے، لہٰذا ساحرؔ نے اپنے قصائد کے دُعائیہ حصے میں ان مصائب وآلام سے نجات کی تمنا کی ہے۔ کہیں کہیں اپنے لیے خلد اور اعدائے اہلِ بیتِ رسولؐ کے لئے عذاب کی دُعا ہے۔ بطورِ ثبوت ''نقشِ اوّل'' کے دُعائیہ اشعار ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

ساحرؔ لکھنوی کے ممدوحین انسانیت اور روحانیت کے اس مقامِ معلیٰ پر فائز ہیں جہاں معراج کی ساری منزلیں سکڑ کر نکتۂ ''با'' میں تبدیل ہو جاتی ہیں تو ایک عام انسان اپنی محدود عقل و فکر اور معلوم حواس سے کیونکر ان ہستیوں کے اوصاف کا احاطہ کرسکتا ہے۔ بایں ہمہ ساحرؔ نے عصرِ حاضر میں اردو قصیدہ گوئی کا بھرم رکھا ہے۔ ان کے قصائد کی تعداد اور اعلیٰ معیار اس بات کا ثبوت ہیں کہ ذوقِ یقین، قوتِ عشق اور طلبِ صادق سے انسان ہر مشکل کا حل تلاش کرلیتا ہے۔

ساحرؔ کے قصائد کے مجموعی جائزے سے اوّل یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انہوں نے انوری وخاقانی کی ہمسری کا جو دعویٰ کیا ہے، وہ بے جا نہیں۔ دوّم یہ کہ فارسی اور اردو قصیدہ گو شعراء کا کلام ان کے پیشِ نظر رہا ہے اور ساحرؔ نے اساتذہ کے کلام کا عمیق مطالعہ کیا ہے۔ ان کے قصائد کی زمینیں اور بحریں یہ راز منکشف کر رہی ہیں کہ انہوں نے اردو وفارسی کے معروف قصیدہ گو شعراء کی زمینوں میں نہ صرف قصائد کہے ہیں بلکہ توارد سے بچ کر خیال آرائی اور قافیہ پیمائی میں اپنا خاص رنگ پیدا کیا ہے۔ ان کے قصائد صنائع لفظی ومعنوی سے بھی مزین ہیں اور مختلف علوم وفنون کی اصطلاحوں اور تراکیب کو بھی انہوں نے نہایت مہارت سے برتا ہے۔ ساحرؔ کے قصائد نہ صرف ہمارے دماغ سے خراجِ تحسین وصول کرتے ہیں بلکہ درِ دل پر بھی دستک دیتے ہیں۔ اس لیے کہ جن ہستیوں کی مدح کی گئی ہے ان کا نام ہی ہمارے دلوں کی دھڑکن ہے۔ المختصر اگر قصیدہ گوئی فنِ شاعری کا اعجاز ہے تو ساحرؔ معجزۂ فن میں اساتذۂ قصیدہ کے ہمسر نظر آتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''ساحرِ سحرِ بیاں، قصائد کے آئینے میں''

از معروف مرثیہ و رباعی گو شاعر و دانشور

جناب محترم فراست رضوی صاحب مدظلہ کی تحریر بحوالہ ''صحیفۂ مدحت'' (ساحرؔ)

حضرتِ ساحرؔ لکھنوی کی ذاتِ گرامی اُردو شاعری کا ایک روشن باب ہے۔ خصوصاً مذہبی شاعری کے حوالے سے اُن کے وقیع کام اور اُن کے نام کی ایک دُنیا معترف ہے۔ وہ اُردو شاعری کی ہر صنفِ سخن پر دسترس رکھتے ہیں۔ اُنہوں نے مرثیہ، قصیدہ، نوحہ، سلام، نعت، منقبت، تاریخ گوئی، روایت، رُباعی تقریباً ہر صنف میں اپنے فن کا لوہا منوایا ہے۔ خصوصاً مرثیہ نگاری میں وہ اپنا ایک علیحدہ اسلوب اور شناخت رکھتے ہیں۔ اُردو کے نئے مرثیے کی تاریخ اُن کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔ اُنہوں نے روایتی مرثیے کو عصرِ جدید کے تقاضوں کے مطابق ایک نیا رنگ و آہنگ عطا کیا ہے۔ یہ خدائے لم یزل کا اُن پر کرمِ خاص ہے کہ اُنہوں نے جس صنف میں قلم اُٹھایا اُسے اُس کے نقطۂ کمال تک پہنچا دیا۔ وہ صرف شاعرِ محض نہیں ہیں۔ ساحرؔ لکھنوی بہت صاحبِ مطالعہ اور صاحبِ علم قلمکار ہیں۔ نثر میں اُن کی تنقیدی اور تحقیقی کتب اُن کے علم و فضل اور علمی بصیرت کا منھ بولتا ثبوت ہیں۔ نثر میں اُن کا تحقیقی شاہکار اُن کی ۸۵۱ صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب ''خانوادۂ اجتہادؔ کے مرثیہ گو'' ہے۔ یہ کتاب اپنے شاندار اندازِ تحقیق اور تنقیدی شعور کے باعث کسی پی ایچ ڈی کے مقالے سے کم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بھی حال ہی میں ان کی تازہ

نثری کتاب ”مرثیے پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ“ منظرِ عام پر آئی ہے۔ اِس کتاب میں جس عالمانہ انداز سے حضرت ساحرؔ نے اُردو مرثیے کا مقدّمہ لڑا ہے اور مرثیے پر اب تک کیے جانے والے تقریباً ہر اعتراض کا استدلال کے ساتھ جواب دیا ہے۔ میں اسے اُردو مرثیے کے تنقیدی سرمائے میں ایک اضافہ سمجھتا ہوں۔ ایسی اہم اور سنجیدہ کتاب ساحرؔ لکھنوی جیسا عالم اور مرثیے کے تخلیقی اور ادبی رموز سے آشنا قلمکار ہی لکھ سکتا تھا۔ خصوصاً اس کتاب میں حضرت ساحرؔ لکھنوی نے تاریخی اور ادبی تجزیوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ اپنے شعری محاسن کی بنیاد پر مرثیے کو کسی ایک فرقہ سے وابستہ کرنا یا اسے محض ایک محدود مذہبی صنف سمجھنا بہت بڑی ادبی ناانصافی ہے۔ مرثیہ عالمی رزمیہ شاعری کے معیارات سے مالا مال ہے، اور یہ اُردو کی واحد صنفِ سخن ہے جسے ہم فخر کے ساتھ مغربی Epic شاعری کے مقابلے پر رکھ سکتے ہیں۔ اُردو مرثیے کے حوالے سے اُن کی یہ آفاقیت پسندی خود اُن کے تخلیق کردہ مراثی میں بھی جھلکتی ہے۔

اتنی بڑی علمی صفات اور شاعرانہ عظمت کے حامل ہونے کے باوجود حضرت ساحرؔ سراپا عاجزی و انکسار کا پیکر ہیں۔ اُن سے ملاقات کرنے والے ہر شخص کے ساتھ ان کا رویہ اس قدر خاکساری پر مبنی ہوتا ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو بہت بڑا اور اہم آدمی سمجھنے لگتا ہے۔ اُن کا یہ انکسار ایک طرف اُن کے علوئے علم کی دلیل ہے تو دوسری جانب یہ بات اُن کی خاندانی تربیت کو بھی ظاہر کرتی ہے۔ حضرت ساحرؔ کا تعلق لکھنؤ کے سب سے بڑے علمی اور دینی گھرانے ”خاندانِ اجتہاد“ سے ہے۔ وہ آلِ غفراں مآب ہیں۔ اُن کے جدّ امجد حضرت مولوی دلدار علی عرف غفراں مآب ہندوستان کے پہلے مجتہد تھے۔ اِس خاندان نے ہندوستان میں اسلام کی جو خدمت کی ہے وہ آج تاریخ کا حصہ ہے۔ یہ خاندان علماء اور شعراء کا خاندان ہے۔ خاندانِ اجتہاد نے جتنے عالم اور شاعر پیدا کیے ہیں دنیا کا کوئی دوسرا خاندان اس علمی گھرانے کی ہمسری نہیں کرسکتا۔ اس عظیم خانوادے سے وابستہ اہلِ علم اور اہلِ ادب کی ایک کہکشاں ہے جو آج بھی تابندہ ہے۔ حضرت

ساحر لکھنوی اِسی چرخِ عظیم کے نجمِ تاباں ہیں۔

حضرتِ جوش ملیح آبادی جاڑے کی ایک رات کراچی میں خورشید علی خاں کے گھر پر سرور بارہ بنکوی مرحوم سے یہ دریافت کر رہے تھے کہ شاعری میں سب سے اہم چیز کیا ہے۔ سرور بارہ بنکوی نے جواب دیا بلند اور اچھوتے مضامین بڑی شاعری پیدا کرتے ہیں۔ جوش صاحب نے مجھ سے پوچھا تم کیا کہتے ہو، میں نے اور سرور اقبال نے سرور بارہ بنکوی کی رائے کی تائید کی۔ جوش صاحب نے کہا آپ سب کا نقطۂ نظر غلط ہے۔ شاعری میں مضامین یقیناً اہم ہیں لیکن شاعری کا بنیادی جوہر اُسلوب ہے جو شاعر کے خاص طرزِ بیاں سے تشکیل پاتا ہے اور یہ طرزِ بیاں الفاظ کے مخصوص استعمال سے جنم لیتا ہے۔ لہٰذا جو جتنا لفظ شناس ہوگا وہ اُتنا ہی بڑا شاعر ہوگا۔ مجھے حضرت جوش ملیح آبادی کی یہ بات بہت اچھی لگی کیونکہ اس کی گواہی خود اُن کی تخلیقی زندگی سے ملتی ہے۔ آج مجھے یہ بھولی ہوئی بات صرف اس لئے یاد آگئی کہ ساحر لکھنوی کی شاعری میں زبان کی صحت اور لفظ شناسی کا جو التزام ہے فی زمانہ ہمارے شعرائے کرام اس سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ کوئی بھی نیا شعری مجموعہ اُٹھا کر دیکھئے زبان و بیان کی اغلاط سے طبیعت مکدّر ہو جاتی ہے۔

ہمارے عہد کے لئے یہ بڑی نعمت ہے کہ کراچی میں دبستانِ لکھنؤ کا ایک ایسا نمائندہ حضرت ساحر لکھنوؔی کی صورت میں موجود ہے کہ جو لکھنؤ کی ثقہ زبان لکھتا ہے اور جس کا لسانی رویّہ اُردو زبان کے فروغ اور تحفظ کا سبب ہے۔ اُن کی زبان ہم جیسوں کے لئے سند کا درجہ رکھتی ہے۔ ہم اُن کی جتنی بھی قدر کریں کم ہے۔ کیونکہ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اب لکھنؤ میں بھی ساحر لکھنوؔی جیسے دُرست اور پُر جمال زبان لکھنے اور بولنے والے موجود نہیں ہیں۔

اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت ساحر لکھنوؔی تخلیقی حوالے سے ایک کثیر الجہت شخصیت کے مالک ہیں۔ لیکن عمومی طور پر اُن کی شہرت اُن کی مرثیہ گوئی کے حوالے سے ہے۔ ادبی دنیا میں اُن کی شناخت کا بنیادی حوالہ اُن کا مرثیہ نگار ہونا ہے۔ اسی لئے اُن پر لکھے جانے والے

مضامین زیادہ تر اُن کی مرثیہ نگاری کے محاسن سے بحث کرتے ہیں۔ اُن کی قصیدہ نگاری پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ آج میری یہ کوشش ہوگی کہ میں ساحرؔ لکھنوی کی قصیدہ نگاری پر اپنے تاثرات کا اظہار کروں۔ اس کے لئے میرے پیشِ نظر ۱۸ قصائد پر مشتمل اُن کی کتاب ''صحیفۂ مدحت'' ہے۔ ''صحیفۂ مدحت'' ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں حمدیہ اور نعتیہ قصائد کے علاوہ حضرت علیؑ مرتضیٰؑ، جناب فاطمۃ الزہراؑ، حضرت حسنِ مجتبیٰؑ، حضرت امام حسینؑ، حضرتِ زینبؑ، حضرت ابوالفضل العباسؑ اور امامِ زمانہؑ کی شان میں قصائد شامل ہیں۔ اس کتاب کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس کے آغاز میں پچاس صفحات پر مشتمل قصیدے کی تاریخ وتنقید سے متعلق ایک تحقیقی مقالہ شامل ہے۔ جو حضرت ساحرؔ لکھنوی کی فکر و تحقیق کا نتیجہ ہے۔ اس کا عنوان ہے ''قصیدہ عربی سے اُردو تک ایک اجمالی تحقیقی مطالعہ''۔ یہ مقالہ قصیدے پر تحقیق کرنے والے طالب علموں اور خود اہلِ قلم کے لئے معلومات کا ایک خزانہ ہے۔ یہ ایک بسیط اور پُر مغز مقالہ ہے جس میں قصیدے سے متعلق کسی بھی تنقیدی اور ادبی جہت کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ اُردو زبان میں قصیدے پر جتنی بھی کتابیں اور مضامین موجود ہیں حضرت ساحرؔ لکھنوی نے تقریباً سب کا احاطہ کیا ہے۔ جس طرح اس کتاب میں موجود اُن کے قصائد اُن کی اعلیٰ شعری صلاحیت کا آئینہ نظر آتے ہیں، اُسی طرح یہ نثری شہ پارہ اُن کے تبحرِ علمی کا واضح نشان ہے۔

قصیدے پر کچھ نہ کچھ تنقیدی اور تاریخی احوال ہمیں ''کاشف الحقائق''، ''مقدمہ شعرو شاعری'' اور تاریخِ ادب کی کتابوں میں مل جاتا ہے۔ لیکن قصیدے کی صنف پر تفصیلی مواد ہمیں صرف دو جگہوں پر دستیاب ہوتا ہے۔ ایک ہمارے بزرگ دوست جناب ڈاکٹر یونس حسنی کے اُستاد ڈاکٹر ابومحمد سحر کا تحقیقی مقالہ بعنوان ''اُردو میں قصیدہ نگاری'' ہے اور دوسری کتاب شبلی نعمانی کی ''شعرالعجم'' کی پانچویں جلد ہے۔ جسے ۱۹۱۸ء میں شبلی کی وفات کے چار برس بعد اُن کے لائق وفائق شاگرد سید سلیمان ندوی نے ترتیب دے کر شائع کیا۔ شبلی نے ایک غیر جانبدار مؤرخ

نہ ہونے کے سبب فارسی قصائد کو عربی قصائد سے کمتر ثابت کیا ہے لیکن فارسی کے ہر قصیدہ نگار پر انفرادی تنقیدی رائے ہیں اُنہوں نے کمال کی شعری بصیرت کا مظاہرہ کیا ہے۔ میں یہاں حوالے دے کر اہلِ ادب کا وقت ضائع نہیں کروں گا۔ جنہیں قصیدے کی تاریخ و نقد سے دلچسپی ہو وہ براہِ راست شعر العجم کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اجمالاً اتنا عرض کروں گا کہ قاآنی کی متروک الفاظ سے دلچسپی، خاقانی کا قصیدے میں علوم و فنون کی اصطلاحات سے شغف، قدسی کی مضمون آفرینی، عُرفی کی شوکتِ الفاظ اور طالب آملی کی جدتِ استعارات پر اُن کے تنقیدی تبصرے علمی استدلال اور ادبی جواہر سے بھرے ہوئے ہیں۔

سبعہ مُعلقات کے قصائد سے لے کر سودا و ذوق کے قصائد تک میری نظر سے قصیدے کی بہت سے تعریفیں گزری ہیں۔ اور سب تعریفوں میں یہ نکتہ مشترک ہے کہ قصیدہ قدرتِ فن کے بغیر ممکن نہیں۔

میری نگاہ میں شاعری کی اعلیٰ ترین تکنیکی صلاحیت، زبان اور الفاظ برتنے کی گہری مہارت، وسیع ذخیرۂ الفاظ، مختلف علوم کی اصطلاحات پر عبور، مضامین کا تسلسل، اخلاقی قدروں کا ادراک اور احترام، ممدوح کی صفات کا سچا شعور، بلند تخیل، زورِ خطابت اور انسانیت کا آفاق گیر Vision قصیدہ نگاری کی بنیادی شرائط میں شامل ہے۔

آج روایتی بادشاہتوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اور درباری قصیدہ نگار ناپید ہو چکے ہیں لیکن مذہبی قصیدہ نگاری آج بھی زندہ ہے کیونکہ اس کی بنیاد دائمی اخلاقی قدروں اور وسیع ترین انسانیت کے وژن پر ہے۔ وہ قصائد جو بادشاہوں اور اُمراء کے لئے لکھے گئے اُنہوں نے زبان کی خدمت تو کی مگر اُن کی اخلاقی اساس کمزور ہے۔ کیونکہ یہ قصائد حصولِ منصب و زر کے لئے لکھے گئے، جبکہ اس کے علی الرغم مذہبی قصائد کی بنیاد ہی دُنیا پرستی اور طلبِ زر سے پاک ہے۔ اور اِن کی اساس روحانی اور اخلاقی اقدار پر ہے۔ اسی لئے مذہبی قصائد کی فضا میں ایک نوع کا تقدس لا

پایا جاتا ہے۔ بادشاہوں کی شان میں لکھے گئے قصائد میں جو مبالغہ ہے وہ کھلم کھلا جھوٹ ہے اور اُس کی تاثیر قاری یا سامع کے لئے دیر پا نہیں جبکہ مذہبی ہستیوں کی شان میں لکھے گئے قصیدوں کی مدح نگاری ممدوح کی حقیقی سیرت اور سچے تاریخی واقعات پر مبنی ہوتی ہے۔

قصیدے کے اس تاریخی اور تکنیکی تناظر میں جب ہم ساحرؔ لکھنوی کے قصائد کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں اُن کے یہاں فن اور فکر کا ایک لسانی امتزاج ہے۔ وہ اپنی زبان کی مہارت کو وضاحتِ خیال کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں قصیدے کا شاعر نہ گریز میں کھلتا ہے نہ مدح اور دُعا میں۔ اُس کی شعری صلاحیت کی کسوٹی تشبیب ہے۔ ساحرؔ لکھنوی کے ہر قصیدے کی تشبیب اُن کے شاعرانہ جوہر کو ظاہر کرتی ہے۔ عام طور پر وہ تشبیب میں مناظرِ بہار اور ساقی نامے کو پسند کرتے ہیں۔ ''صحیفۂ مدحت'' میں قلم کے عنوان سے دو قصیدے شامل ہیں، ایک حضرت علیؑ کی شان میں ہے اور دوسرا حضرتِ ابوالفضل عباسؑ کی مدح میں ہے۔ دونوں قصائد کی تشابیب میں قلم کی صفات کا بیان ہے۔ اُردو کی شعری روایت میں کئی لامیہ قصیدے موجود ہیں۔ لیکن جو شہرت محسن کاکوری کے نعتیہ قصیدۂ لامیہ کو ملی وہ کسی کے حصے میں نہیں آئی اُن کا اختصاص یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اُنہوں نے پہلی بار نعتیہ موضوع میں ہندی کلچر کا پیوند لگایا۔ ساحرؔ لکھنوی کے تین لامیہ قصائد ''صحیفۂ مدحت'' میں موجود ہیں۔ ایک حمدیہ، دوسرا نعتیہ اور تیسرا قصیدہ حضرت عباسِ علمدارؑ کی مدح میں ہے۔ اس سے حضرتِ ساحرؔ کی قدرتِ کلام ظاہر ہوتی ہے۔ یہ تینوں قصائد بلند شعری مدارج کے حامل ہیں۔ اِن کی روانی اور اُن کا زورِ خطابت لامیہ قصیدوں کی تاریخ میں انہیں ہمیشہ زندہ رکھے گا۔

اس کتاب کا سب سے مختصر قصیدہ ''موت وحیات'' ہے جو امام حسینؑ کی مدح میں ہے اور اس کے کُل ۱۲۹ اشعار ہیں۔ اس کی تشبیب موت وحیات کے تقابلی بیانیے پر مبنی ہے۔ مولا عباس علمدارؑ کی مدح میں لکھے گئے قصیدے ''بہارِ وفا'' کی تشبیب بھی بہاریہ ہے۔ حضرت امام حسنؑ کی

مدح میں لکھے گئے قصیدے ''گلشنِ مدحت'' کی تشبیب بھی بہاریہ ہے۔ اس کتاب کا آخری قصیدہ ''فصلِ گل'' کے عنوان سے ہے۔ یہ قصیدہ صاحب عصر والزماں حضرت امام مہدیؑ کی شان میں ہے۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، اس کی تشبیب بہاریہ ہے لیکن بعد کی تشبیب ساقی نامے سے متعلق ہے۔

حضرت ساحر لکھنوی چونکہ روایت کا احترام کرنے والے قلمکار ہیں، اس لئے اُنہوں نے زیادہ تر تشابیب میں روایتی انداز و التزام کو برقرار رکھا ہے تاکہ اُردو شاعری سے روایت کے یہ اجزا مِٹ نہ جائیں اور عہدِ جدید میں بھی صحت مند روایت کے ان نمونوں کا تسلسل باقی رہے۔ مگر اُن کی تعلیم و تربیت میں قدیم خاندانی روایات کے ساتھ ساتھ عہدِ جدید کا شعور اور نئے علوم کی آگہی بھی شامل ہے۔ اس لئے اُن کی بعض تشابیب میں عصری مسائل کا شعور بھی ملتا ہے۔ مثلاً اُنہوں نے ''شہر آشوب'' کے عنوان سے دو قصیدے تخلیق کئے ہیں ایک حضرت علی مرتضیٰؑ کی شان میں اور دوسرا حضرت عباس علمدارؑ کی شان میں۔ دونوں کی تمہید میں کراچی کے حالات، بدامنی، خوں ریزی اور دہشت گردی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اسی طرح قصیدہ بعنوان ''گرانی'' میں حضرتِ ساحر لکھنوی نے موجودہ مہنگائی کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔

ماضی قریب میں خال خال قصیدہ نگار مل جاتے تھے۔ فی زمانہ علامہ طالب جوہری اور حضرتِ ساحر لکھنوی کے علاوہ کوئی قصیدہ نگار میرے علم میں نہیں۔ علامہ طالب جوہری کے قصائد کی تعریف جوش ملیح آبادی اکثر اپنی ذاتی محفلوں میں کیا کرتے تھے۔ مگر نجانے کیوں اُنہوں نے اپنے قصائد چھپوانے پر توجہ نہیں کی۔

تاریخ ادب میں نجم آفندی اور نسیم امروہوی کے بعد ساحر لکھنوی وہ تیسرے شاعر ہیں جو بیک وقت مرثیہ اور قصیدہ دونوں اصناف میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ اور موجودہ عہد میں وہ واحد شاعر ہیں جسے یہ اعزاز حاصل ہے۔ حضرت ساحر لکھنوی کے قصیدے نئے نئے استعارات اور

تشبیہوں سے آراستہ ہیں، اِن قصائد میں عقیدے سے زیادہ فکر کا عنصر نمایاں ہے۔ ان میں خطابت کے دلکش انداز بھی ہیں اور شاعرانہ جمالیات کے گوشے بھی۔

ساحرؔ لکھنوی کے قصائد میں زبان کا لطف اور روایت کے ذائقہ ساتھ ساتھ ملتے ہیں۔ اُن کے قصیدے حُسنِ بیان کا نمونہ ہی نہیں یہ قصیدہ نگاری کی ادبی تاریخ میں ایک اضافہ بھی ہیں۔

میں حضرتِ ساحرؔ لکھنوی کے صحت اور درازیٔ عمر کے لئے دُعا گو ہوں کہ خداوندِ کریم اُن کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے اور بزمِ اُردو اُن کی نو بہ نو تخلیقات سے ہمیشہ منوّر رہے۔ (آمین)

فراست رضوی

۳۰ اکتوبر ۲۰۱۱ء شام ۴ بجے اتوار

(کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساحرؔ لکھنوی کی قصیدہ نگاری پر چند اور معزز و محترم علمی وادبی شخصیات کی آراء و مختصر تبصرے

جناب محترم ڈاکٹر شیخ انصار حسین صاحب نے اس رائے کا اظہار کیا ہے:۔

(i) کتاب کا حسنِ طباعت، گرد پوش، ترتیب، حوالہ جات اور فرہنگ خصوصی طور پر تحقیقی مقالہ جات کے انداز تحریر سے مزین ہے جو بیشتر اس قسم کی کتابوں میں کمیاب ہے۔

(ii) ''قصیدہ عربی سے اردو تک'' ساحرؔ کا ایک ایسا تحقیقی مقالہ ہے جو مستقبل کے لکھنے والوں کے لئے موجودہ دور میں ایک اساسی یا بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

(iii) مجموعہ میں شامل تمام قصائد فن قصیدہ گوئی کے حقیقی اور قدیم حسن کے ساتھ ساتھ دورِ جدید کے افکار و خیالات کی غمازی مؤثر طور پر کرتے ہیں۔ فی زمانہ ایسے کسی دوسرے مجموعہ قصائد کا منصہ شہود پر آنا ایک امرِ محال ہے۔

☆☆☆☆☆

جناب محترم پروفیسر عسکری حسین صاحب کی رائے یہ ہے:۔

''صحیفۂ مدحت'' کے قصائد کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ محسوس ہوا کہ شاعر نے قصیدہ کے انداز، زبان اور آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے شاعری کی اس صنف کو اپنی مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے افکار و خیال کی معراج کو پیش کیا ہے۔ وہ ایک بلند پایہ قصیدہ نگار اور بے مثال شعور و وجدان کے حامل ہیں۔

☆☆☆☆☆

جناب محترم پروفیسر ڈاکٹر حسین جعفر حلیم صاحب کا تبصرہ حسب ذیل ہے جو مختصر کر کے پیش کیا جا رہا ہے:۔

''اٹھارہویں صدی کا یہ حسین و دلکش اور ایمان افروز مجموعۂ کلام جس میں ایک حمد باری تعالیٰ، دو نعتیہ قصیدے اور بقیہ دیگر قصائد حضرت علی مرتضیٰ، جناب فاطمۃ الزہراؑ، حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ، حضرت زینبؑ، حضرت عباس علمدارؑ اور حضرت امام آخرالزماں علیہ السلام کی مدح و منقبت میں نہایت عقیدت و احترام اور کمال جذبۂ ایمانی کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ جناب ساحرؔ لکھنوی کے وسیع و عمیق مطالعہ کا نتیجہ، جودت طبع، ژرف نگاہی ان کے اعلیٰ فکر و خیال اور ساحرانہ فنکاری کا غماز اور شاعرانہ کمال کا عکاس ہے۔

کتاب کے شروع میں مقدمہ کے طور پر ایک نہایت مفید اور تحقیقی مقالہ قصیدہ کی تعریف، اس کی ہیئت، اجزائے ترکیبی اور عربی، فارسی اور اردو قصیدہ کی جامع تاریخ، اردو قصیدہ کا آغاز و ارتقاء موجودہ زمانہ تک اور مشہور قصیدہ گو شعراء کے اسمائے گرامی بھی تحریر کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ قصیدہ پر بعض معترضین کے عائد کردہ اعتراضات کا جواب دے کر اس کا دفاع بھی کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ مقدمہ اہل ذوق بالخصوص ایسے افراد جن کی دسترس ان کتابوں تک نہیں ہے جن کے حوالے اس تحقیقی مقالہ یا مقدمہ کتاب میں دیئے گئے ہیں یا ان کتابوں کے مطالعہ کی انہیں فرصت نہیں ہے، وہ اس جامع مقدمہ کتاب سے خاطر خواہ استفادہ اور معلومات حاصل کر کے ان بے شمار کتابوں سے بے نیاز ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک عام شخص اس تحقیقی مقالہ کو پڑھنے کے بعد ہی قصیدہ کی اہمیت کا اندازہ اور اس کے پڑھنے میں صحیح لطف حاصل کر سکے گا۔

ساحرؔ صاحب کے ان قصیدوں کے اکثر و بیشتر اشعار پر شکوہ الفاظ، اور ان کی دلکش ترکیبوں سے آراستہ حشو و زوائد سے پاک، برمحل اور پر لطف صنائع و بدائع سے مرصع، برجستہ محاوروں اور بے ساختہ روزمرہ کے استعمال سے بامزہ، جابجا تلمیحات اور نادر تشبیہات و استعارات سے مزین ساتھ ہی شستہ و شائستہ زبان کی شیرینی و چاشنی باعث لطف و لذت سخن۔ پھر ایسے میں کیوں نہ یاد آنے لگیں مرزا سوداؔ ایسے استادانِ سخن اور عزیزؔ لکھنوی جیسے صاحبانِ فن۔ مذکورہ بالا صنعتوں اور

عرائس سخن کے استعمال کے باوجود ساحرؔ صاحب نے اپنے ان قصیدوں میں آسان زبان استعمال کرنے کی کوشش کی ہے پھر بھی بعض الفاظ کے مشکل ہونے کا خیال آ گیا تو ہر قصیدہ کے آخر میں فرہنگ معانی بھی شامل کردی ہے"۔

☆☆☆☆☆

جناب محترم پروفیسر ڈاکٹر عراق رضا زیدی صاحب مدظلہ العالی، صدر شعبۂ فارسی جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ نئی دہلی۔ انڈیا۔ ساحرؔ لکھنوی کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"جناب نے بجا فرمایا کہ ۱۹۹۸ء میں طاہر کاظمی صاحب کی رہبری میں جناب ثابت حسین صاحب (ساحرؔ لکھنوی کے برادر خرد) کے دولت کدہ پر شرف نیاز حاصل ہوا تھا۔ اور پہلا قصیدہ پڑھتے ہوئے خاقانیؔ اور عرفیؔ کے قصائد اور عربی کے قصائد کی یاد تازہ ہوئی تھی تو اردو میں سوداؔ نے اس زمیں میں خامہ فرسائی کی تھی۔

؎ اٹھ گیا بہمن ودے کا چمنستان سے عمل

اہل شاہ مرداں میں ایک مقاصدہ ہوا تھا جس میں طرح تھی :۔ "تخیل جانب کعبہ رواں ہے" تو اس خاکسار نے باقاعدہ ثابت صاحب کی موجودگی میں اعلان کیا تھا کہ یہ مصرع ایک ایسے قصیدہ گو کا ہے جو اس دور میں اس فن کا وقار قائم کئے ہوئے ہے۔ ایک مختصر سا تبصرہ بھی کیا تھا لیکن فوراً حالات کی تبدیلی نے اس قابل نہ چھوڑا کہ روانہ کرنے کی ہمت کرسکتا۔ خاندانِ اجتہاد کا تعارف ایک ضروری عمل تھا جو آپ نے مرثیہ گوئی کے بہانے قوم تک پہنچایا۔ خدا آپ کو اس کا اجر ضرور عطا کرے گا۔

ایک مرثیہ "قلی وقطب شاہ سے ساحرؔ تک" اور پڑھنے کی خواہش ہے۔ والسلام

آپ کا اپنا

عراق رضا زیدی

☆☆☆☆☆

لکھنؤ سے برصغیر کے نامور محقق ڈاکٹر اکبر حیدری کشمیری نے ساحرؔ صاحب کے نام ایک

خط میں سرسری طور پر اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا ہے:۔

”آپ کا تحفہ بیش بہا ملا۔ کتاب اس قدر خوبصورت ہے کہ قارئین کی بینائی چشم میں اضافہ ہوگا۔ کتاب ملتے ہی میں نے اسے سر آنکھوں پر رکھا۔ سرسری طور پر دلچسپی سے پڑھا۔ دل و دماغ میں تراوٹ اور شادابی ہوئی۔ مجھے لکھنؤ کے قادر الکلام قصیدہ گو شعراء جنہوں نے عمر بھر آلِ رسول کی تعریف میں قصیدے لکھے، بے ساختہ یاد آئے۔ ہر قصیدہ کے آخر میں فرہنگ کا اضافہ بھی اچھا اقدام ہے۔ مقدمہ بھی شاندار ہے۔ کاش ایسی صاف ستھری کتابیں ہندوستان میں بھی شائع ہوتیں۔ میں آپ کو دل کی گہرائیوں سے اس عظیم ادبی شاہکار کے لئے مبارکباد پیش کرتا ہوں“۔

☆☆☆☆☆

اسی طرح دہلی کی ایک معروف ادبی شخصیت اور صاحبِ قلم جناب محترم محمود نقوی مرحوم سابق مدیرِ اعلیٰ ماہنامہ ”حدیثِ دل“ نے ساحر صاحب کے نام ایک خط میں صحیفۂ مدحت کے متعلق مختصر تاثرات کا اظہار یوں کیا ہے:۔

”آپ کا گرانقدر عطیہ صحیفۂ مدحت دیکھتے ہی مہدی افادی کے الفاظ یاد آئے۔ ”عروس جمیل اور لباس حریر“۔ لیکن جیسے جیسے مطالعہ آگے بڑھتا گیا یہ توصیفی الفاظ ادھورے محسوس ہوئے۔ صحیفۂ مدحت میں معنویت اور روحانیت کی تہہ در تہہ جو کیفیتیں حدِ اعجاز کو چھوتی ہوئی موجود ہیں ان کی صحیح ترجمانی کے لئے یہ الفاظ ناکافی ہیں۔ تھی پسِ پردۂ تخلیق ابھی صبحِ ازل۔ کا جب مطالعہ شروع کیا تو سودا اور محسن کاکوروی کے قصیدے یاد آگئے۔ نظریں آگے بڑھیں تو معلوم ہوا کہ چاروں مشہور لامیہ قصیدے آپ کے پیش نظر رہے ہیں اور یقیناً ان سب پر آپ کا قصیدہ ایک اضافی حیثیت رکھتا ہے۔ دو بار پڑھ چکا ہوں مگر سیری نہیں ہوئی۔ سوچتا ہوں پانچوں لامیہ قصیدوں کا تقابلی مطالعہ ایک مضمون کی صورت میں کیا جائے۔ اس مجموعۂ قصائد کو آپ کی محنت، حسنِ نظر، ژرف بینی اور سلیقۂ انتخاب نے ہر اعتبار سے صحیفۂ مدحت بنا دیا ہے“۔

ان معروف معزز اور معتبر ادبی شخصیات کے ایک ایک حرف کی صداقت آپ پر خود واضح ہو جائے گی جب آپ اس کتاب کو خود ملاحظہ کریں گے۔ ☆☆☆☆☆

حمد باری تعالیٰ جل جلالہٗ جل شانہٗ

حمدِ باری تعالیٰ

میری نظر میں ہے منظر دیارِ ہستی کا
ہے رنگ جوش پہ باغ و بہار ہستی کا
شباب ہے جو نظر میں نگارِ ہستی کا
زباں پہ وصف ہے پروردگار ہستی کا

شعور نے جو یہ منظر مجھے دکھایا ہے
زباں پہ اشھد ان لا الٰہ آیا ہے

(ماخوذ از مرثیہ ''گواہی'')

مرثیہ

حمدِ پروردگار خالق خلد و نار خلاقِ کائنات جل جلالہ و جل شانہٗ

سنہ تصنیف ۱۹۸۸ء

ایک مرثیہ سے ماخوذ

خدا کی حمد ہے سرنامۂ کتابِ سخن
یہی ہے مطلعِ دیوانِ اِنتخابِ سخن
یہ حرف وہ ہے زباں جس سے کامیابِ سخن
اس ایک حرف سے کھلتے ہیں لاکھ بابِ سخن
وہ جس کے لب پہ یہ حرفِ جلیل ہوتا ہے
وہ شخص ہم سخنِ جبرئیلؑ ہوتا ہے

خدا کی حمد یمِ معرفت کا موتی ہے
یہ تہہ کی چیز ہے، گہرائیوں میں ہوتی ہے
اسی کی چاہ میں فکر آبرو بھی کھوتی ہے
بڑے منجھے ہوئے پیراک کو ڈبوتی ہے
جو ہچکچائے وہ کب اس گہر کو پاتا ہے
جو ڈوب جائے یہ بس اُس کے ہاتھ آتا ہے

یہ بحرِ معرفتِ حق ہے وہ، خدا کی قسم
کہ جس کی تھاہ نہ پائیں کبھی خیال و قلم
اکھڑنے لگتا ہے اس کے عُمق کو دیکھ کے دم
بڑے بڑوں کا یہاں کھل گیا ہے مان بھرم

وہ پار کیا ہو جو حق کا ولی نہیں ہوتا
ہر اک ولی بھی جہاں میں علیؑ نہیں ہوتا

خدا کی معرفت ہر اک کے بس کی بات نہیں
یہ وہ ہے، وہ جو اسیرِ تخیلات نہیں
جو آئے فہمِ بشر میں وہ اُس کی ذات نہیں
ہماری عقل کی حد میں تو کائنات نہیں

خدا کی حمد کو درکار ہے زبانِ رسولؐ
بیانِ مصحفِ حق، نطقِ ترجمانِ رسولؐ

یہ وہ ہے جس کا لقب ذوالجلالِ والاکرام
وہ حیؔ و مومن و قیوم و مستعان و سلام
ودود و باری و معبود، سب اسی کے ہیں نام
اُسی کی ذات کو کل کائنات میں ہے دوام

اُسی سے عالمِ ایجاد ہے، بدیع ہے وہ
تمام رفعتیں ہیں پست، بس رفیع ہے وہ

وہی ہے مدرک و مومن، وہی وکیل و کفیل
بصیر و عادل و فرد و اَحد، مقیل و نبیل
شکور و محسن و ذی عزۃ و مثیل و دلیل
لطیف و نور و خبیر و قوی، جلیل و جمیل

بعید و مقتدر و قادر و حسیب ہے وہ
نظر سے دُور، رگِ جاں سے بھی قریب ہے وہ

وہی ہے برتر و اعلیٰ، وہی علی و عظیم
وہی ہے قاضی و عادل، وہی رحیم و کریم
وہی ہے عالم و حاکم وہی علیم و حکیم
وہی ابد سے بھی آخر، وہی ازل سے قدیم

اُسی نے عقل و حواس و نظر کو خلق کیا
محمدِؐ عربی سے بشر کو خلق کیا

کسی کا وہ نہیں محتاج، اس کے سب، وہ صمد
نہیں ہے کفو کوئی اس کا خلق میں، وہ اَحد
نہ کوئی اس کے جد و اَب، نہ والدہ نہ وَلد
اسی کی شان میں ہے ''لم یلد ولم یُولد''

اسی کو مرتبہ خلاقیت کا سجتا ہے
اسی کے نام کا ڈنکا جہاں میں بجتا ہے

بغیر معرفت اس کی کہاں ثنا ممکن
حق اس کی حمد کا ہم سے ادا ہو، کیا ممکن
وہ ذاتِ واجب و ہر بندۂ خدا ممکن
میانِ واجب و ممکن، یہ امر نا ممکن

جو مدح جنت و حور و قصور ہوتی ہے
اسی کی مدح یہ بین السطور ہوتی ہے

میں ایک بندۂ عاجز ہوں اے خدائے قدیر
ہے پائے فکر و تخیل میں جہل کی زنجیر
نہ مجھ کو معرفتِ حق، نہ قُدرتِ تحریر
نہ میں نبی و پیمبر ہوں، نہ میں انیسؔ و دبیرؔ

ورق تو دل کا تری معرفت سے سادہ ہے
بہ ایں ہمہ بھی تری حمد کا ارادہ ہے

دل اپنے عزم سے خود شرمسار ہے یارب
اسے جسارتِ بے جا سے عار ہے یارب
ترے کرم پہ مگر اعتبار ہے یارب
کہ تو ہی بس مرا پروردگار ہے یارب

ترے حضور جو دستِ طلب دراز کرے
تو، اُس کو حد سے سوا دے کے سرفراز کرے

ترے حضور اُٹھے ہیں دعا کو ہاتھ جو اَب
تری عطا ہے، تری دَین ہے یہ ذوقِ طلب
جو تُو نہ چاہے تو ممکن نہ ہو یہ جنبشِ لب
ترے کرم کی کوئی انتہا نہیں یارب
مجھے بھی حمد کی لذت سے آشنا کر دے
مجھے دبیرِ فلک کا قلم عطا کر دے

مجھے بھی حمد کی صہبا کا جام دے یارب
بہ لطفِ خاص، بہ فیضانِ عام دے یارب
سخنورانِ زمانہ میں نام دے یارب
جہانِ فن میں مجھے وہ مقام دے یارب
دبیرِ بزمِ شہِ مشرقینؑ ہو جاؤں
انیسِ منبرِ ذکرِ حسینؑ ہو جاؤں

وہی نظر دے جو دی ان بلند بینوں کو
کہ آسمان کروں نظم کی زمینوں کو
سجاؤں بزمِ تخیل کے مہہ جبینوں کو
نجف کی خاک سے چمکاؤں آبگینوں کو
لکھوں جو نامِ علیؑ لے کے بائے بسم اللہ
صدا یہ عرشِ معلےٰ سے آئے، بسم اللہ

(ماخوذ از مرثیہ: "مداحِ دبیر ہوں" ۱۹۸۸ء)

دعائیہ قطعہ

ہیں بے حساب تیرے کرم مجھ پہ یا خدا
یہ دو شرف بھی لکھ دے مری سرنوشت میں
عشقِ حسینؑ لے کے جو دنیا سے جاؤں میں
مدفن ہو کربلا میں، تو مسکن بہشت میں

نعتیہ قصائد و مناقب

رباعی (مدحِ حبیبِ خدا رسولِ اسلامؐ)

اے صاحبِ توقیر و جلال و اکرام
اے میرے نبیؐ، سارے رسولوں کے امام
لبیک کہ ساحر کو ملا اذنِ حضورؐ
سرکار کے دربار میں حاضر ہے غلام

(روضہ رسولؐ خدا پر حاضری کے وقت)

قطعہ (عشقِ رسولؐ اسلام)

عشقِ رسولِ پاک کچھ آسان تو نہیں
دعویٰ یہ بے دلیل نہ دوہرانا چاہئے
ہجرت کی شب، کھنچی ہوئی تیغیں، سکوں کی نیند
اس عشق کو یہ ہمت مردانہ چاہئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

"قصیدہ در مدح حبیبِ خدا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

ملا اذنِ حضوری جب ہمیں شہرِ پیمبرؐ سے
تشکر کی گھٹا برسی ہمارے دیدۂ تر سے

چلے ہم بھر کے دامن دولتِ عشقِ پیمبرؐ سے
یہ دَھن ملتا ہے قسمت سے، نصیبہ سے، مقدر سے

ہماری راہ میں آنکھیں بچھائیں حور و غلماں نے
بہ شوقِ دیدِ شہرِ مصطفیٰؐ نکلے جو ہم گھر سے

قدم رکھا جو طیبہ کی زمیں پر دل پکار اُٹھا
یہ راہِ کوئے پیغمبرؐ ہے، اس کو طے کرو سر سے

دیارِ نور میں جلوے وہ برسے اب مرے دل پر
منور ہو گیا سارا وجود اندر سے باہر سے

مجھے یوں بارشِ رحمت نے دھو کر پاک کر ڈالا
بنائیں گے ملک احرام میرے دامنِ تر سے

نویدِ عفو جیسے مل گئی اس خلد میں آ کر
جہنم کی مصیبت ٹل گئی جیسے مرے سر سے

بہت مانگا، بہت مانگا، مگر کچھ بھی نہیں مانگا
کہ ہم کو تنگیِ داماں کا شکوہ تھا مقدر سے

خدائی چھوڑ کے جو مانگتے اس در سے مل جاتا
عجب ہم ہیں کہ قطرہ مانگ کر لائے سمندر سے

تمنا کی جو بہرِ شکر ہم نے نعت لکھنے کی
قلم مژگاں سے پایا، روشنائی دیدۂ تر سے

پروئے اب تو گیسوئے ہنر میں فکر کے موتی
سجایا یوں عروسِ نظم کو مدحت کے زیور سے

یہ لیلائے معانی سج سجا کر بزم میں آئی
حسین لفظوں کے پھولوں کا دوپٹہ اوڑھ کر سر سے

اٹھایا اب سرِ محفل جو گھونگھٹ رونمائی کو
ہوا اک چاند طالع مطلعِ فکرِ سخنور سے

ہوا مہرِ نبوت ضوفشاں دنیا میں جس گھر سے
نہ ہو وہ گھر تو یہ دنیا اجالوں کے لئے ترسے

ہوا وہ چاند طالع آج عبد اللہؑ کے گھر سے
تجلی جس کی پہنچی عرش تک آغوشِ مادر سے

یہ کس ماہِ منور سے زمانہ جگمگا اٹھا
کہ ضو چھن چھن کے آتی ہے ہر ایک دیوار سے در سے

ملی ہے جو ازل میں ان کے حسنِ رُخ سے تابانی
گزرتا ہے سلامی دے کے سورج آپ کے گھر سے

وہ عبد اللہؑ کا دُرِّ یتیم آیا ہے دنیا میں
ہیں بہتر جس کی خاکِ پا کے ذرے لعل و گوہر سے

پدر کے سائے کا ہے لطف ابو طالبؑ کے سائے میں
چچا کی گود میں آئے ہیں یہ آغوشِ مادر سے

محمدؐ کے حوالہ سے ابو طالبؑ کو پہچانو
کبھی دیکھو الگ کر کے نہ پس منظر کو منظر سے

ابو طالبؑ کا کیا ذکر، اِن کو راہب نے نبیؐ جانا
یہ غیروں کو بھی بچپن ہی میں لگتے تھے پیمبرؐ سے

بتوں نے بھی پڑھا کلمہ خدا کا، دیکھ کر ان کو
صنم خانے بھی گونجے نعرۂ اللہ اکبر سے

یہ آئے تو ملا ایسا سہارا ناتوانوں کو
کبوتر لڑ گئے شہباز سے، آئینے پتھر سے

محمدؐ کی مسیحائی کی حد اللہ کیا ہو گی
کہ جب عیسیٰؑ جِلا دیتے تھے مُردے ایک ٹھوکر سے

گواہی اپنی دلوائی تو کلمہ حق کا پڑھوایا
کبھی ہاتھوں پہ کنکر سے کبھی کعبہ میں پتھر سے

ہو کیونکر دل میں بوجہلوں کے داخل حق، کہ ان سب نے
کواڑ اپنے دلوں کے کر لئے ہیں بند اندر سے

جدا حق سے کبھی ذاتِ محمدؐ ہو نہیں سکتی
تعلق ٹوٹ سکتا ہے کب آئینہ کا جوہر سے

فضائیں جس سے مہکی ہیں، پتہ اس پھول کا پوچھو
شجر سے، شاخ سے، شبنم سے، سبزے سے، گل تر سے

محمدؐ کی غلامی میں مزے کیا کیا ہیں، یہ پوچھو
ذرا عمارؓ سے، سلمانؓ سے، مقدادؓ و بوذرؓ سے

سلا دے جو شبِ ہجرت کھنچی تیغوں کے سائے میں
نمو پاتا ہے یہ جذبہ فقط عشقِ پیمبرؐ سے

نصیری کے خدا کا ہو جو آقا، خود وہ کیا ہو گا
غنیمت ہے کہ میں چپ ہوں یہاں اللہ کے ڈر سے

جو اس کے حسن کی تعریف سننا ہو تو ہاں سنئے
کسی مداح سے، شاعر سے، ساحرؔ سے سخنور سے

قیامت تک رہے گا جشنِ میلادِ نبیؐ جاری
سحر اس شب کی مل جائے گی صبحِ روزِ محشر سے

میں ہوں دیوانۂ لیلائے نعت و منقبت ساحرؔ
یہ سودا جا نہیں سکتا قیامت تک مرے سر سے

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدح شہِ لولاکؐ رسولِ اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہے ردیفِ مدحتِ محبوبِ یزداں آفتاب
کر رہا ہے بزمِ مدحت میں چراغاں آفتاب

دے چکا بس خوب رنجِ شامِ ہجراں آفتاب
اب دکھاتا ہے جمالِ صبحِ خنداں آفتاب

دیکھ کر آج اک نیا بالائے فاراں آفتاب
پھر رہا ہے کس قدر حیراں پریشاں آفتاب

ہے جو مصروفِ طوافِ کوئے جاناں آفتاب
ڈھونڈتا ہے سایۂ محبوبِ یزداں آفتاب

جن اندھیروں نے بھی روکی راہ حق کے نور کی
ان اندھیروں سے ہے اب دست و گریباں آفتاب

جس سے کھل اٹھے عرب کے ریگزاروں میں گلاب
لے کے آیا ہے وہ پیغامِ بہاراں آفتاب

ہو ردائے آمنہؓ میں جس طرح نورِ نظر
ابر نے یوں کر لیا ہے زیبِ داماں آفتاب

زلفِ لیلائے تخیل روئے سلمائے سخن
کالی کالی یہ گھٹائیں یہ درخشاں آفتاب

لو مبارک میکشو دورِ شراب آ ہی گیا
ہے نویدِ آمدِ صبحِ بہاراں آفتاب

آج سارے میکدے میں نور کی برسات ہے
ہے سرِ میخانہ بطحا فروزاں آفتاب

خود گلابی ہو گیا ہے میکشوں کو دیکھ کر
میکدہ ساماں ہے اب آتش بداماں آفتاب

سرخیٔ جوشِ مسرت سے ہوا ہے لالہ رنگ
تمتما اُٹھا ہے مثلِ روئے جاناں آفتاب

جیسے اک پیالہ چھلکتا ہو شرابِ سرخ سے
جیسے اک خم ہو برائے بادہ خواراں آفتاب

پڑ رہی ہے اس پہ یہ کس کے رُخِ روشن کی چھوٹ
کس کے جلووں سے ہے اتنا جلوہ ساماں آفتاب

کس کی خاکِ پا جبیں پر مل کے چمکا اس قدر
نور ریز و نور بیز و نور افشاں آفتاب

کس کے شوقِ دید میں یہ اس قدر بیتابیاں
جا رہا ہے یہ کہاں افتاں و خیزاں آفتاب

نصف دنیا ہی نہیں، روشن ہے ساری کائنات
مطلع ہستی پہ ہے اب وہ درخشاں آفتاب

آمنہ کی گود ہے یا جلوہ گاہِ طور ہے
ہے پسر آغوش میں یا زیبِ داماں آفتاب

ہیں ابوطالبؑ کے ہاتھوں پر محمدؐ جلوہ گر
مطلع عشق و وفا پر ہے فروزاں آفتاب

دیکھ کر ان کے رُخِ روشن کی یہ تابانیاں
ماہ تاباں ان پہ صدقہ، ان پہ قرباں آفتاب

ماہ عبد اللہ کی ضوپاشیوں کے سامنے
لگ رہا ہے اک چراغِ زیرِ داماں آفتاب

چھپ رہا ہے دیکھ کر اس کو افق کی اوٹ میں
یا ہے فرطِ شرم سے سر در گریباں آفتاب

اِن کے ہر نقشِ قدم پر رات دن سجدے کرے
پھر رہا ہے لے کے دل میں بس یہ ارماں آفتاب

جلوۂ محبوبِ داور میرے اک آنسو میں ہے
بن گیا ہے یہ چراغِ طاقِ مژگاں آفتاب

کس سے دوں تشبیہ، ان کے سامنے سب ہیچ ہیں
شمع، پھول، آئینہ، تارے، ماہِ تاباں، آفتاب

نقشِ پائے مصطفیؐ کا مثل بھی کوئی نہیں
ہے اگر لے دے کہ کوئی مثل تو ہاں آفتاب

اُس کی تابش اللہ اللہ جس کے رُخ کی چھوٹ ہے
جزوِ ایماں چاند تارے، کُلِ ایماں آفتاب

ہیں محمدؐ اور علیؑ اک نور سے پھر بھی ہے فرق
اک فروزاں ماہتاب اور اک درخشاں آفتاب

اس نے اپنے خُلق کی پرچھائیوں سے ڈھال کر
دے دیے اسلام کو کتنے درخشاں آفتاب

بائے بسم اللہ کے نقطہ پہ جو ڈالی نظر
بن گیا ہر نقطۂ آیاتِ قرآں آفتاب

اِس کے ماتھے پر پسینہ کی یہ بوندیں دیکھئے
آپ نے دیکھا نہ ہو گا شبنم افشاں آفتاب

کیسے بوجہل اس رُخِ روشن پہ ٹھہرائے نظر
شپرہ چشم اُس کی فطرت، روئے جاناں آفتاب

کافر و مومن سبھی کے حق میں رحمت آپؐ ہیں
روشنی دیتا ہے خار و گُل کو یکساں آفتاب

مِل نہ جاتا گر ہمیں لطفِ نبیؐ کا سائباں
حشر کے دن حشر ڈھاتا حشرِ ساماں آفتاب

خوب چمکی فکرِ ساحؔر اس زمینِ مدح میں
حرف حرف اس نعت کا ہے اک درخشاں آفتاب

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ ادرکنی

''قصیدہ در مدحِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''

بر دولت خانۂ محترم سید حسین اکبری صاحب دام ظلہ منکم

براق فکر کو جب عرش پیما ہم بناتے ہیں
ثنائے صاحبِ معراجؐ سے معراج پاتے ہیں

یہاں آج اس لئے اہلِ وِلا محفل سجاتے ہیں
محمدؐ مصطفٰےؐ نامِ خدا تشریف لاتے ہیں

کوئی دم میں رُخِ پرنور کا جلوہ دکھاتے ہیں
ٹھہر جا اے دلِ مضطر وہ آتے ہیں، اب آتے ہیں

نظر تابِ نظارہ لائے گی کیا ان کے جلووں کی
ہم اک آنسو کو ان کے حسن کا پردہ بناتے ہیں

گلستانِ جہاں میں آج کس یوسف کی آمد ہے
کلی کھلتی ہے، گل ہنستے ہیں، بلبل چہچہاتے ہیں

چٹک کر غنچۂ دل نے صدا دی ''لو مبارک ہو
بہار آئی، محمدؐ مصطفٰےؐ تشریف لاتے ہیں''

انہی کے دم سے ہے کون و مکاں کی بزم آرائی
فضائیں مسکرا اٹھتی ہیں یہ جب مسکراتے ہیں

فلک سے تہنیت کے پھول لے کر جبرئیلؑ آئے
تو نعت و منقبت کے ہار لے کر ہم بھی جاتے ہیں

وہ نورِ اوّلیں اُترا ہے آخر ارضِ بطحا پر
حرا کے سنگریزے جس کی ضو سے جگمگاتے ہیں

شبِ اسریٰ یہ جن راہوں سے گزرے تھے وہاں اب تک
ستارے نقشِ پا بن کر رہِ منزل دکھاتے ہیں

یہ اپنا اپنا ہے ذوقِ نظر جو ان کے قدموں میں
فرشتے پر بچھاتے ہیں تو ہم پلکیں بچھاتے ہیں

نبیؐ کا ہر عمل ہوتا ہے تابعِ وحیِ خالق کا
یہ ہر انسان سے حسبِ ہدایت پیش آتے ہیں

کسی کو مرضیٔ حق سے اٹھا دیتے ہیں محفل سے
کسی کو حکمِ رب سے اپنے بستر پر سلاتے ہیں

نبیؐ علمِ الٰہی میں نبیؐ ہے روزِ اول سے
یہ جب دنیا میں آتے ہیں، نبوت ساتھ لاتے ہیں

نبوت بھی نبیؐ کے ہم قدم پروان چڑھتی ہے
اسے بھی ساتھ اپنے گھٹنیوں چلنا سکھاتے ہیں

لکھا قرآن سا دیوان حق نے جس کی مدحت میں
جسارت دیکھیے ہم منقبت اس کی سناتے ہیں

خدا کو معرفت اِن کی ہے اِن کو معرفت اُس کی
وہ ان کی مدح کرتا ہے، یہ اُس کے گُن گِناتے ہیں

غلامیِ حبیبِ کبریا پر ناز ہے ہم کو
بھلا ہم ایسے ویسوں کو کہاں خاطر میں لاتے ہیں

شرارِ بو لہب گل ہو گیا محفل میں یہ کہہ کر
یہ وہ ہیں جو چراغِ مصطفیٰؐ سے لَو لگاتے ہیں

سکھاتا ہے کوئی ہم کو جو دستورِ چمن بندی
ہمیں آدابِ آئینِ محمدؐ یاد آتے ہیں

(ق) خضرؑ بھی کیا کریں گے چشمۂ حیواں پہ لے جا کر
حیاتِ غیر فانی کا یہ نسخہ ہم بتاتے ہیں

سکندر دیکھ لے پروردۂ آغوشِ احمدؐ کو
یہ آبِ تیغ پی کر حشر تک جینا سکھاتے ہیں

(ق) جو اِن پر ظلم کرتے ہیں یہ اُن پر مسکراتے ہیں
ہوائے خُلق سے یوں بغض کے شعلے بجھاتے ہیں

مگر وقتِ ضرورت جنگ کر کے امن کی خاطر
ہمیں ''لا تُفسِدُو فی الارض'' کے معنی بتاتے ہیں

(ق) بھری محفل میں یہ زلف و رخِ محبوب کی باتیں
پھر اتنا لطف لے لے کر زمانہ کو سناتے ہیں

جنابِ شیخ کو لیکن نہ دو الزام اے ساحرؔ
میاں، آتے ہی آتے عشق کے آداب آتے ہیں

مرے اُمّی لقب کا آستاں وہ آستانہ ہے
سب اہلِ فن جہاں سے جھولیاں بھر بھر کے لاتے ہیں

ہمیں کیوں یہ پریشانی ہے ساحرؔ بابِ مدحت میں
چلو ہم بھی اسی در پر مقدر آزماتے ہیں

☆☆☆☆☆

منقبت در مدح

حضرت ابوطالب علیہ السلام

قطعہ (در مدح ابوطالبؑ)

ابوطالبؑ خدا کے بعد پہلے نعت گو ٹھہرے
ہے لازم نعت گو سب ہوں ثنا خوانِ ابوطالبؑ

ابوطالبؑ تو اے ساحؔر پدر ہیں "کُلِ ایمانؑ" کے
ہے بڑھ کر کُلِ ایماں سے بھی ایمانِ ابوطالبؑ

نوٹ: کُلِ ایماں۔ حضرت علی ابن ابی طالبؑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدح حضرت ابوطالبؑ مربی و محافظ رسولؐ اسلام

مدحِ بوطالبؑ کا منصب مل گیا تقدیر سے
واہ کیا نیکی ہوئی ہے آج چرخِ پیر سے

ذکر ابوطالبؑ کا سننا ہو، سنیں پڑھ کر درود
نام لیں مثلِ پیمبرؐ عزت و توقیر سے

یہ نہ کرتے گر پیمبرؐ کی حمایت ہر طرح
پھولتا پھلتا نہ دینِ حق کسی تدبیر سے

کوئی بھی حامی محمدؐ کا نہ دینِ حق کا تھا
یہ تو بس اسلام کے ہاتھ آ گئے تقدیر سے

دشمنِ دین و نبیؐ ہر سُو تھے لیکن آپؑ نے
دونوں کو محفوظ رکھا اُن کی دار و گیر سے

نام ابوطالبؑ کا تھا اِک حرز جاں اسلام کو
دین نے صحت بھی پائی ہے اِسی اکسیر سے

بس وہی نسبت ابو طالبؑ کو دینِ حق سے ہے
ہوتی ہے نسبت جو اِک بنیاد کو تعمیر سے

ہیں علیؑ تا مہدیؑ دیں سب ابو طالبؑ کی آل
ہر کڑی حق کی جڑی ہے اِک اِسی زنجیر سے

اِن کے بیٹے کی ولادت گاہ بن کر آج تک
گونجتا رہتا ہے کعبہ نعرۂ تکبیر سے

کیوں نہ جھلکے حضرتِ عباسؑ میں اِن کی وفا
رنگ کھنچ آتا ہے آئینے میں بھی تصویر سے

کی نبیؐ کی پرورش جس نے اُسے کافر کہا
یہ کُھلا انکار ہے قرآن کی تحریر سے

کر نہیں سکتا کوئی کافر نبیؐ کی پرورش
اور نہ لیتا ہے غذا وہ کافرہ کے شِیر سے

درجنوں اشعار میں اعلانِ ایماں کر دیا
پھر بھی باز آئے نہ ظالم فتنۂ تکفیر سے

اِس ثنا گوئے نبیؐ کے کچھ قصیدے تو پڑھیں
دشمنانِ دین و ایماں چشمِ پُر تقصیر سے

نعت جو پہلے پہل لکھی اِنہوں نے دہر میں
آج تک زندہ ہے نعت اُس نعت کی تاثیر سے

باپ کو بیٹے کی نسبت سے سمجھنا چاہیئے
آتا ہے قرآں سمجھ میں معتبر تفسیر سے

کُلِ ایماں کو پدر ہی سے ملا ایمانِ کُل
اِرث پاتا ہی ہے بیٹا باپ کی جاگیر سے

فرق ابو طالبؑ میں اور ایمانِ کُل میں ہے کہاں
خود مِلا کر دیکھ لیں تصویر کو تصویر سے

اِن کے دشمن جان لیں دوزخ بھڑک اُٹھتا ہے اور
اِس نگہدارِ رسولؐ پاک کی تکفیر سے

عرض سرکارِ ابو طالبؑ میں ساحرؔ کی ہے یہ
وہ بہت نادم ہے حضرتؑ مدح میں تقصیر سے

☆☆☆☆☆

دعائیہ رباعی (مدحِ مولائے کائناتؑ)

الطافِ خداوندِ احمد چاہتا ہوں
میں خواجۂ قنبرؓ سے مدد چاہتا ہوں
مولاؑ مجھے درکار نہیں مال و منال
بس حشر میں بخشش کی سند چاہتا ہوں

قصائد و مناقب در مدح

مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ

دعائیہ قطعہ

ہے محشر میں طلب بخشش کی، مولاؐ
طلب اس سے کوئی اولیٰ نہیں ہے
سرِ محشر کوئی کہہ دے نہ مولاؐ
کہ ساحرؔ کا کوئی مولاؐ نہیں ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

درمدح زوج بتول سلام اللہ علیہا اور قوت بازوئے رسولؐ حضرت علی علیہ السلام

نوید موسم بادہ کشی آئی جو کوثر سے
مئے حُبِ علیؑ برسی ہمارے دیدۂ تر سے

کُھلا وہ میکدہ کا در وہ جلوے نور کے برسے
صراحی جھک کے کچھ کہنے لگی ہنس ہنس کے ساغر سے

طہارت کیجیۓ دل کی شرابِ حبِ حیدرؑ سے
پیامِ مئے کشی آیا ہے خود اللہ کے گھر سے

بلاوے آ رہے ہیں پانچ میخانوں سے رندوں کو
حرم سے، ذوالعشیرہ سے، نجف سے، خم سے، کوثر سے

بہ فیضِ ساقیٔ کوثر چھنی ہے اس قدر اس میں
کہ اب کوثر ٹپکتا ہے ہمارے دامنِ تر سے

مئے حب علیؑ سے کیوں نہ پیمانہ چھلک جائے
مرا دل تو لبا لب ہے، شرابِ حبِ حیدرؑ سے

بظاہر بھر دیئے دفتر کے دفتر مدحِ حیدرؑ سے
بمشکل ہاتھ آئے ایک دو قطرے سمندر سے

جدھر سے بت پرست آتے ہوں اس در سے یہ کیوں آتیں
ہوئیں کعبہ میں داخل بت شکن کی ماں نئے در سے

لرز کر رہ گیا خیبر، دہل کر رہ گیا مرحب
علیؑ نے مہد میں اژدر کو پھینکا چیر کر جبر سے

ہیں گہوارہ میں مصروف انگلیاں اژدر شکاری ہیں
نظر مستقبلِ تاریخ میں الجھی ہے خیبر سے

ید اللٰہی کی طاقت ہو گئی ثابت زمانے پر
درِ خیبر سے، فرق عمرو سے جبریلؑ کے پر سے

محمدؐ سے علیؑ کو ہے وہی نسبت، جو نسبت ہے
قمر کو ضو سے، گُل کو بو سے، آئینہ کو جوہر سے

علیؑ نے جانشینیِ پیمبرؐ کی سند پائی
شبِ ہجرت کے بستر سے، غدیرِ خم کے منبر سے

نہ لو بغضِ علیؑ مال و زرِ دنیا کی لالچ میں
یہ وہ سودا ہے جس میں جائے گا ایمان بھی گھر سے

جنہیں نازِ غلامیِ علیؑ ہو، وہ فقیری میں
اُڑا دیتے ہیں مال و زر کو استغناء کی ٹھوکر سے

یہ کہنے کی ضرورت کیا کہ ہوں میں بندۂ حیدرؓ
خود اندازہ لگا لیں گے فرشتے میرے تیور سے

رسائی ہو ہی جائے گی درِ مولاؑ پہ اے ساحرؔ
بڑھا لوں گا جو راہ و رسم کچھ خدامِ قنبرؓ سے

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

مدحِ مشکل کشاء علیہ السلام

چمن سے بوئے گل پیغام کیف و سر خوشی لائی
مبارک بادہ خوارو، رت پھری، برسات پھر آئی

رچی ہے کس قدر مستی گلستاں کی فضاؤں میں
نسیم صبح شاید حوضِ کوثر میں نہا آئی

جگایا نیند کے ماتوں کو بادِ صبحگاہی نے
حسینانِ چمن اٹھنے لگے لے لے کے انگڑائی

کہیں کُو کُو کی تانیں اُڑ رہی ہیں مجمعِ گل میں
کہیں پر بج رہی ہے مدھ بھری "پی پی" کی شہنائی

قبا گُل کی دُرِ شبنم کے زیور، ہار پھولوں کے
دلہن بن کر گلستانِ تخیّل میں بہار آئی

عنادل چہچہائے، شادیانے بج اٹھے ہر سو
پڑھا بھنوروں نے سہرا، قمریوں نے بھی غزل گائی

لبِ جو، صاف ستھری چاندنی کے فرش کی خاطر
صبا نے چادرِ آبِ رواں موجوں سے دھلوائی

خلیلِ عصر کے صدقے میں اتنے ہی کھلے غنچے
صبا نے گلستاں میں آتشِ گل جتنی دہکائی

ہجومِ سبزہ و گل دیکھ کر بولائی کچھ ایسی
خزاں رخصت ہوئی کہہ کر کہ میں گلشن سے بھر پائی

یہ کس جانِ چمن کے نقشِ پا کو چوم آئی ہے
صبا پھرتی ہے گلشن میں بڑی اترائی اترائی

بہارِ باغ کیا دیکھی کہ آنکھیں کھل گئیں اس کی
ملی ہے بعد مدت دیدۂ نرگس کو بینائی

خزاں کا نام لینا قابلِ تعزیر ٹھہرا ہے
بہاروں نے چمن سے اب نہ جانے کی قسم کھائی

پپیہے نے جو گائی جھوم کے ملہار گلشن میں
ہوا سنکی، فضا مہکی، گھٹا چھائی، شراب آئی

لبالب دیکھتے ہی دیکھتے بھر جائیں گے ساغر
گھٹا بن کر چمن میں رحمتِ پروردگار آئی

فضا میں گونج اُٹھیں ہر طرف چھن چھن سی جھنکاریں
صراحی بے خودی میں جب مرے ساغر سے ٹکرائی

مرا ساغر تو کیا ہے چودہ میخانے چھلک اٹھے
مرے ساقی نے خم سے اس قدر مئے آج چھلکائی

یہ وہ ساقی نہیں جو ایک دو پر اکتفا کر لے
پلائی خود بھی، گیارہ اور میخانوں سے پلوائی

یہ رنگ میکدہ یہ فصل گل، یہ کیف زا عالم
بشر تو کیا، ملک ہیں ایک ساغر کے تمنائی

پلائی اس طرح دل کھول کر ساقی نے رندوں کو
ہمارا ذکر کیسا، شیخ و زاہد کی بھی بن آئی

نقاب رُخ اُٹھا، جلوہ دکھا نظریں ملا، آ جا
مرے ساقی نہیں ہے اب ہمیں تاب شکیبائی

بڑھی جو آرزوئے دید پیمانہ بہ پیمانہ
مجھے ساغر میں ایک صورت بڑی پیاری نظر آئی

اُدھر اک کیف بخشا جلوۂ محبوب نے ہم کو
اِدھر ہر مطلعِ نو سے بڑھی مدحت کی زیبائی

ہماری جیسی قسمت بادشاہوں نے کہاں پائی
علیؑ مولا ہمارے اور ہم ہیں ان کے مولائی

شجاعت، صبر، ایمان، خُلق، تقویٰ، علم، دانائی
علیؑ بن کر ابو طالبؑ کی گودی میں سمٹ آئی

کفِ پائے علیؑ کے نقش کی اللہ رے زیبائی
زمیں پر چودھویں کے چاند کی تصویر کھنچ آئی

اِدھر پایا اشارہ فاتحِ خیبر کی آمد کا
اُدھر کعبہ کی اک دیوار نے آغوش پھیلائی

بلندی مل گئی فرشِ زمیں کو، بوترابؑ آئے
ابو طالبؑ کے در پر جھک گیا وہ چرخِ مینائی

علیؑ کو دیکھ کر بت بن گئے معبود پتھر کے
بتوں کو بھی یہاں اللہ کی قدرت نظر آئی

ملا اسلام کو پھر اک خلیلِ عصر کعبہ سے
خدا کے گھر سے پایا احمدؐ مختار نے بھائی

اچھلتا ہے لہو ایمان کی رگ رگ میں رہ رہ کر
شجاعت لے رہی ہے آج انگڑائی پہ انگڑائی

نصیری تو نصیری ہیں، بتوں نے بھی کیئے سجدے
بتانِ کعبۂ حق سے خدائی کی سند پائی

محمدؐ بن کے سوئے فرش احمدؐ پر شبِ ہجرت
وہ اک شب کو سہی، لیکن نبوت کی جگہ پائی

نبیؐ سے کس قدر قربت تھی ان کو، کتنے رشتے تھے
وصی، داماد، نائب، قوتِ دل، بھائی، شیدائی

سوا اک حضرت عباسؑ کے تاریخِ عالم میں
نبیؐ کا آپ سا شیدا نہ کوئی آپ سا بھائی

عبادت بھی، نیابت بھی، رفاقت بھی، شجاعت بھی
شبِ ہجرت علیؑ کو فرشِ احمدؐ پر جو نیند آئی

شبِ معراج کے مہمان سے جب گفتگو چھیڑی
خدا نے ان کے لہجے میں نبیؐ سے بات فرمائی

خدا ہرگز نہیں یہ، اس لئے ہم بھی نہیں کہتے
اسی سے سب پہ ظاہر ہے علیؑ والوں کی سچائی

علیؑ کے فیض سے مومن بنے ہیں بوذرؓ و سلمانؓ
علیؑ کے نام سے آتی ہے ایماں میں توانائی

چمکتے دیکھ کر شمشیر حیدرؑ عمرو کے سر پر
سمیٹے پر ملائک نے زمیں کو جھرجھری آئی

احد میں، نہرواں میں، بدر میں، خندق میں، خیبر میں
بس اک تیغِ علیؑ تھی جو خدا کے دیں کے کام آئی

یہ ان کے عزم کا عالم کہ راہِ نصرتِ حق میں
مصائب کے پہاڑ آئیں تو ان کے سامنے رائی

شہؑ معجز نما کی مدح سن کر نطق ساحرؔ سے
کلیمؑ اللہ کہہ اٹھے، مبارک ہو یہ گویائی

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علی مدد

در مدح سید الوصیین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام

کوثر بدوش ابر گہر بار چاہیئے
اب تو شراب مدح کی بوچھار چاہیئے

دعویٰ ہے پارسائی کا جن کو، الگ رہیں
رحمت کو آج مجھ سا گنہگار چاہیئے

اک گھونٹ میں بہکنے لگیں جو، یہاں نہ آئیں
اس میکدہ میں مجھ سا قدح خوار چاہیئے

آئے بھی، پی بھی، مست بھی، سرشار بھی ہوئے
ساقی بس اب ہمیں ترا دیدار چاہیئے

جی چاہتا ہے آج لکھوں تیری منقبت
مجھ بے ہنر کو قدرتِ اظہار چاہیئے

شوقِ سخن ہے، حرفِ ثناء بھی تو ہو عطا
دستار تو ہے، طرۂ دستار چاہیئے

جس کی تراوشوں سے مخجل ابر میکدہ
وہ نطق عطر بیز و گہربار چاہیئے

معجز بیاں بھی جس سے ہوں مسحور و دم بخود
وہ حرف، وہ زبان گہربار چاہیئے

چھلکوں اگر قلم تو برسنے لگے شراب
خامہ بھی مست و بے خود و سرشار چاہیئے

اس دور میں بھی مجھ کو قلم کی ہے آرزو
جب ہاتھ کو قلم نہیں، تلوار چاہیئے

لکھنا ہے اب خدائے نصیری کی منقبت
تائید غیب و رحمتِ غفار چاہیئے

توفیقِ مدحِ حیدرؑ کرار چاہیئے
شوقِ سفر کو منزلِ دشوار چاہیئے

مدحِ علیؑ میں مجھ پہ فرزدقؔ کو رشک آئے
یارب مجھے وہ ندرتِ افکار چاہیئے

منظور ہے جو ساقیِ کوثر کی منقبت
دل بھی شرابِ عشق سے سرشار چاہیئے

یہ وہ شریکِ بزمِ کساء تھے کہ مدح کو
تطہیرِ دل طہارتِ افکار چاہیئے

ممکن کہاں بشر سے ثناء ان کی، ہو بھی تو
اس کو زبانِ احمدؐ مختار چاہیئے

ہے جس قدر وسیع مرا دامنِ سوال
کچھ اتنی ہی سخی مجھے سرکار چاہیئے

سرکار چاہیئے ہے نہ دربار چاہیئے
بس آستانِ حیدرِؑ کرار چاہیئے

کچھ آرزوئے تختِ سلیمانؑ نہیں مجھے
بس اک علیؑ کا سایۂ دیوار چاہیئے

طوفانِ عشق میں کوئی ساحل نہیں قبول
میں جس میں ڈوب جاؤں وہ منجدھار چاہیئے

دعوائے عشق ان سے کچھ آسان تو نہیں
اس کو مزاجِ بوذرؓ و عمارؓ چاہیئے

ٹھوکر میں ہو نہ تاج تو حب علیؑ نہیں
حبِ علیؑ کو عظمتِ کردار چاہیئے

لازم ہے سب کو عشقِ حبیبِ خدا مگر
پہلے ولائے حیدرِؑ کرار چاہیئے

عشقِ علیؑ میں چاہنے کی حد کوئی نہیں
جتنا بھی چاہیئے انہیں سرکار، چاہیئے

اب فکر کو ہے فکر کہ بہرِ ثناء مجھے
مطلع مثالِ مطلعِ انوار چاہیئے

کعبہ کو حسنِ حیدرؑ کرار چاہیئے
اب اس صدف کو اک درِ شہوار چاہیئے

بنتِ اسدؑ کے طفل کو شوقِ شکار ہے
جھولے میں ایک اژدر خونخوار چاہیئے

کہتا ہے یہ تسلسل لا سیف و لا فتیٰ
اس ہاتھ کو تو ایسی ہی تلوار چاہیئے

بیچیں گے نفس یہ تو فقط اک خدا کے ہاتھ
جیسی ہے جنس ویسا خریدار چاہیئے

کیسے یہ سوئیں گے شبِ ہجرت سے پیشتر
سونے کو فرشِ احمدؐ مختار چاہیئے

کیوں درمیاں نبیؐ و علیؑ کے کسی کو لاؤ
کیوں دو دلوں کے بیچ یہ دیوار چاہیئے

حائل ہے راہِ حق میں درِ خیبر جدید
پھر زورِ دستِ حیدرِؑ کرار چاہیئے

اسلام کو نفاق کے شب خون کا ہے ڈر
اس کو علیؑ کا دیدۂ بیدار چاہیئے

قنبرؓ سے اور علیؑ کے حوالے سے جو بنا
انسانیت کا ہم کو وہ معیار چاہیئے

مرتے ہیں حسنِ یوسفِ مصرِ نجف پہ ہم
ہم کو تو قبر بھی نجف آثار چاہیئے

دیتے ہیں در پہ ساحرؔ و جبریلؑ یہ صدا
سرکار کوئی ہم سا نمک خوار چاہیئے

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

یا امام زمانہؑ صاحب الامر والعصر والزمان ادرکنی

در مدح جانِ ابوطالب

مولائے کائنات حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام

جب نگاہِ لطفِ ساقی کا اشارہ مل گیا
بادہ خواروں کی امیدوں کو سہارا مل گیا

ایک ساغر کیا ہے خُم سارے کا سارا مل گیا
میکدہ آباد، ہم کو حق ہمارا مل گیا

بہر مدحت جام و مینا کا سہارا مل گیا
لو فراتِ فکر سے کوثر کا دھارا مل گیا

وہ اُٹھیں کالی گھٹائیں وہ چلی ٹھنڈی ہوا
مئے ملی، ساغر ملا، پینے کا یارا مل گیا

ہو گئی بادہ کشی کی ابتدا اک جام سے
ایک ہی کیا اب تو بارہ کا سہارا مل گیا

میکدہ میں کیا ملا اک جام اور اک بوریا
جامِ جم ہاتھ آ گیا، اورنگِ دارا مل گیا

دل کی ہمت بڑھ گئی نظروں سے پردے اُٹھ گئے
تابِ جلوہ مل گئی ذوقِ نظارہ مل گیا

دوستوں نے پی جو مِل کے دوستی باہم بڑھی
جام سے جام اور دل سے دل ہمارا مل گیا

ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا پیتے ہی دشمن کا جگر
موجِ مَے میں تیغ کے پانی کا دھارا مل گیا

بحرِ عصیاں سے بچے ڈوبے شرابِ عشق میں
ڈوب کر اُبھرے تو کوثر کا کنارا مل گیا

واعظ و میکش کے دل میں جب ٹٹولا سوزِ عشق
اُس میں چنگاری نہ تھی، اِس میں شرارہ مل گیا

میرے ساقی کی عطائے خسروانہ دیکھیے
مطلعِ ثانی پہ جامِ مَے دوبارہ مل گیا

یا علیؑ کہتے ہی مشکل میں سہارا مل گیا
ہم نے طوفاں میں قدم رکھا، کنارا مل گیا

اے نصیری کیوں کہو خالق تمہارا مل گیا
یہ کہو نامِ خدا کا استعارہ مل گیا

کہہ کے بسم اللہ پیغمبرؐ چلے سوئے حرم
بھائی کی آمد کا قدرت سے اشارہ مل گیا

آ گیا جانِ ابو طالبؑ نبیؐ کی گود میں
چاند نے آغوش پھیلائی ستارہ مل گیا

ہو گئی آباد ماں کی گود، آغوشِ نبیؐ
پھول کو خوشبو ملی قرآں کو پارہ مل گیا

وہ قبائے سبز پیغمبرؐ وہ گودی میں علیؑ
پرچمِ اسلام کو یہ چاند تارہ مل گیا

ہو گئے مضبوط بازوئے رسالت آج سے
قوتِ دستِ ید اللہ کا سہارا مل گیا

کل ابو طالبؑ نبوت کی سپر تھے اب علیؑ
اک سہارا اُٹھ گیا تو اک سہارا مل گیا

علم کی صورت گری کو آج شہرِ علم سے
اک علیؑ کی ذات میں پورا ادارہ مل گیا

گلِ ایماں گود میں ہے یا ابو طالبؑ، بس اب
آپ کو ایمان تو سارے کا سارا مل گیا

بت شکن نے کر دیئے بے دخل بت کعبہ سے جب
گھر کا قبضہ گھر کے مالک کو دوبارہ مل گیا

خانہ زادِ حق کی آمد تھی نویدِ انقلاب
گم ہوا قبلہ نصیری کا، ہمارا مل گیا

ہم نصیری اور علیؑ، دو ہم سفر اک ناخدا
رہ گیا طوفاں میں وہ، ہم کو کنارا مل گیا

عظمتِ ایماں، وقارِ آدمیت، حرفِ حق
آمدِ حیدرؑ سے کس کس کو سہارا مل گیا

نفس جب بیچا شبِ ہجرت رضائے حق کے مول
مالکِ جنت سے جنت کا اجارہ مل گیا

ہو گئی قائم مواخاتِ علیؑ و مصطفیؐ
بھائی سے بھائی کی قسمت کا ستارہ مل گیا

مدحِ مولاؑ میں یہ ساحرؔ کو قصیدہ کیا ملا
مصحفِ مدحت کا اک تازہ شمارہ مل گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

درمدح مولائے غدیر علیہ السلام

جسے بھی واقف آداب رندانہ وہ پاتے ہیں
اسے اک جام دے کر اپنا دیوانہ بناتے ہیں

میں اک ساغر طلب کرتا ہوں، وہ خُم لے کے آتے ہیں
میں اُن کو آزماتا ہوں، وہ مجھ کو آزماتے ہیں

مئے حُبِ علیؑ چکھتے نہیں اور منھ بناتے ہیں
عجب تقوئی ہے، اس مئے سے بھی وہ دامن بچاتے ہیں

غدیرِ خم کے میخانے میں خم پر خم لنڈھاتے ہیں
ازل سے ہم مئے حُبِ علیؑ پیتے پلاتے ہیں

نہ اس میں آگ کی سوزش نہ بجلی کی شرر ریزی
یہ وہ نشہ ہے جس سے طور والے ہوش پاتے ہیں

یہ مئے وہ ہے جسے پینا ہے واجب روز اوّل سے
ہم اپنے نونہالوں کو یہ گھٹی میں پلاتے ہیں

یہی مۓ ہے جو رندوں کو ملے گی حوضِ کوثر پر
وہاں کیسے پئیں گے جو یہاں دامن بچاتے ہیں

یہی وہ مۓ ہے جس سے سینچ کر ہم دین کی کھیتی
زمینِ کفر سے اسلام کی فصلیں اُگاتے ہیں

یہی مۓ میکشوں کو جرأت رندانہ دیتی ہے
اسی مۓ سے رگِ گردن کے خنجر آب پاتے ہیں

یہ مۓ موجوں کو جس کی میثمؓ و مختارؓ سے میکش
کبھی طوفاں بناتے ہیں کبھی ساحل بناتے ہیں

بطِ مۓ بن کے اس میں تیرتی ہے کشتیِ ایماں
اسی میں کفر و باطل کے سفینے ڈوب جاتے ہیں

فراغت پا کے اپنے آخری حج سے رسولؐ حق
غدیرِ خم کے ساغر میں سرِ منبر پلاتے ہیں

صدا جاتے ہوئے مجمع کو دیتا ہے کوئی رُک کر
پلٹ آؤ پلٹ آؤ تمھیں مولاؐ بلاتے ہیں

عمل کا وعدۂ بعثت کو پہناتے ہیں یوں جامہ
نبیؐ خم میں علیؑ کو جانشیں اپنا بناتے ہیں

سناتے ہیں یہ مژدہ اب ملک اللہ کی جانب سے
علیؑ والو، ہم اب اس دین کو کامل بناتے ہیں

مبارک باد دینے آ گئے کیا غیر کیا اپنے
علیؑ مولا، علیؑ مولا کے نغمے دل لبھاتے ہیں

علیؑ، اللہ اکبر، نام ہی سے ہے علو ظاہر
عجب کیا آسماں گر ان کے در پہ سر جھکاتے ہیں

بتاتا ہے یہ قرآنِ مکرم ہل اتیٰ کہہ کر
فرشتے بھیک لینے ان کے دروازے پہ آتے ہیں

یوں دو اک دوسرے کے کام آتے ہیں شبِ ہجرت
علیؑ کو حق بچاتا ہے، علیؑ حق کو بچاتے ہیں

یہ کُلِّ کفر کو ضربت لگاتے ہیں وہ خندق میں
عبادت وجد کرتی ہے، محمدؐ جھوم جاتے ہیں

شبِ ہجرت علیؑ بازارِ حق میں نقد جاں لا کر
رضائے خالقِ کونین کی قیمت چکاتے ہیں

رہِ حق میں رکھو حُبِّ علیؑ سے دل کو مستحکم
قدم کا لڑکھڑانا کیا، قدم تو لڑکھڑاتے ہیں

سُنا ہے زیرِ تربت وہ نقابِ رُخ اُٹھا دیں گے
جبھی تو اُن کے دیوانے وہاں چھپ چھپ کے جاتے ہیں

رضا قیمت میں پائی نفس کی خالق سے بے مانگے
وہ ہوں گے اور، اپنی شے کی جو قیمت چکاتے ہیں

بہ اعجازِ مئے ایماں ہمارے ایسے ساحرؔ بھی
سرِ بزمِ تولّا مدح کا جادو جگاتے ہیں

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

یا صاحب الزماںؑ ادرکنی

قصیدہ در مدح وصی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علیؑ کو حق نے عطا کیں فضیلتیں کیا کیا
گواہ اس پہ ہیں قرآں کی آیتیں کیا کیا

زباں پہ ذکر، تصور میں ان کے رُخ پہ نظر
ہیں وقتِ مدح ہماری عبادتیں کیا کیا

ہیں قوتِ بازوئے مصطفیؐ کی قسم
علیؑ نے کفر کو دی ہیں ہزیمتیں کیا کیا

نبیؐ کے دوشِ مبارکؐ پہ ہوں کہ میداں میں
بڑے بڑوں کی بگاڑی ہیں صورتیں کیا کیا

ہر ایک مومنِ کامل ہے بندۂ قنبرؓ
ملیں علیؑ کی غلامی سے عظمتیں کیا کیا

علیؑ کے نام کے نعروں سے فوجِ باطل میں
گزر گئی ہیں دلوں پر قیامتیں کیا کیا

علیؑ کی گود میں ہیں زینبؑ و حسینؑ و حسنؑ
اس اک کتاب میں آئی ہیں آیتیں کیا کیا

فدائی، خویش، مددگار، جانشیں، بھائی
رسولؐ حق سے علیؑ کو ہیں نسبتیں کیا کیا

وہ نانِ جَو، وہ انگوٹھی، وہ اشتروں کی قطار
بیاں ہوں دستِ خدا کی سخاوتیں کیا کیا

علیؑ سے بغض ہے کیوں، کیوں عداوتِ پیہم
کریں گے حشر میں اعداء وضاحتیں کیا کیا

علیؑ سے آج جو الفت یہاں نہیں رکھتے
اٹھائیں گے سرِ محشر وہ ذلّتیں کیا کیا

ملی ہیں بزمِ عشیرہ سے محفلِ خم تک
علیؑ کے نام پہ ایماں کی دعوتیں کیا کیا

مدینہ و نجف و کربلا و سامرہ
مرے نصیب میں لکھی ہیں جنتیں کیا کیا

بہشت و سایۂ طوبیٰ و جام و حُور و قصور
ہیں ایک اشکِ تولا کی قیمتیں کیا کیا

یہ نام نامِ خدا کا اک استعارہ ہے
ہیں جب تو اس سے نصیری کو چاہتیں کیا کیا

جسے نہ دیکھا، اُسے دیکھنے کا شوق جو ہے
تراشتا ہوں تصور میں صورتیں کیا کیا

علیؑ کا رتبہ و اوج و شرف گھٹانے کو
ملوکیت نے لٹائی ہیں دولتیں کیا کیا

رہِ خدا سے علیؑ کے قدم ہٹانے کو
دلائی ہیں زنِ دنیا سے رغبتیں کیا کیا

بہ شوقِ دیدِ علیؑ شوق سے لحد میں گئے
خرد نے عشق میں طے کیں مسافتیں کیا کیا

علیؑ نے بوذرؓ و سلمانؓ سے لے کے ساحرؔ تک
بدل کے رکھ دی ہیں انساں کی قسمتیں کیا کیا

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدح بابِ شہرِ علم

نگاہِ فکر میں دشوار جادہ رکھتے ہیں
جو مدحِ عقدہ کشا کا ارادہ رکھتے ہیں

بساطِ فن پہ برائے عدو بشکلِ قلم
جو شہ سے مات دے، ہم وہ پیادہ رکھتے ہیں

زبانِ وحی پہ آئی ہے جو ثنائے علیؑ
اسی سے سلسلۂ استفادہ رکھتے ہیں

زباں پہ عادتاً آتی ہے مدحتِ مولاؑ
ہم اس زمیں میں قدم بے ارادہ رکھتے ہیں

لٹاتے رہتے ہیں مدحِ علیؑ کے لعل و گہر
ہم اپنا دامنِ دولت کشادہ رکھتے ہیں

کہو کہ بلبلِ سدرہ ہو گوشِ بر آواز
ہم آج مدحِ علیؑ کا ارادہ رکھتے ہیں

جو بابِ علم کے رستے سے ہٹ گئے ہیں، وہ لوگ
نہ سنگِ میل، نہ منزل، نہ جادہ رکھتے ہیں

نہ دل ہی پاس ہے واعظ کے اور نہ اشکِ وِلا
نہ جام رکھتے ہیں حضرت نہ بادہ رکھتے ہیں

سبھی علیؑ سے عقیدت کے مدعی ٹھہرے
مگر ہم اُن سے محبت زیادہ رکھتے ہیں

فقیرِ شہرِ نجف ہیں، ہمارا کیا کہنا
کہ دل بھی صاف، طبیعت بھی سادہ رکھتے ہیں

وہ جس کو کہتی ہے دنیا شرابِ حبِ علیؑ
ہم اپنے ساغرِ دل میں وہ بادہ رکھتے ہیں

ہوں غیر بھی جو محبِ علیؑ تو شوق سے آئیں
ہم اپنا دل بھی، نظر بھی کشادہ رکھتے ہیں

خدا کے کام بھی آتا ہے جو، خدائی کے بھی
ہم اپنی پشت پہ وہ خانوادہ رکھتے ہیں

سبھی کو ملتا ہے دیں بابِ علم پر جو صدا
مگر ہم اہلِ وِلا حق زیادہ رکھتے ہیں

علیؑ و جانِ علیؑ بہرِ عظمتِ سجدہ
تہہ حسام بھی سر بالارادہ رکھتے ہیں
وہ نقشِ حبِ علیؑ اس پہ کھینچ لیں ساحرؔ
جو اپنے دل کا ورق اب بھی سادہ رکھتے ہیں

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

یا ابوالفضل العباسؑ مدد

در مدح قصیدہ مولائے کائنات مولا علی علیہ السلام

ہر سُو ہے آج ایک ہی چرچا غدیر میں
اک جشنِ عید آج ہے برپا غدیر میں

ساقی کا ہو گیا جو اشارہ غدیر میں
ابر بہار دھوم سے آیا غدیر میں

اُٹھا جو آج ساحل کوثر سے جھوم کے
بادل وہ ٹوٹ ٹوٹ کے برسا غدیر میں

رندانِ حق خریدتے ہیں دے کے نقد دل
اک ساغرِ شرابِ تولا غدیر میں

اس خارزار میں وہ بہار آ گئی ہے آج
سب دیکھتے ہیں خلد کا نقشہ غدیر میں

ہاتف کی آ رہی ہے یہ آواز عرش سے
ہوں جمع سارے اہل تولاّ غدیر میں

تاریخ ساز دن ہے یہ اسلام کے لئے
ہے جشن آج اس لئے برپا غدیر میں

وعدہ تھا ذوالعشیرہ میں ہوں گے ولی علیؑ
ہو گا وفا نبیؐ کا یہ وعدہ غدیر میں

"من کنت" کا پنہائیں گے تاج ان کو خود نبیؐ
مولاؑ بنائے جائیں گے مولاؑ غدیر میں

ہوں گی تمام نعمتیں بھی اہلِ حق پہ آج
کامل بھی ہو گا دین، خدا کا غدیر میں

جیسے ہی گونجی دشت میں ہاتف کی یہ صدا
اک شور اُٹھا صلِ علیٰ کا غدیر میں

ساری فضا میں حیدری نعرے جو گونج اُٹھے
نامِ علیؑ کا بج گیا ڈنکا غدیر میں

مرجھایا تھا مدینے میں بادِ نفاق سے
غنچہ دلِ نبیؐ کا کھل اُٹھا غدیر میں

مولائے کلؑ کی مدح میں اک بار آج پھر
حسان لکھنے بیٹھے قصیدہ غدیر میں

مولاؑ کے خادموں نے بحکمِ رسولؐ رب
منبر نئی طرح کا بنایا غدیر میں

منبر پہ آئے شانِ رسالت سے جب نبیؐ
پہلے دیا حضورؐ نے خطبہ غدیر میں

پھر اس طرح رسولؐ نے اہلِ مدینہ کو
جاہ و حشم علیؑ کا دکھایا غدیر میں

جیسے نبیؐ نے رحل سے قرآں اٹھا لیا
ہاتھوں پہ یوں علیؑ کو اُٹھایا غدیر میں

ہاتھوں پہ کر کے اُن کو بلند و بلند تر
سورج طلوع ہوتے دکھایا غدیر میں

"مَن کُنت مولاؑ" آپ نے کہہ کر بحکمِ رب
مولاؑ لقب علیؑ کو بھی بخشا غدیر میں

نعمت یہی تو تھی جو ملی تھی نہ دین کو
خالق نے آج اس کو اُتارا غدیر میں

طے ہو گیا ہے آج نیابت کا مسئلہ
کشتی کو مل گیا ہے کنارا غدیر میں

کہہ سکتے ہیں علیؑ کے غلام اب یہ فخر سے
یہ دین ہو گیا ہے ہمارا غدیر میں

بخ کا لفظ وردِ زباں، دل میں دشمنی
دیکھا ہے ہم نے یہ بھی تماشا غدیر میں

بخ کا راگ الاپا تھا ڈر سے عوام کے
دشمن نے بھی کیا تھا تقیہ غدیر میں

خالق نے چشمِ بد سے بچانے کے واسطے
حارث کو ان پہ صدقے اُتارا غدیر میں

دو چار کا ہے ذکر نہ دس بیس کی ہے بات
منظر یہ ایک لاکھ نے دیکھا غدیر میں

ساحرؔ وہاں پہ ہوتے جو حسانؔ کی طرح
اک ہم بھی پیش کرتے قصیدہ غدیر میں

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علی مدد

قصیدۂ غدیرِ خُم (در مدحِ رسولِ خداؐ اور مولا علی علیہ السلام)

مرحبا صلِ علیٰ اے بادہ خوارانِ غدیر
خُم کے میخانہ سے ہونے کو ہے اعلانِ غدیر

دید کے قابل ہے دشت خلد سامانِ غدیر
بن گیا ہے پھول ہر خارِ مغیلانِ غدیر

یوں سجایا ہے اسے مشاطۂ فطرت نے آج
صورتِ گلزار جنت ہے بیابانِ غدیر

یوں ہوئی جاروب کش اس دشت میں بادِ مراد
مثل آئینہ چمک اٹھا ہے میدانِ غدیر

مہر عالمتاب نے دی ہے انہیں وہ آب و تاب
ضوفشاں ذروں سے ہے جشنِ چراغانِ غدیر

اب کرے گا بادۂ کوثر کا چھڑکاؤ یہاں
میکدہ بردوش ہے یہ ابرِ بارانِ غدیر

ہے شرابِ حُبِ حیدرؑ کی وہ ارزانی کہ بس
آج خُم پر خُم لنڈھائیں میگسارانِ غدیر

یہ فضائیں، یہ ہوائیں، یہ بہارِ بے خزاں
آج تو جنت بھی شاید ہو نہ ہم شانِ غدیر

منتظر کب سے تھا اس لمحہ کا، اس ساعت کا یہ
آج قسمت سے ہوا پورا یہ ارمانِ غدیر

بن گیا ہے اک نئے انداز کا منبر بھی آج
یوں مکمل ہو گیا ہے ساز و سامانِ غدیر

دیکھ کر یہ، حاجیوں کے دل کو اک دھڑکا لگا
دیکھئے ہونے کو ہے کیا آج اعلانِ غدیر

شاید اعلانِ ولی عہدی کریں ختم الرسلؐ
دیکھئے رہتا ہے کس کے ہاتھ میدانِ غدیر

ذوالعشیرہ کا وہ وعدہ کیا وفا ہونے کو ہے
آئے ہیں جبریلؑ کیا اب لے کے فرمانِ غدیر

یک بیک منبر پہ آئے حضرت خیر البشرؐ
جلوۂ ختم الرسل سے بڑھ گئی شانِ غدیر

پھر علیؑ کو بھی بلا کے زینتِ منبر کیا
اوجِ منبر کا بڑھا، دونی ہوئی شانِ غدیر

ہیں سرِ منبر پیمبرؐ اور علیؑ دونوں بہم
ایک ہی منبر پہ ہیں دو تاجدارانِ غدیر

مملکت ہے ایک، حاکم دو ہیں، دونوں ایک ہیں
یہ بھی مولاؔ وہ بھی ، دونوں سربراہانِ غدیر

پہلے اک خطبہ دیا، حمدِ خدا میں آپؐ نے
پھر وہ فرمایا جو تاریخی ہے اعلانِ غدیر

"جس کا میں مولاؔ، علیؑ بھی اس کے مولاؔ ہیں" سنو
یاد رکھو، حکمِ خالق ہے یہ فرمانِ غدیر

ہو مبارک، ہو گیا ہے مرضیٔ خالق سے آج
وارثِ مہرِ نبوت، ماہِ تابانِ غدیر

آیۂ "بلّغ" سے لے کر تابہ "اکملت لکم"
حق نے نازل کر دیا ہے آج قرآنِ غدیر

دین بھی کامل ہوا، سب نعمتیں بھی مل گئیں
ہو گیا راضی خدا بھی، ہے یہ احسانِ غدیر

سُن کے یہ "بخٍ لکَ بخٍ لکَ" کا غُل ہوا
گونج اُٹھا تبریک کے نعروں سے میدانِ غدیر

پڑھ رہا ہے مدحِ مولاؑ میں قصیدہ جھوم کر
آج تو حسّانؓ بھی ہے زمزمہ خوانِ غدیر

بس یونہی تو ہو نہیں جائے گی بخشش حشر میں
پہلے تولے جائیں گے ایماں بمیزانِ غدیر

ان میں سے ایک ایک ہے جشنِ ولایت کا گواہ
ہیں سوا لاکھ آج یہ حاجی جو مہمانِ غدیر

اُس سے تو اللہ خود پوچھے گا، اب ہم کیا کہیں
جو کوئی توڑے گا بخٍ کہہ کے پیمانِ غدیر

(ق) کیسے ہو اس کی ثنا جس کے شرف ہوں بے حساب
ساقیؑ کوثر، قسیمؑ خلد، سلطانِ غدیر

نازِ عیسیٰؑ، فخرِ موسیٰؑ، رشکِ یوسفؑ سر بسر
پیکرِ دیں، روحِ ایماں، شانِ حق، جانِ غدیر

باعثِ شادابیِ گلزارِ دینِ مصطفیٰؐ
نو بہارِ گلشنِ حق، روح و ریحانِ غدیر

زینتِ بزمِ ولایت، جلوہ فرمائے حرم
نور بر طورِ امامت، گل بدامانِ غدیر

بر سرِ منبر قدم، تاجِ ولایت زیب سر
کیوں نہ ہو فخرِ سلیماںؑ، یہ سلیمانِ غدیر

اللہ اللہ یہ شرف اس شاعرِ ناچیز کا
مثلِ حسّانؔ آج ساحرؔ ہے ثنا خوانِ غدیر

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

یا صاحب الزمانؑ ادرکنی

قصیدہ در مدح ساقیٔ بزمِ غدیر

تصور کی فضاؤں میں جمی ہے بزمِ رندانا
ذرا ساحرؔ قصیدہ چھیڑ کر محفل کو گرمانا

ملا ہے حکم مجھ کو جوہریِ فکر مدحت سے
کہ خاکِ دشت و صحرا چھان کر دُرِ نجف لانا

نگاہ و ابروئے ساقی، بنا کر اپنا دیوانہ
صدا دیتے ہیں آ جاؤ کہ یہ خم ہے یہ پیمانہ

مری فطرت تولا ہے تو میخانہ مرا کعبہ
مرا ہر اشک اک ساغر ہے، میں ساقی کا دیوانہ

لگے مستی میں نعرہ ایک ایسا نامِ ساقی کا
کہ ساغر جھنجھنائیں، گونج اٹھے سارا میخانہ

پیوں گا ڈگڈگا کے، جھوم کے، دل کھول کے، ڈٹ کے
علیؑ ہیں میرے ساقی اور غدیرِ خم ہے میخانہ

نصیری سے کہو بد مست ہو جانا نہیں اچھا
لبا لب بھر چکا ہے، اب چھلک جائے گا پیمانہ

رہے محفوظ یارب چشم بد سے میکدہ میرا
نگاہیں پڑ رہی ہیں شیخ و زاہد کی حریصانہ

حرم سے ذوالعشیرہ تک، وہاں سے خم کے میداں تک
وہی اک مئے تولا کی ہے میخانہ بہ میخانہ

عناصر کو دیا ہے حکم یہ خلاقِ فطرت نے
مثال آئینہ ذرّے غدیرِ خم کے چمکانا

جن وانس وملک سب اس طرح سے ڈال دیں ڈیرے
کہ جنت کی طرح آباد ہو جائے یہ ویرانہ

پنھائیں گوہر شبنم کے زیور، ہار پھولوں کے
دلہن کی طرح اب آراستہ کر دیں یہ ویرانہ

کمر بستہ ہوئے اک آن میں یہ حکم سنتے ہی
وہ خاک و باد و آتش ہوں کہ آب و رنگِ ریحانہ

ہوا جنت کی دشتِ خم کی جانب دوڑتی آئی
اٹھا ابر کرم جیسے کوئی مخمور و مستانہ

ہوائیں لے گئیں سب خار و خس چن چن کے پلکوں سے
بچھایا فرش سبزے نے، نہ سمجھا خود کو بیگانہ

ابھی تھا دشت بے سایہ، ابھی ہے ہمسرِ جنت
گلستاں کر دیا ہے سینچ کر مئے سے یہ ویرانہ

ادھر سج دھج کے یہ صحرا مثالِ آئینہ چمکا
ادھر آئیں بہاریں لے کے برگ و گل کا نذرانہ

پلٹ کے حجِ آخر سے ادھر پیغمبرؐ آخر
چلے سوئے غدیرِ خم، سمجھ کر کوئے جانانہ

رسالت کا جو اس منزل پہ آ کر کارواں ٹھہرا
چلے جبریلؑ لے کر عرش سے "بَلِّغ" کا پروانہ

سنی اک سرسراہٹ سی جو عالم کی فضاؤں میں
رسولؐ اللہ نے جبریلؑ کی آہٹ کو پہچانا

ادھر فرمانِ "بَلِّغ" لے کے جبریلؑ امیں آئے
ادھر مولاؑ ادا کرنے لگے آدابِ شکرانہ

کمر بستہ ہوئے تعمیلِ حکمِ حق پہ پیغمبرؐ
یہ سلمانؓ سے کہا، جاتے ہوئے مجمعے کو بلوانا

صدا ''حیَّ علیٰ خیر العمل'' کی عرش تک پہنچی
سنا جس نے، بلا چوں و چرا اس حکم کو مانا

ہوا تعمیر پالانِ شتر کا اک نیا منبر
گئے اس پر رسولؐ حق بہ اندازِ رسولانہ

بھری محفل میں سناٹا تھا، سب کے دل دھڑکتے تھے
ہر اک تھا گوش بر آواز، اپنا ہو کہ بیگانہ

نبیؐ نے اپنے ہاتھوں پر اٹھایا شاہِ مرداں کو
رسالت کی یہ طاقت تھی، بہت مضبوط تھا شانہ

کہا، ''جس کا ہوں میں مولا علیؑ بھی اس کے مولا ہیں''
یہی میرا بھی کہنا ہے، یہی خالق کا فرمانا

وہ اس کو جان لے جس نے اسے جانا نہیں اب تک
اسے پہچان لے جس نے اسے اب تک نہ پہچانا

یہ سُن کے ''بخٍ بخٍ یا علیؑ'' کا غل ہُوا ہر سو
مبارک باد میں پیچھے نہ دانا تھا نہ دیوانہ

رکھا تاجِ ولایت جب نبیؐ نے فرقِ حیدرؑ پر
زمانے کی نظر سے گر گئی توقیرِ شاہانہ

لگانے چترِ زریں مثلِ خادم آفتاب آیا
فلک نے شامیانہ آیتِ تطہیر کا تانا

سند ''اتممت نعمت'' کی عطا کی ربِ اکبر نے
بڑھا قرآن ''اکملت لکم'' کا لے کے نذرانہ

فدا ہونے لگے انس و جن و حور و ملک سارے
چراغ حسن پر گرنے لگا ایک ایک پروانہ

عروسِ غنچۂ تر نذر کرنے کے لئے لائی
حنائی ہاتھ پر دُرِ نجف کا بے بہا دانا

قصیدہ بلبلِ سدرہ نے چھیڑا مدحِ مولاؑ میں
گزارا صاحبانِ دل نے جان و دل کا نذرانہ

علیؑ و مصطفیٰؐ کا لازم و ملزوم ہے عرفاں
اِنہیں جانا اُنہیں مانا اُنہیں جانا اِنہیں مانا

علیؑ کی دوستی میزانِ عرفانِ رسالت ہے
رضائے مرتضیٰؑ ہے مرضیٔ خالق کا پیمانہ

اُلٹنا وہ درِ خیبر کو، وہ سورج کو پلٹانا
نہ یہ جھوٹی کہانی ہے، نہ وہ بے رنگ افسانہ

ید اللٰہی کو پہنچے منزلِ قوسین میں حیدرؑ
بچی معراج کی شب عرش پر جب بزمِ جانانہ

وہ حارث ہو کہ ابن عبدود، مرحب ہو یا عنتر
شجاعت میں علیؑ نے کب کسی رستم کو گردانا

علیؑ نے کر دیئے اژدر کے ٹکڑے، ڈر گئے موسیٰؑ
یہ بچپن کا ہے اطمینان، وہ پیری کا گھبرانا

شبِ ہجرت رضائے حق بہرِ قیمت خریدیں گے
ہتھیلی پر لئے آئے ہیں جان و دل کا نذرانہ

جنونِ عشق میں جس نے بھی بندہ کو خدا سمجھا
اسے کہیئے تو کیا کہیئے کہ دیوانہ تو دیوانہ

نظر کی خیرگی تھی یا جنوں تھا یا تنگ ظرفی
خدا جانے نصیری نے انہیں کیونکر خدا جانا

علیؑ کے گھر میں جو ہے مظہرِ نورِ حقیقت ہے
علیؑ کا گھر ہے یا حسنِ ازل کا آئینہ خانہ

صدا نادِ علیؑ کی سن کے یوں دم میں علیؑ پہنچے
کہ جیسے شمع تک اڑ کر پہنچ جاتا ہے پروانہ

جلال و دولت و جاہ و حشم کو دیکھ کر اکثر
بظاہر وہ بھی بن جاتا ہے اپنا، جو ہے بیگانہ

عصائے موسیٰ نے سانپ بن کر کر دیا ثابت
کہ وقتِ امتحاں اپنا بھی ہو جاتا ہے بیگانہ

یہ تصویرِ شبِ ہجرت کے دونوں رُخ بتاتے ہیں
جو اپنا ہے وہ اپنا ہے، جو بیگانہ وہ بیگانہ

فرشتہ موت کا میرا قصیدہ سن کے یہ بولا
علیؑ مل جائیں گے تربت میں، تم ہرگز نہ گھبرانا

بنایا جیسے ہی اسمِ علیؑ کا نقش اے ساحرؔ
یہ کاغذ بن گیا میرے لئے جنت کا پروانہ

☆☆☆☆☆

قصائد در مدح

مخدومۂ کونین، ملکہ کائنات، خاتونِ جنت

جنابِ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

دو شعر (مدحِ خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا)

یہ دیکھ کر کہ ہے مداحِ زہراؑ ربِ قدیر
مجھے بھی شوقِ ثناء ہو گیا ہے دامن گیر

☆☆☆☆☆

ثنائے ملکۂ جنت کی دیکھئے تاثیر
فروغ پا رہی ہے خلد میں میری جاگیر(۱)

(۱) نوٹ: ارشادِ معصومؑ ہے کہ "جو ہمارے لئے ایک شعر کہے گا اللہ نے اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنادیا ہے"۔ (درود)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

قصیدہ درمدح خاتونِ جنت سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا

سبھی کو اس حقیقت کا یقیں ہے
ثنائے فاطمہؑ آساں نہیں ہے

اِسے درکار ہے حسنِ عقیدت
فقط ذوقِ سخن کافی نہیں ہے

وہ اِس میداں میں رکھے گا قدم کیا
کوئی شاعر جو مجھ سا کمتریں ہے

ہو مجھ سے مدحتِ خاتونِ جنت
بظاہر اس کا کچھ امکاں نہیں ہے

مسائل بھی بہت ہیں زندگی میں
طبیعت بھی ذرا موزوں نہیں ہے

میرے مولاؑ کریں مشکل کشائی
تو پھر مشکل کوئی مشکل نہیں ہے

اسے پرکھے تو عین اللہ پرکھے
یہ ایسا خاتمِ حق کا نگیں ہے

خدیجہؓ کو ملی حق سے جو بیٹی
وہی تو دولتِ دنیا و دیں ہے

نہیں اس کے سوا دخترِ نبیؐ کی
یہ بیٹی اوّلین و آخریں ہے

یہ شہزادی خواتینِ جہاں میں
نبیؐ جیسی، نبیؐ کی جانشیں ہے

بھروسہ ہے مجھے اُن کے کرم پر
کہ منزل راہِ مدحت کی قریں ہے

یہ کیسا دل نشیں منظر ہے دیکھو
زمیں یہ رشکِ فردوسِ بریں ہے

فلک والوں کی نظریں بھی ہیں خیرہ
زمیں جو صورتِ ماہِ مبیں ہے

فلک سے آئی ہیں حورانِ جنت
کوئی مہوش ہے کوئی مہ جبیں ہے

فرشتوں کے پرے بھی آ رہے ہیں
کوئی رضواں کوئی روح الامیں ہے

سمجھ میں آئے کیا زہراؑ کی عظمت
کہ اِن کی عظمتوں کی حد نہیں ہے

ہے وہ تخلیقِ خلاق جہاں یہ
کہ مثل اس کا زمانہ میں نہیں ہے

ہو کیا تعریف صناعِ ازل کی
وہ اپنے فن میں ندرت آفریں ہے

طہارت پر ہے قرآں کی شہادت
یہ کیا تطہیر سے ثابت نہیں ہے

سخاوت کے ہیں چرچے آسماں تک
سند میں ہل اتیٰ ہے یا نہیں ہے

خواتیں کے لئے بہرِ تلاوت
رُخِ پُر نور قرآنِ مبیں ہے

زبانِ پاک سے جو حرف نکلے
وہ شرحِ حرفِ قرآنِ مبیں ہے

ہیں سردارِ جناں بیٹے جو اِن کے
تو شوہر بھی امیر المومنینؑ ہے

لقب تو ایک ہی کا ہے یہ لیکن
پسر جو بھی ہے زین العابدینؑ ہے

عجب ایک گھما گہمی ہے فضا میں
کہ جیسے محفلِ جنت یہیں ہے

گھٹا برسا رہی ہے آبِ کوثر
کہ جس سے طیّب و طاہر زمیں ہے

جبھی تو ہے یہ آرائش جہاں کی
زمیں اب نازشِ خُلدِ بریں ہے

زمیں کے حسن سے حیراں ہے ایسا
کہ خود چکر میں چرخِ ہفتمیں ہے

بہت طعنے سُنے تھے ابتری کے
دلِ خیر الورا اندوہ گیں ہے

کیا کوثر عطا، جب حق نے دیکھا
بہت ہی اب حبیبؐ اُس کا حزیں ہے

یہ اُس کی آمد آمد ہے یقیناً
وہی جو ملکۂ خُلدِ بریں ہے

بہار آئی ہے باغِ مصطفیٰؐ میں
خزاں دوزخ میں اب گوشہ نشیں ہے

نہ کیوں دنیائے ایماں میں خوشی ہو
یہ عیدِ مومنات و مومنیں ہے

ملا حق سے نبیؐ کو وہ گہر جو
رسالتؐ کی انگوٹھی کا نگیں ہے

وہ ہے جو گیارھواں فرزند اِن کا
امامِ عصرؑ ہے، مہدیؑ دیں ہے

شفاعت اِن کی ہے جنت کی ضامن
میرا ایمان اس پہ بالیقیں ہے

جو اِن کا دل دُکھائے وہ یقیناً
لعیں ابن لعیں ابن لعیں ہے

مودّت دخترِ ختم الرسلؐ سے
یہی تو اصل میں دینِ مبیں ہے

جو اِن کی مدح میں اک بیت لکھوں
تو گھر جنت میں ملنے کا یقیں ہے

ہمارا وِرد ہے تسبیحِ زہراؑ
اِسی پر اپنا ایمان و یقیں ہے

یہ فیضِ مدحتِ بنتِ پیمبرؐ
یہ ساحؔر بزم میں کُرسی نشیں ہے

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

قصیدہ در مدحِ خاتونِ جنت سیدۃ النساء العالمین بضعۃ الرسول سلام اللہ علیہا

ہے آج شاہدِ گیتی کے حسن پر وہ نکھار
زمیں کو دیکھتی ہے رشک سے جناں کی بہار

فلک پہ ابرِ بہاراں ہے اس طرح جیسے
کھلے ہوں لیلیٰ فطرت کے گیسوئے خمدار

ٹپاٹپ ابر سے یوں بوندیاں برستی ہیں
لٹا رہا ہو فلک جیسے گوہرِ شہوار

ہر اک نہالِ چمن اس طرح سے وجد میں ہے
کہ جیسے جامِ مودّت سے مست ہوں میخوار

ہزار رنگ کے پھولوں سے بھر گئی ہے زمیں
لگے ہوئے ہیں گلوں کے ہر ایک سُو انبار

میں ہو رہا تھا جو حیران دیکھ کر یہ سماں
صدا یہ آئی کہ سُن شاعرِ قصیدہ نگار

جہاں میں لائی ہیں تشریف ملکۂ جنت
جبھی تو آئی ہے دنیا میں یہ وہیں کی بہار

مبارک آمدِ خاتونِؑ جنت آج تجھے
وہی تو لائی ہیں دنیا میں یہ جناں کی بہار

یہ سن کے دل نے کہا ساحرؔ ثنا گستر
قصیدہ خدمتِ بنتِ نبیؐ میں لکھ کے گزار

کہا یہ میں نے کہاں میں کہاں ثنائے بتولؑ
مگر تھا جذبۂ مدحت سے دل مرا سرشار

جو فکر کی تو ملا اب وہ ایک مطلع نو
ہوا ہے مطلع مدحت بھی مطلع انوار

وہ ذات جس کا ثناء خواں ہو ایزدِ غفار
کرے گا اس کی ثناء کیا کوئی قصیدہ نگار

کوئی لکھے بھی تو کیا لکھے مدح میں آخر
پڑا ہے آپ کی عظمت پہ پردۂ اَسرار

حجابِ عصمت و نور و جلالت و تطہیر
یہ کہہ رہے ہیں کہ مدحِ بتولؑ ہے دشوار

ہیں راہِ مدح کو روکے ہوئے یہ چار حجاب
بنے ہیں فکرِ ثناء خواں کے سامنے دیوار

سوئے حجاب نظر کو مجال دید نہ تھی
نصیب گو کہ زیارت ہوئی مجھے دو بار

پھر اس پہ یہ کہ ہو اندازِ وحی کیسے نصیب
کہاں سے لایئے قرآں کی مدح کا معیار

ثنائے صاحبِ تطہیر کوئی کھیل نہیں
ہے مدحِ بنتِ پیمبرؐ کو حوصلہ درکار

یہ حوصلہ دیں مجھے میری شاہزادی اگر
تو ہوں میں نامِ علیؑ لے کے مدح پہ تیار

وضو کے واسطے میں لاؤں سلسبیل سے مے
قلم ڈبوؤں میں کوثر کے جام میں کئی بار

پھر اب جو حرفِ ثناء لکھنے کو اٹھاؤں اسے
شراب مدح کی پڑنے لگے قلم سے پھوار

جو آئے فکر کی حد میں نظر دمِ پرواز
کروں میں طائرِ تخیل کو قلم سے شکار

جو خوانِ مدح سجاؤں میں بہرِ مدحِ بتولؑ
ہو چوب خامہ مجھے مثلِ شاخِ میوہ دار

جو راہِ مدح کو روکے کوئی عدو ان کا
تو ہو یہ چوبِ قلم ایک تیغ جوہرِ دار

چلاؤں اب جو یہ شمشیر ان کے اعداء پہ
فرشتے بہرِ مدد ہوں مرے یمین و یسار

ورق پہ لکھوں اگر نامِ دشمنِ زہراؑ
تو اس میں آگ بھڑک اٹھے مثلِ شعلۂ نار

اب اس خیال سے لکھی جو مدحِ بنتِ نبیؐ
تو بن گیا ورق مدح بھی بہشت آثار

جو پیش ہونا تھی یہ ملکۂ جناںؑ کے حضور
عروس نظم نے کیا کیا کیے بناؤ سنگار

تھی اب عروس سخن کو جو حاجتِ زیور
ہر ایک حرف ثناء بن گیا دُرِ شہوار

ورق پہ کھنچ گئی تصویرِ حورِ جنت کی
سنوارے لیلیٰ ٔ فن کے جو گیسوئے خمدار

کہا یہ دل نے کہ لکھ اب تو ایک مطلعِ نو
کہ جس کو سن کے ہوں مسرور احمد مختارؐ

ہے آج دید کے قابل رُخِ نبیؐ کا نکھار
کہ جیسے آ گئی ہو آپؐ کے چمن میں بہار

وہ نور اترا ہے آغوش میں بہشت سے آج
ہوئی ہے گودِ خدیجہؓ کی مطلعِ انوار

جہاں میں لائی ہیں تشریف فاطمہ زہراؑ
تو آ گیا ہے رسولؐ خدا کے دل کو قرار

کہا جو کرتے تھے حق کے رسولؐ کو ابتر
رہیں گے حشر تک اب وہ جہاں میں ابتر و خوار

بہت تھا ماں کو بھی طعنِ عدو سے رنج و الم
خوشی کے اشکوں نے اب دھو دیا ہے دل کا غبار

ہے بیٹی اس لئے رحمت کہ بہرِ ختمِ رسلؐ
ورودِ حضرتِ زہراؑ ہے رحمتِ غفار

ہر ایک بیٹی کو رحمت بنا دیا حق نے
نگاہِ حق میں ہے بنتِ رسولؐ کا یہ وقار

انہی کے دم سے کھلا ہے نبیؐ کا غنچۂ دل
جو یہ نہ آتیں تو آتی نہ اس چمن میں بہار

انہی کی شان میں آئی ہے آیۂ تطہیر
جبھی تو آپ کی عترت ہے عترتِ اطہار

انہی کے فیض سے سرسبز ہے نبیؐ کا چمن
انہی کی مدح ہے قرآن کے چمن کی بہار

زمیں پہ آپ کی نعلین کے نشان جو ہیں
قبائے شاہدِ گیتی کے ہیں یہ نقش و نگار

زمیں پہ گوہر شبنم فلک پہ ماہ و نجوم
ردائے بنتِ نبیؐ کا ہے سب یہ گرد و غبار

ہیں لیفِ خرمہ کے پیوند جا بجا جس میں
ردائے مریمؑ و سارہؑ ہے اُس ردا پہ نثار

بنائے سرمۂ چشم ان کی خاکِ پا کو اگر
تو پائے نور بصارت کا نرگسِ بیمار

یہ مرتبہ ہے انہی کا کہ ان کے دامن پر
نصیریوں کا خدا خود ہوا ہے سجدہ گزار

مباہلہ میں نمائندۂ نساء بن کر
بڑھایا آپ نے نسوانیت کا عزّ و وقار

فرشتے آتے ہیں اس در پہ بھیک لینے کو
کہاں تک آپ کے ابرِ کرم کی ہے بوچھار

عجب بیانِ فضیلت ہے دہر کا سورہ
خدا ہوا ہے خود ان کی عطا پہ شکر گزار

انھی کے لعل نے سینچا ہے اپنے خوں سے اسے
انھی کے دم سے ہے اسلام کے چمن میں بہار

فلک پہ تھرتھرا جاتے ہیں شہپرِ جبریلؑ
یہ صاف کرتی ہیں شیرِؑ خدا کی جب تلوار

گہر کی قدر فقط جوہری ہی جانتے ہیں
سمجھتے آپؑ کی کیا قدر وہ عرب کے گنوار

ہمارے دل ہیں مکانِ مودّتِ زہراؑ
ہمیں کو قصر ملیں گے پلِ صراط کے پار

لپک میں اُس کی ہے جو ایک بیقراری سی
انھی کے دشمنوں کا منتظر ہے شعلۂ نار

بنیں گے لقمۂ نارِ جہنم حشر کے دن
رکھیں گے بغض جو بنتِ رسولؐ سے اشرار

جِلا دے مردہ دلہن کو جو بس دعا کر کے
تو اس سے کیوں نہ اُمیدِ شفا رکھیں بیمار

گواہ ان کی مسیحائی کا ہوں میں خود بھی
یہ واقعہ ہے جو کرتا ہوں نظم پہلی بار

ہے بات اب سے کوئی تیس سال پہلے کی
کہ اُس زمانہ میں دل کا ہوا مجھے آزار

علاج ہوتا رہا سال دو برس لیکن
نظر نہ آئے شفا یاب ہونے کے آثار

یہ معجزہ ہے مسیحائی کا کہ جب اک شب
نصیب خفتہ مرا خواب میں ہوا بیدار

یہ میں نے دیکھا کہ چھوٹے سے اک مکان میں ہوں
ہیں جلوہ گر مری نظروں میں حیدرِ کرارؓ

میں عرض کرتا تھا سر پہ کتاب اک رکھ کر
کہ علم تھوڑا سا مجھ کو بھی ہو عطا سرکار

ابھی تو مانگتا تھا علم بابِ علمؑ سے میں
کہ آئی ایک صدا گوشِ ہوش میں یکبار

شرف یہ بنتِ نبیؐ نے عطا کیا مجھ کو
طلب کیا مجھے اپنے حضور، میں ہوں نثار

کہاں وہ اور کہاں یہ ذلیل و خوار و حقیر
وہ کائنات کی ملکہ میں کفشِ پا کا غبار

کھلا جو مجھ پہ کہ بنتِ نبیؐ نے یاد کیا
پلک جھپکتے ہی حاضر ہوا یہ تابعدار

بٹھا کے سامنے مجھ کو، اٹھایا ایک قلم
بنایا میری کلائی پہ دائروں کا حصار

خود اپنے دستِ مبارک سے دائرے جو بنائے
کہا پھر آپؑ نے اب دیکھ اپنے خوں کا فشار

عجب شرف یہ نصیبوں سے مجھ کو ہاتھ آیا
اب اس کے بعد جو میں خواب سے ہوا بیدار

کیا جو مشورہ اب اک طبیب حاذق سے
بتایا اس کو کہ مجھ کو ہے قلب کا آزار

مرا معائنہ اچھی طرح وہ کر چکا جب
کہا کہ کس نے بتایا کہ آپ ہیں بیمار

علاج میں کروں کس چیز کا دوا کیا دوں
کہ ہرگز آپ کو دل کا نہیں کوئی آزار

میں زندہ معجزہ ہوں اپنی شاہزادیؑ کا
وہ دیکھیں جن کو نہ ہو ان سے بغض کا آزار

شرف یہ میرے سوا اور کس کو ہاتھ آیا
کسے نصیب ہوئی یہ حضوریِ سرکار

کروں نہ فخر جو اس پر تو کیا کروں ساحرؔ
سوائے اس کے کہ جاں اپنی ان پہ کر دوں نثار

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدحِ مخدومۂ کونین خاتونِ جنتؑ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا

بحمداللہ کیا ہی دورِ تقدیس و طہارت ہے
زمیں پاکیزگی میں آج خود ہمشانِ جنت ہے

نزولِ رحمتِ باری ہے تا نزدیک و دور ایسے
گھٹا چھائی ہے مکہ پر، یہاں بارانِ رحمت ہے

زمیں کا ذرّہ ذرّہ دھو دُھلا کر پاک کر ڈالا
جہاں تک ابرِ رحمت ہے، طہارت ہی طہارت ہے

نہ کیوں پھر گلشنِ شعر و سخن بھی لہلہا اُٹھے
کہ کشتِ ذہنِ شاعر پر بھی تو بارانِ رحمت ہے

ہوئی ہے منعقد محفل یہ اس پاکیزہ موسم میں
فضا اس بزم کی بھی ہمسرِ گلزارِ جنت ہے

نہ حاضر ہوتے ہم کیوں، مدح کو اس بزم میں آخر
کہ مدحِ اہلِ حق تو حق پسندی کی علامت ہے

یہ ذوقِ حق پسندی تو پڑا ہے اپنی گھٹی میں
ہمیں اچھوں کو اچھا کہنے کی بچپن سے عادت ہے

کبھی بزمِ عزا ہے اور کبھی میلاد کی محفل
یہی اپنی ثقافت ہے، یہی اپنی عبادت ہے

یہاں محوِ سخن سنجی ہیں شاعر اس عقیدت سے
مودّت موجزن دل میں، زباں پر حرفِ مدحت ہے

بس اب میں نے بھی جو چاہی اجازت مدحِ حاضر کی
پسِ پردہ کسی نے یہ صدا دی، ہاں اجازت ہے

بس اب تو مطلعٔ فکرِ سخنور ہو گیا روشن
کہ یہ وقتِ طلوعِ آفتابِ صبحِ مدحت ہے

ہے لکھنا مدح اس کی جس کو شیرِ حق سے نسبت ہے
قلم کے ہاتھ میں رعشہ، زبانِ فن میں لکنت ہے

نبیؐ تعظیم دیں جس کو یہ اُس کی بزمِ مدحت ہے
یہاں بہرِ ثناء آیاتِ قرآں کی ضرورت ہے

زہے قسمت زباں پر بنتِ پیغمبرؐ کی مدحت ہے
قلم یہ ہاتھ میں ہے یا کلیدِ بابِ جنت ہے

مبارک اہلِ ایماں، آج خوش ہونے کی ساعت ہے
نبوت کے اُفق پر اک ہلالِ نو کی رویت ہے

بتاتی ہے بشاشت یہ رُخِ پیغمبرؐ حق کی
دلِ ختم الرسلؐ سے دکھ کا موسم آج رخصت ہے

کھلی ہے آج یہ کیسی کلی باغِ نبوت میں
نبیؐ کے روئے اقدس پر جو یہ رنگِ مسرت ہے

ہے شاخِ دستِ احمدؐ پر کلی باغِ نبوت کی
جو اس گلشن کو پیغامِ بہارِ بے نہایت ہے

یہ زیب رحل آغوشِ نبیؐ ہے مصحفِ عصمت
کہ یہ طغرائے پیشانیِ قرآنِ طہارت ہے

یہ ایماں کی کسوٹی ہے کفِ دستِ پیمبرؐ میں
کہ دستِ عدل پرور میں یہ میزانِ مودّت ہے

چراغِ نورِ حق ہے ضوفشاں یہ طورِ سینا پر
کہ طاقِ کعبہ میں روشن کوئی شمعِ ہدایت ہے

کتابِ عظمتِ نسواں کا ہے یہ سرورق گویا
کہ دستِ شافعِ محشر میں یہ خطِ شفاعت ہے

یہ سرنامہ ہے اعلانِ ''امامت تا قیامت'' کا
کہ بہرِ نسلِ پیغمبرؐ یہ خالق کی ضمانت ہے

یہ سورہ ہے کوئی قرآن کا حضرتؐ کے ہاتھوں میں
کہ دستِ پاک میں تفسیرِ قربیٰ و قرابت ہے

عطا کی ہے سند ان کو بقائے نسل کی حق نے
مجسم دستِ پیغمبرؐ پہ یا کوثر کی آیت ہے

یہ آیت حرفِ اوّل شجرۂ آلِ پیمبرؐ کی
یہ آیت، آیتِ بسم اللہِ نسلِ نبوت ہے

نظر بیٹی کے رُخ پر اور زباں پر وصف ہے اُس کا
لبِ قرآنِ ناطق پر اس آیت کی تلاوت ہے

دو عالم میں کوئی تصویر ایسی تھی نہ اب ہو گی
نمایاں اس سے صناعِ ازل کے فن کی ندرت ہے

قیامت اُن پہ ٹوٹی جو نبیؐ کو کہتے تھے ابتر
قیامت یوں، کہ دختر اُن کی خاتونِ قیامت ہے

اسی کے پارۂ دل ہوں گے کُل گیارہ امام اپنےؑ
یہ کُل قرآنِ کامل ہو گی جو آج ایک آیت ہے

مودّت آپؑ سے لازم ہے اس دنیا سے عقبیٰ تک
یہاں یہ شرطِ ایماں ہے، وہاں شرطِ شفاعت ہے

وراثت کا اصول ان کے لئے بدلا ہے خالق نے
نبیؐ کی دولتِ اولاد بیٹی کی بدولت ہے

یہ پیغمبرؐ کی ہے پیغامبر دنیائے نسواں میں
یہ بیٹی ہے مگر بازوئے پیغمبرؐ کی قوت ہے

نہ ہوں یہ تو نساء تک کس طرح پیغامِ حق پہنچے
نبیؐ ہی کو نہیں، اِن کی نبوت کو ضرورت ہے

نہ کیوں یہ عالمِ نسواں میں ہوتیں مثلِ پیغمبرؐ
کہ ان کی ذاتِ اقدس میں ہر اک وصفِ نبوت ہے

عبادت میں، اطاعت میں، صداقت میں، سخاوت میں
وہی کردار ہے ان کا جو کردارِ نبوتؐ ہے

یہ خاتونِ جناں، بیٹے امامِ دو جہاں اِن کے
یہ وہ ماں جن کے قدموں میں اماموںؑ کی بھی جنت ہے

پدر ختم الرسلؐ، بیٹے امامؑ ابنِ امامؑ ان کے
نثار ان پہ نبوت ہے، فدا ان پہ امامت ہے

کسی کو بھی نہ ہو گا یہ شرف حاصل قیامت تک
یہ تنہا لائقِ تعظیمِ سرکارِ رسالتؐ ہے

"وما ینطق" سے ثابت ہے کہ یہ تعظیم بیٹی کی
محبت کا تقاضہ کب ہے، یہ حکمِ مشیت ہے

یہی بیٹی نبیؐ کی اوّل و آخر ہے دنیا میں
یہی اک وارثِ میراث و اوصافِ رسالت ہے

ہے ان کے سائے سے دنیا میں نورِ حق کی تابانی
جہاں سایہ نہیں ان کا، وہاں ظلمت ہی ظلمت ہے

یہاں مخدومۂ عالم، وہاں خاتونِ جنت ہیں
یہاں ان کی حکومت ہے، وہاں اِن کی حکومت ہے

بھلا میری زباں سے آیۂ تطہیر کے ہوتے
کہاں ممکن ثناء اس کی جو قرآنِ طہارت ہے

یہ لب کھولیں تو منہ سے آیتوں کے پھول جھڑتے ہیں
زبانِ حق ہے یا شاخِ گلِ باغِ فصاحت ہے

ہر اک وہ لفظ جو آئے زبانِ پاکِ عصمت پر
وہی جانِ فصاحت ہے، وہی روحِ بلاغت ہے

جو دیں قربانیاں تا کربلا بنتِ پیمبرؐ نے
انہی قربانیوں سے دینِ حق اب تک سلامت ہے

فرشتہ موت کا آتا ہے سب کے گھر میں دڑآنہ
مگر اس در پہ کہتا ہے کہ ''شہزادی اجازت ہے''

یہ رتبہ آسیہؑ و مریمؑ و سارہؑ نے کب پایا
نبوتؐ اصل میں ہے، نسل میں ان کی امامت ہے

جنابِ ہاجرہؑ و مریمؑ و سارہ ہوں یا کوئی
یقیناً میری شہزادی کو، ان سب پر فضیلت ہے

فضیلت بنتِ پیغمبرؐ کو ان سب پر ہے یوں جیسے
جو ہیں اگلے صحیفے، اُن پہ قرآں کو فضیلت ہے

اسی صورت فضیلت اُن پہ ہے بنتِ محمدؐ کو
کہ جیسے سب رسولوں پر، محمدؐ کو فضیلت ہے

جو ساحرؔ مدحتِ زہراؑ میں ہے وہ ایک اک مصرعہ
مثال اس کی نمازِ وتر کی ایک ایک رکعت ہے

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدح خاتونِ جنت جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا

(اس قصیدہ کی تشبیب استعاراتی ہے)

عجب یہ رنگِ خزاں دیکھتی ہے آج نظر
شجر ہیں باغ میں لیکن نہ برگ ہیں نہ ثمر

نہ کروٹیں کہیں لیتا ہے سبزۂ نورس
نہ کوئی کھلتا ہوا پھول ہے نہ غنچۂ تر

نہ بلبلوں کے ترانے نہ قمریوں کی صدا
لگے ہوں گھات میں صیاد جن کی شام و سحر

ہے باغبان بھی مغموم دیکھ کر یہ سماں
ہوائے موسمِ گل کا کہیں نہیں ہے گزر

عجیب طرح کی بے رونقی ہے گلشن میں
بغیر بچوں کے جس طرح کوئی ویراں گھر

ہیں باغباں کو خزاں کے علاوہ اور بھی غم
کہ طعنے دیتے ہیں صیاد اُس کو شام و سحر

کوئی یہ کہتا ہے بس باغ اب یہ ختم ہوا
کوئی یہ کہتا ہے حالت چمن کی ہے ابتر

کوئی یہ کہتا ہے بادِ مخالف ایسی چلے
شجر ہی جڑ سے اُکھڑ جائے تو بہت بہتر

اُجاڑ کر یہ چمن ہم نکالیں دل کا غبار
شجر ہی کاٹ دیں ہم تو کہاں کے برگ و ثمر

یہ سوچ سوچ کے خوش ہو رہے تھے زاغ و زغن
یہ باغ اُجڑے تو مٹ جائیں سارے خوف و خطر

مگر کسی کو نہ اس کی خبر ہوئی ہرگز
کہ ان پہ ہے متبسّم مشیت داور

جو ابرِ رحمتِ پروردگار اُٹھے گا ابھی
تو پھیر دے گا وہ پانی ہر اک کی حسرت پر

گھٹائیں گھر کے جو آئیں گی سمتِ کعبہ سے
تو جھوم جھوم کے برسیں گی اس گلستاں پر

وہ لیجے چھا ہی گیا گلستاں پہ ابرِ کرم
بجائے آب کے لایا ہے جو مئے کوثر

اِدھر برسنے لگا ٹوٹ ٹوٹ کر بادل
اُدھر وہ مطلعِ نو صاف آیا مجھ کو نظر

مبارک اہلِ چمن کو ہو یہ خوشی کی خبر
خزاں کا دور گلستاں سے مٹ گیا یکسر

بس اب رہے گی قیامت تک اس چمن میں بہار
اسے خزاں کا نہ صیاد کا ہے اب کوئی ڈر

ہے گلستانِ رسالت میں اب نمودِ بہار
ہے شب گزیدہ زمانہ میں اب طلوعِ سحر

وہ آگئی رُخِ خیر البشرؐ پہ شادابی
وہ لے کے آئے ہیں جبریلؑ سورۂ کوثر

بس اب تو مدح میں ساحرؔ ہو ایک مطلع نو
خوشی خوشی جو سنیں گے خود آج پیغمبرؐ

درود پڑھئے کہ ہے ذکر بنتِ پیغمبرؐ
اور اک درود بہ بانگِ بلند بارِ دگر

دیا خدا نے پیمبرؐ کو مژدۂ کوثر
عدوئے آلِ نبیؐ کے لئے ''ھُوالابتر''

ثناء ہو آپ کی یا بنتِ مصطفیٰؐ کیونکر
نہ میں خدا ہوں، نہ جبریلؑ ہوں، نہ پیغمبرؐ

ہے نام فاطمہؑ کا یہ سبب بہ نصِ حدیث
سمجھ ہی سکتے نہیں ان کی عظمتوں کو بشر

ہیں ان کی مدح میں آیات میں حروف ایسے
کہ جیسے سلک ثناء میں گندھے ہوئے ہوں گہر

ذکیہؑ، راضیہؑ، مرضیہؑ، عابدہؑ، عذراؑ
لقب ہیں ان کے خود ان کی ثناء کا اک دفتر

بتولؑ، طاہرہؑ، حورالانسیہؑ، زہراؑ
ہر اک لقب کو ہے خود فخر ان سے نسبت پر

نقیہؑ، سیدہؑ، خیرالنساءؑ، و معصومہؑ
ہر ایک وصف ہے مدح و ثناء سے بالا تر

وہ آسیہؑ ہوں کہ حواؑ و مریمؑ و سارہؑ
نہ کوئی آپ سے افضل نہ آپ کی ہم سر

ہے ان کی ذات جو آئینۂ صفاتِ نبیؐ
اس آئینہ میں جھلک دیتے ہیں وہی جوہر

انہی کو اُمِّ ابیہا رسولؐ حق نے کہا
یہی ہیں اُمِّ الائمہ، بہ مرضئ داور

شرف وہ آپ کو اللہ نے کئے ہیں عطا
کہ جن کی مثل نہیں کائنات میں یکسر

یہ خاص ان کا شرف ہے انہی پہ ختم ہوا
کہ تعظیم ان کی کرے باپ، وہ بھی پیغمبرؐ

ہے ان کا یہ بھی شرف بے مثال دنیا میں
خدا نے خود کیا تجویز رشتۂ حیدرؑ

یہ رشتہ بھی تھا شرف بس انہی کا دنیا میں
وہ خانہ زادِ خدا یہ رسولؐ کی دختر

ہے یہ شرف بھی فقط میری شاہزادیؑ کا
انہی کی آل ہے تفسیرِ سورۂ کوثر

اصولِ ارث یہ بدلا ہے حق نے ان کے لئے
ہے بیٹی ضامنِ نسلِ نبیؐ بجائے پسر

یہی ہیں اول و آخر پیمبرؐ نسواں
ہے یوں رسولؐ کی ہمسر رسولؐ کی دختر

رہِ حیات میں نسواں کی رہبری کے لئے
انہی کے نقشِ قدم ہیں چراغِ راہ گزر

خدا گواہ کہ خاتونِ جنت آپ ہی ہیں
فرشتے جب تو ہیں مامور ان کی خدمت پر

جو ہیں ثنا گرِ خاتونِ جنتؑ اے ساحرؔ
نہیں جو ان کا تو پھر کس کا حق ہے جنت پر

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدحِ ملکۂ کائنات، خاتونِ جنت سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا

صلِ علیٰ زمین پہ جنت کا یہ سماں
اترا ہو جیسے اس پہ بہاروں کا کارواں

پاکیزہ کتنی آج ہے دنیا کی یہ فضا
ہر سمت ہے تقدس و تطہیر کا سماں

ہے یوں فضا بسی ہوئی بوئے بہشت سے
ساری زمین جیسے ہو عطار کی دُکاں

ہے دیدنی یہ خاک کے ذروں کی آب و تاب
جیسے زمیں پہ بچھی ہو ہر سمت کہکشاں

کلیاں چٹک کے گاتی ہیں نغمے بہار کے
سُن سُن کے جھومتی ہیں، درختوں کی ڈالیاں

شاخوں کے جھومنے میں ہے انداز رقص کا
پتے بجا رہے ہیں مسرت سے تالیاں

اللہ کس خوشی میں یہ آیا ہے انقلاب
کس کے لئے ہے آج یہ تزئینِ گلستاں

یہ کس کی کفش پا کے نشانوں پہ ہے نظر
سجدے زمیں پہ کرتا ہے جھک جھک کے آسماں

آئی صدائے غیب کہ تم کو خبر نہیں
ہے آج آمد آمدِ شہزادیِٔ جناں

یہ تو بہارِ باغِ رسولِؐ کریم ہے
جس پر بہار گلشنِ جنت کا ہے گماں

آئی ہے اس چمن میں قیامت کی یہ بہار
اب گلشنِ رسولؐ کہاں اور خزاں کہاں

تشریف آج لاتی ہیں باغِ بہشت سے
جانِ خدیجہؓ، روحِ نبیؐ، ملکۂ جناں

ایسی کلی کھلی ہے خدیجہؓ کی گود میں
خوشبو سے ہو گیا ہے معطر مشامِ جاں

چھائی ہے گھر کے ہر در و دیوار پہ خوشی
ہے باپ کو جو وجد تو ماں بھی ہیں شادماں

آنکھوں سے ماں کی جاری ہیں آنسو خوشی کے یوں
جس طرح برشگال میں پڑتی ہیں بوندیاں

جھولا جھلا رہی ہیں جو سارہؑ و آسیہؑ
حورانِ خلد دیتی ہیں بچی کو لوریاں

اُس کی صدا سے گونج اٹھی ساری کائنات
بچی کے کان میں جو پیمبرؐ نے دی اذاں

کب باغِ مصطفیؐ میں کلی دوسری کھلی
اس ایک پھول ہی سے ہے سر سبز گلستاں

ہوتیں نہ خلق یہ تو نہ ہوتی یہ کائنات
اس بات کی سند ہے خود اللہ کا بیاں

اِن کا وجودِ پاک خواتین کا شرف
ان کی ردا ہے یاسرِ نسواں کا سائباں

مریمؑ ہوں یا وہ آسیہؑ، سارہؑ کہ ہاجرہؑ
ایسے شرف کہ کوئی نہ بیٹی نہ کوئی ماں

یہ مادرِ حسنؑ ہیں یہی مادرِ حسینؑ
زینبؑ کی ماں بھی ہیں یہی کلثومؑ کی بھی ماں

گودی میں ان کے پل گیا دینِ رسولؐ حق
چادر میں ان کی مل گئی اسلام کو اماں

پیشانیِ ملک کی ضیاء ان کے در کی خاک
حوروں کے سر کا تاج ہیں زہراؑ کی جوتیاں

ان کی نگاہ اٹھتی ہے جب بھی سوئے فلک
تسلیم کرنے جھکتی ہیں طوبیٰ کی ڈالیاں

روشن رہے گی ان کے چراغوں سے کائنات
ظلم و ستم کی چلتی رہیں لاکھ آندھیاں

روشن ہوا جو گود میں ان کی چراغِ حق
بجھنے کے بعد ہو گیا وہ اور ضوفشاں

طوفانِ نوحؑ بھی ہو تو خطرہ نہیں اسے
چادر ہے ان کی کشتیِ ایماں کا بادباں

کیوں عرش والے رکھ دیں نہ سر ان کے پاؤں پر
تعظیم ان کو دیں جو رسولِ فلک نشاں

یہ عالمِ نساء میں پیمبرؐ کی جانشین
بزمِ یہود میں یہ خدا کی ہیں ترجماں

اک ذات میں سمائی ہے اک پوری کائنات
تنہا مباہلہ میں نساء کی ہیں ترجماں

آئے فرشتے بن کے فقیر ان کے در پہ کیوں
منظور کیا تھا ان کی سخاوت کا امتحاں

شاید سمجھ کے تمغۂ اعزاز لے گئے
ورنہ کہیں فرشتے بھی کھاتے ہیں روٹیاں

اک حرف بھی غلط نہیں آتا زبان پر
ان کی زبان ہے کہ ہے قرآن کی زباں

دیتی تھی ابتری کے جو طعنے رسولؐ کو
محشر میں کھینچی جائے گی گدی سے وہ زباں

قرآن جس کی مدح میں رطب اللسان ہو
ساحرؔ یہ اُس کی مدح کہاں اور میں کہاں

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدح خاتونِ جنت سیدۃ النساء العالمین جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا

کیا حُسن آج عالمِ کُن کی فضا کا ہے
سارا مزا بہشت کی آب و ہوا کا ہے

تقدیس کی فضاء میں ہے تطہیر کا سماں
بدلا ہوا مزاج ہی ارض و سماء کا ہے

پہنا ہے شاہدانِ چمن نے لباسِ نو
کیا دلفریب رنگ ہر اک کی قبا کا ہے

غنچے چٹکتے ہیں تو نکلتی ہے اک صدا
آہنگ اُس میں نغمۂ صلِّ علیٰ کا ہے

طائر نثار ہوتے ہیں، پڑھتے ہوئے درود
کلیوں کے رُخ پہ حُسن جو شرم و حیا کا ہے

خوشبو اُڑا کے لائی ہے جنت کے پھول کی
جب تو دماغ عرش پہ بادِ صبا کا ہے

چلتی ہو جیسے شہپرِ جبریلؑ کی ہوا
محفل میں جو یہ سَرد سا جھونکا ہوا کا ہے

دیکھا جو سوئے مکہ تو حیرت بڑھی کچھ اور
حُسن اور ہی رسولؐ کی دولت سرا کا ہے

ساطع ہے آج ہر در و دیوار سے وہ نور
جس پر گمان جلوۂ نُورِ خدا کا ہے

گلشن میں اُن کے پھول کھلا ہے کوئی ضرور
چہرا کھلا ہوا جو رسولِؐ خدا کا ہے

حیراں تھا میں کہ اتنے میں ہاتف نے دی صدا
ساحرؔ یہ دن مسرتِ بے انتہا کا ہے

جنت کا پھول باغِ نبیؐ میں کھلا ہے آج
ماحول جو بہار پہ ارض و سماء کا ہے

دنیا میں جا کے آمدِ زہراؑ کی دے خبر
یہ فرض تو ازل ہی سے بادِ صبا کا ہے

پڑھ اب تو ایک مطلعِ پُر نُور بزم میں
اب اشتیاق اہلِ ولا کو ثناء کا ہے

میں نے کہا کہ مطلعِ نو عرض ہے حضور
خود مجھ کو شوق بنتِ نبیؐ کی ثناء کا ہے

یہ دن ظہورِ بنتِ رسولِؐ خدا کا ہے
غُل ساری کائنات میں صلِّ علیٰ کا ہے

تفسیر آج سورۂ کوثر کی آ گئی
اپنے نبیؐ کو خاص یہ تحفہ خدا کا ہے

اُمّ الائمہؑ دہر میں تشریف لائی ہیں
آغاز آج نسلِ رسولِؐ خدا کا ہے

اِک دشمنِ دیں نے جسے ابتر کہا تھا کل
بیٹی اُسی کی نسل کو مژدہ بقاء کا ہے

یہ پھول لے کے گود میں، کِھل اُٹھے ہیں رسولؐ
پیہم زباں پہ شکر عطائے خدا کا ہے

فرطِ خوشی سے چشمِ خدیجہؑ میں اشک ہیں
عالم یہی جنابِ رسولؐ خدا کا ہے

اب تک خوشی سے جو نہ بہے شوقِ دید میں
اُن آنسوؤں میں حُسنِ دُرِ بے بہا کا ہے

مکہ جو آج روشنی سے جگمگا اُٹھا
پرتو یہ نورِ بنتِ رسولؐ خدا کا ہے

تصویر یہ بنا کے خدا نے کیا ہے ناز
یہ نقش فخرِ صنعتِ ربِّ علاء کا ہے

ہوں اس خوشی میں سارے مسلماں بہم شریک
یہ دن تو خاص عیدِ رسولؐ خدا کا ہے

اُمّ ابیہا بھی ہیں یہ اُمّ الآئمہ بھی
تعظیم ان کی جب تو عمل مصطفیٰؐ کا ہے

سجدہ جو کر رہا ہے بہ دامانِ فاطمہؑ
دھوکہ نصیریوں کو اُسی پر خدا کا ہے

آ کر سلام کرتے ہیں جس در پہ خود رسولؐ
گھر ایسا کُل جہاں میں فقط سیّدہ کا ہے

آتے ہیں بھیک لینے فرشتے بھی عرش سے
فُطرہ وہاں تک آپؑ کے جُود و سخا کا ہے

یاں سے جو بھیک لیں وہ فرشتوں میں ہوں شمار
یہ مرتبہ تو بس اِسی در کے گدا کا ہے

جی چاہتا ہے مطلعِ نو اور اک پڑھوں
مجھ سے تقاضہ یہ میرے ذوقِ ثناء کا ہے

اِس بندگی پہ فخر مجھے انتہا کا ہے
بندہ ہوں اُس کا میں جو خدا فاطمہؑ کا ہے

اِن کا شرف یہ ہے کہ ہیں اُس کی کنیزِ خاص
اُس کی یہ شان ہے کہ خدا فاطمہؑ کا ہے

ظاہر میں انسیہ ہیں یہ باطن میں حُور ہیں
میرا نہیں یہ قول رسولِؐ خدا کا ہے

ہاتھ اِن کے چومتے ہیں رسولِؐ فلک مقام
بے شک تقدس اِن میں کتابِ خدا کا ہے

وعدہ لباسِ عید کا بچوں سے کیوں نہ ہو
علم اِن کو پہلے ہی سے خدا کی رضا کا ہے

اِک لعل ان کا غیب میں ہے مثلِ نُورِ حق
بے شک یہی سبب دو جہاں کی بقا کا ہے

ہے فرق نُورِ مریمؑ و زہراؑ میں اس قدر
وہ ابتداء کا نُور ہے یہ انتہا کا ہے

(ق)کیوں شک کسی کو آپؑ کی معجز نمائی میں
اک معجزہ یہ آپؑ کے جُود و سخا کا ہے

(ق)جو روٹیاں تھیں بن گئیں قرآن کے ورق
جن پر قصیدہ لکھا ہوا ہل اتیٰ کا ہے

ان کی عطا پہ حق نے کیا شکریہ ادا
مضموں یہ خاص منقبتِ ہل اتیٰ کا ہے

اُتنی یہودی آ گئے ایماں کے سائے میں
ادنیٰ سا معجزہ تو یہ ان کی رِدا کا ہے

معراج میں نبیؐ بھی، علیؑ بھی ہیں عرش پر
اِس دم زمیں پہ حکم فقط فاطمہؑ کا ہے

زد پر ہوائے ظلم کی، زہراؑ کے تھے چراغ
دامن جبھی تو جھلسا ہوا سا ہَوا کا ہے

ہم مُہر و مہ کہیں تو یہ اعداء بھی جان لیں
یہ استعارہ آپؑ کی نعلینِ پا کا ہے

اولادِ فاطمہؑ سے مودّت بھی ہو ضرور
یہ کم سے کم تقاضہ نبیؐ سے وفا کا ہے

ساحرؔ بھلا کہاں تھی مجالِ ثناء مجھے
ایک اِک لفظ اِس میں اُنھی کی عطا کا ہے

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

یا صاحب الزماںؑ ادرکنی

قصیدہ در مدح شریکِ کارِ رسالت سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا

طرح کا مصرع ملا جو مصرعِ تر کی طرح
فکر کھِل اٹھی گلِ باغِ پیمبرؐ کی طرح

کی عطا توفیقِ مدحِ بنتِ پیغمبرؐ مجھے
میرے خالق نے فرزدق سے سخنور کی طرح

حرفِ مدحِ فاطمہؑ شام و سحر اللہ سے
مجھ کو ملتا ہے مرے رزقِ مقرر کی طرح

حرف میں تخیل کا جلوہ دکھانے کے لئے
آئینے ایجاد کرتا ہوں سکندر کی طرح

بے نیازِ دہر ہوں، بس مدح سے رکھتا ہوں کام
میں بھی ہر مداحِ اولادِ پیمبرؐ کی طرح

میں نے پلکوں سے چنے ہیں شہرِ زہراؑ کے خزف
لعل و گوہر ہیں مری نظروں میں پتھر کی طرح

ہاتھ میرے آ گئی ہے دولتِ مدحِ بتولؑ
ہاتھ خالی میں نہ جاؤں گا سکندر کی طرح

میں نے پھر اک مدح کی محفل سجا رکھی ہے آج
فکر کی دنیا میں بزمِ خلد و کوثر کی طرح

اس طرح مشاطۂ فن نے سجائی ہے یہ بزم
جگمگایا ہے اسے ماہِ منور کی طرح

اک شکن بھی تو کہیں آتی نہیں اس میں نظر
چاندنی بچھی ہوئی ہے فرشِ مرمر کی طرح

چل رہی ہیں ٹھنڈی ٹھنڈی سی ہوائیں بزم میں
آسماں پر ابر ہے رحمت کی چادر کی طرح

خوب ہی برسے جھما جھم میکدے میں یہ گھٹا
گر نچوڑوں اس کو اپنے دامنِ تر کی طرح

ہیں یہاں رندانِ پاکیزہ خصال و متقی
ہیں طہارت کی فضائیں بزم کوثر کی طرح

جام ہر دل کا چھلکتا ہے شرابِ مدح سے
دَور میں ساغر ہے میرے دیدۂ تر کی طرح

رنگِ محفل نے تموج فکر میں پیدا کیا
جھیل میں پھینکے ہوئے چھوٹے سے کنکر کی طرح

فکر کی آئیں ہوائیں ہر طرف سے ذہن میں
ذہن ہے اک بے در و دیوار سے گھر کی طرح

مدح کی شبنم سے چھلکاتی ہوئی، شاخِ قلم
لائی لفظوں کے کٹورے دیدۂ تر کی طرح

مدح کے قابل بنانے کو تراشا پھر انہیں
لفظ جو تھے ناتراشیدہ سے پتھر کی طرح

فکر کی کلیاں بھی گوندھیں فن کے رشتے میں بہم
بہرِ سلمائے سخن پھولوں کے زیور کی طرح

عظمتِ ممدوح سے مثلِ فلک تھا جو ورق
مدح کے حرف اس پہ ٹانکے ماہ و اختر کی طرح

تارِ مژگاں میں پروئے اس طرح اشکِ ولا
بن گئی یہ نظم مدحت سلکِ گوہر کی طرح

عکسِ نورِ فاطمہؑ نے وہ تجلی بخش دی
حرف روشن ہو گئے ماہِ منور کی طرح

سب کیا جو کچھ بھی تھا با وصفِ جہل امکان میں
پھر بھی شوقِ مدح کے تیور ہیں خنجر کی طرح

کیسے لفظوں میں سمائے جذبۂ مدحت مرا
لفظ کوزوں کی طرح، جذبے سمندر کی طرح

کوئی مضموں بھی نیا آیا نہ ہاتھ اس باب میں
کی تو کوشش ایک مخلص مدح گستر کی طرح

مدحِ زہراؑ میں جو مضموں ہو پرانا بھی تو کیا
وہ بھی دیتا ہے مزہ قندِ مکرر کی طرح

مجھ کو مدحت کا ارادہ کرتے ہی حق سے ملا
مطلعِ نَو مطلعِ خورشیدِ خاور کی طرح

فاطمہؑ دستِ پدر پر ہیں گلِ تر کی طرح
اور دستِ مصطفیؐ شاخِ صنوبر کی طرح

مصحفِ ناطق نبیؐ ہیں، اور زہراؑ گود میں
حاشیہ پر جلوہ گر تفسیرِ کوثر کی طرح

گھر میں حوریں جمع ہیں، ڈیوڑھی پہ حاضر ہیں مَلَک
ہے ہجومِ قدسیاں اندر بھی باہر کی طرح

خدمتِ زہراؑ کی منزل میں یہ حوریں یہ مَلَک
کوئی فضہؓ کی طرح ہے کوئی قنبرؓ کی طرح

جب پڑی پہلے پہل مہرِ رخِ زہراؑ کی چھوٹ
جگمگا اٹھی زمیں ماہِ منور کی طرح

لیلئِ گیتی نے نقشِ پائے خاتونِ جناںؑ
اپنے ماتھے پر سجا رکھا ہے جھومر کی طرح

انجم و شمس و قمر کے جا بجا پیوند ہیں
ہے ردائے آسماں زہراؑ کی چادر کی طرح

اس شرف میں کون ہے آخر محمدؐ کا شریک
کس نے بیٹی پائی ہے زہراؑ سی دختر کی طرح

بزم میں تعظیم، منبر پر ثناء، در پر سلام
ان کی عظمت کس نے پہچانی پیمبرؐ کی طرح

طبقۂ نسواں نے پائی ہے ہدایت آپ سے
نصف دنیا کے لئے ہیں یہ پیمبرؐ کی طرح

ان کو پالا امتحان و ابتلا کے واسطے
مادرِ زہراؑ بھی ہیں زہراؑ سی مادر کی طرح

اللہ اللہ سجدہ ریزی اور نصیری کا خدا
جا نماز اور دامنِ بنتِ پیمبرؐ کی طرح

ہر محاذِ زندگی پر ایک ہی فکر و عمل
ہیں شریکِ زندگی حیدرؑ کی، حیدرؑ کی طرح

دیکھئے آئینۂ کردار میں عکسِ بتولؑ
یا خدیجہؑ کی طرح ہیں یا پیمبرؐ کی طرح

جورِ دنیا سے تلاطم دل کی دنیا میں، مگر
دیکھنے میں پُر سکوں گہرے سمندر کی طرح

جو بھی دولت تھی لٹا دی سب کی سب اسلام پر
منزلِ ایثار میں یہ بھی ہیں مادر کی طرح

ہاتھ پر حیدرؑ نے در کو، دل پہ زہراؑ نے مگر
وزنِ محضر کا اٹھایا بابِ خیبر کی طرح

یہ وہ شہزادی ہے جس کے شاہزادوں کے لئے
دوشِ پُر نورِ پیمبرؐ بھی ہے منبر کی طرح

ساری ماؤں کا سلام اس ماں کی عظمت کو، جسے
حق نے دو بیٹے دیئے شبیرؑ و شبرؑ کی طرح

اک امامؑ آیا خدا کے گھر میں، ان کے گھر میں دو
کس کا گھر ہے اس زمیں پر آپ کے گھر کی طرح

یہ مکانِ فاطمہؑ ہے جس کے در پر عرش سے
آ کے دیتے ہیں صدا قدسی گداگر کی طرح

ناصیہ سائی ہو اس در پر تو چمکے گا نصیب
میری قسمت کی طرح میرے مقدر کی طرح

طالبانِ حق کا رہتا ہے ہجوم اب تک یہاں
دولتِ ایماں بٹا کرتی ہے لنگر کی طرح

ہیں یہ خاتونِ جنانؑ جنت ہے ان کی ملکیت
ہیں بہشت و خلد ان کے واسطے گھر کی طرح

باپ ختم المرسلینؐ، شوہر ولی، بیٹے امامؑ
کس نے پایا ہے نصیب ان کے مقدر کی طرح

حق طلب کرنے اٹھیں تو مرجبی تھرا گئے
ان کے تیور دیکھ کر حیدرؑ کے تیور کی طرح

تیغِ حیدرؑ ہو کہ ہو تیغِ زبانِ فاطمہؑ
کاٹ دیتی ہے رگِ باطل کو خنجر کی طرح

جرأتِ اظہار کا ان سے سبق لے کر گئیں
شام کے دربار میں زینبؑ بھی مادر کی طرح

دہر میں پروان چڑھنے کے لئے اسلام کو
گود ان کی مل گئی آغوشِ مادر کی طرح

ان کی لونڈی بھی سخاوت میں شریکِ ہل اتیٰ
ان کے گھر کا ایک قطرہ بھی سمندر کی طرح

مدحتِ معجز نما میں مدح خوانِ فاطمہؑ
سحر کر دیتا ہے ساحرؔ سے سخنور کی طرح

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

مدح خاتون جنت سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا

(ق) اے قلم لکھ بہ احترامِ تمام
ورقِ مدح پہ اب اس کا نام

(ق) جس کی تعظیم کو نبیؐ اٹھیں
جس کے در پہ کریں رسولؐ سلام

جس کو سن کر بلند ہو ہر سو
بزم میں نعرۂ درود و سلام

ہے طہارت زباں کی شرط مگر
ہے بغیر اس کے نام لینا حرام

آبِ کوثر ہو روشنائی تری
اور دوات ایک سلسبیل کا جام

پہلے غوطے زباں کو دے اس میں
تا کہ پاکیزہ ہو زبان و کلام

راہِ مدحت میں احتیاط سے چل
سجدۂ شکر کر ادا ہر گام

ورقِ مدح کے مصلے پر
پھر قدم رکھ بہ احترام تمام

کر لے نیت پھر ان کی مدحت کی
ہے مودت کے حج کا یہ احرام

یا علیؑ کہہ تو، لکھ کے بسم اللہ
پھر کر آغاز مدحِ خوش انجام

مصرع اک اک ہو موجۂ کوثر
حرف ہوں مثلِ ساغرِ الہام

طائرِ فکر بھی گرے جن پر
نقطہ ہو ایسا دانہ و دام

مدح میں منھ سے پھول جھڑنے لگیں
ہو بہار آفریں وہ حسن کلام

تختۂ باغ خلد ہو قرطاس
گل وہ کترے ورق پہ تیرا خرام

ہے جو ممدوح وہ حجابوں میں
آ بتاؤں تجھے میں اس کا نام

خود بخود ہو گئی زباں طاہر
لینے والا تھا میں جو ان کا نام

اُن کی عظمت ورائے فہمِ بشر
فاطمہؑ ہے جبھی تو اُن کا نام

سن کے یہ جانمازِ مدحت پر
آ گیا خامہؑ نکو انجام

سب سے پہلے ادا کیا اس نے
ایک سجدہ بہ احترامِ تمام

پھر لکھا ایک مطلع پُر نور
جس سے روشن ہوئی یہ بزم تمام

اس کی توصیف بس نبیؐ کا ہے کام
جس کی مدحت کرے خدائے انام

شان میں جس کی آیتیں آئیں
منقبت جس کی ہو خدا کا کلام

لب پہ قرآں کے ہو کبھی تطہیر
اور کبھی ہل اتیٰ کا ہو پیغام

ہو مودّت کا ان کی حکم، کہ ہے
یہ رسالت کا اجر اور انعام

شکریہ ان کا حق کرے خود ادا
ان کے ایثار کا ہے یہ اکرام

یہ نبوت کی گود میں ہیں پلی
ان کی آغوش میں پلے ہیں امامؑ

مریمؑ و آسیہؑ و سارہؑ سب
ان کی عظمت کو کر رہی ہیں سلام

ان کی تسبیح کا جو رشتہ ہے
اس میں گوندھی ہے حمدِ ربِّ انام

ان کے شوہر ابو الائمہؑ علیؑ
ان کے بیٹے ہوئے ہیں گیارہ امامؑ

ہیں پدر ان کے انبیاؑ کے رسول
ان کی ماں عظمتوں میں عرش مقام

ہیں نمک خوار جن کے اہلِ عرب
جن کا احسانمند ہے اسلام

کربلا اِن کی تربیت کا ثمر
جس سے زندہ ہے آج تک اسلام

ہیں جو خاتونِ جنت آپ، تو پھر
جنتوں میں رہیں گے ان کے غلام

حوریں ان کی کنیز کی بھی کنیز
اور غلمان خادموں کے غلام

بابِ جنت کہ قصر و باغِ بہشت
ان کے گھر کے ہیں صحن اور در و بام

نقش کر لیجے لوحِ دل پہ اِسے
''اسمِ اعظم ہے فاطمہؑ کا نام'' (مصرعِ طرح)

ہم سے حق نے سنی جو ان کی ثناء
قصرِ جنت لکھا ہمارے نام

ان کی مدحت وہاں بھی لکھوں گا
وہ سنیں گی وہاں بھی میرا کلام

مدحِ زہراؑ جو میں نے کی ساحرؔ
حشر میں آئے گی یہی مرے کام

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

قصیدہ در مدح سیدۂ کونینؑ خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا

یہ کون آج اس جہاں میں آ رہا ہے
بڑی پاکیزہ دنیا کی فضا ہے

گھٹا تطہیر کی چھائی ہے ہر سُو
زمیں پاکیزگی کا آئینہ ہے

مئے کوثر سے دھو کر ابرِ باراں
ہر اک شے کی طہارت کر رہا ہے

اذاں مرغِ سحر دیتا ہے کوئی
کوئی طائر کہیں مدحت سرا ہے

تقدس کا سماں اللہ اکبر
مصلیٰ میکدے میں بھی بچھا ہے

ہے جامِ مئے بھی سر سجدے میں رکھے
لبِ مینا پہ قُل قُل کی صدا ہے

لبِ بُلبل پہ ہے تسبیحِ پیہم
زباں قمری کی مصروفِ دُعا ہے

گلوں کے ساتھ جو کچھ خار بھی ہیں
اُنہیں نوکِ زباں حمدِ خدا ہے

یہ کون آنے کو ہے گلزارِ دیں میں
یہ کس کے واسطے گلشن سجا ہے

کسی کی آمد آمد کی خوشی میں
چمن مثلِ عروس آراستہ ہے

شجر صف بستہ استقبال کو ہیں
خوشی یہ ہے کہ اک اک جھومتا ہے

پئے تسلیم شاخیں جھک گئی ہیں
قدم لینے کو سبزہ بچھ گیا ہے

ہیں شاخِ گل پہ غنچوں کے عمامے
تو زیبِ تن تقدس کی قبا ہے

اِدھر وہ بوذرِ باغِ مودّت
نچھاور کو زرِ گل لا رہا ہے

اُدھر وہ فطرتِ فطرت کا دامن
تصدّق کے جواہر سے بھرا ہے

یہ سب شبنم کے موتی تو نہیں ہیں
کہ جن سے دامنِ گلشن بھرا ہے

کسی تسبیح کے بکھرے ہیں دانے
کہ دھوکا جن پہ شبنم کا ہوا ہے

ہے عکسِ مہر سے پانی سنہرا
پگھل کے جیسے سونا بہہ رہا ہے

فلک سے ہو رہی ہے بارشِ نور
اُجالا ہر طرف پھیلا ہوا ہے

نظر نیچی کیے ہیں اہلِ گلشن
تقاضہ احترامِ ذات کا ہے

درود اہلِ گلستاں بھیجتے ہیں
سلام اُن پہ فلک سے آ رہا ہے

یہ منظر دیکھ کر حیران تھا میں
کہ ہاتف نے کہا، کیا سوچتا ہے

حجاب اپنا بنی ہے خود تجلی
نظر پر نُور کا پردہ پڑا ہے

ہے میرے ذہن میں جس کا تصور
بہارِ گلشنِ خیر الورا ہے

ہے آمد آمدِ خاتونِ جنت
یہ گلشن جب تو جنت بن گیا ہے

بہار اب یہ رہے گی تا قیامت
ابھی تو فصلِ گُل کی ابتداء ہے

کلی ایسی کھلی گلشن میں اُن کے
نبیؐ کا روئے روشن کِھل اُٹھا ہے

یہ سن کے کھل اُٹھا جو غنچۂ دل
تو مجھ کو مطلعِ نو مل گیا ہے

قلم کے لب پہ یہ کس کی ثناء ہے
چہک کر، جھوم کر، لب کھولتا ہے

یہ اُس کی محفلِ مدح و ثناء ہے
خدا مدّاح جس کا خود ہوا ہے

خدیجہؓ کی خوشی اللہ اکبر
فدا سو جاں سے اِن پر مامتا ہے

چراغِ حق تو اب روشن رہے گا
اگرچہ آندھیوں کا سامنا ہے

ضیاء پھیلی ہے جو بنتِ نبیؐ کی
چراغِ زعمِ باطل بجھ گیا ہے

وہاں مکہ میں ہے وہ شمع روشن
یہاں تک روشنی کا سلسلہ ہے

درود اب آپ بھی خوش ہو کے بھیجیں
لبِ قدرت پہ بھی صلِ علیٰ ہے

وہ با عظمت ہیں اُن کے لعل جن کا
لباسِ عید جنت میں سلا ہے

کیا تھا کیا یونہی بچوں سے وعدہ
لباسِ عید درزی لا رہا ہے

نظر میں ان کی تھی حق کی مشیت
سمجھتی تھیں خدا کیا چاہتا ہے

سخاوت میں عجب دریا دلی ہے
عطائیں وہ کہ نازاں ہل اتیٰ ہے

شجاعت وہ ہے کہ اللہ اکبر
شریکِ زندگی شیرِ خدا ہے

نبیؐ تعظیم دیں خود باپ ہو کر
اس عظمت کی بھلا کچھ انتہا ہے

انہی کی بیٹیاں ہیں وہ جنہوں نے
محاذِ شام و کوفہ سَر کیا ہے

مَلک جھک کر فلک سے دیکھتے ہیں
زمیں پر منعقد بزمِ کساء ہے

نبیؐ گرچہ ہیں خود محفل میں لیکن
تعارف فاطمہؑ سے ہو رہا ہے

یہ بیٹی بھی ہے، زوجہ بھی ہے، ماں بھی
جبھی تو مرکزِ بزمِ کساء ہے

کنیز اِن کی وہ باعظمت کہ جس کے
تکلم میں تلاوت کا مزہ ہے

نہ کیوں ابتر ہوں اعدائے محمدؐ
یہ اُن پر طنز کرنے کی سزا ہے
زہے اب بلبلِ سدرہ بھی ساحرؔ
برائے مدح میرا ہم نوا ہے

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

قصیدہ در مدح زوجۂ شیرِ خدا جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

صد شکر کہ اَب قسمتِ فن جاگ اٹھی ہے
سرکارِ مودّت میں ہماری طلبی ہے

گلشن میں صبا آئی ہے پیغام یہ لے کر
ہے عید کی شب، محفل میلاد سجی ہے

جبریلؑ کی آواز ہے، اے ساحرؔ حق گو
آراستہ ہے بزم، فقط تیری کمی ہے

حاضر ہے درِ فکر پہ رہوارِ تخیّل
اڑنے میں جو رَف رَف ہے، نزاکت میں پری ہے

آ جلد کہ اب گوش بر آواز ہے محفل
ایک ایک نظر تجھ کو یہاں ڈھونڈ رہی ہے

کوثر میں یہاں دُھلتے ہیں سب نامۂ عصیاں
موقع ہے یہ بخشش کا، شفاعت کی گھڑی ہے

اے صلِ علیٰ محفلِ میلاد کا عالم
جنت بھی یہ کہتی ہے کہ جنت تو یہی ہے

عصمت کی فضائیں ہیں، طہارت کی گھٹائیں
موجِ پرِ جبریلؑ نسیمِ سحری ہے

اک ابر کا ٹکڑا ہے یہ تا حد تخیّل
یا چادرِ تطہیر سرِ بزم تنی ہے

محفل میں ہیں قدسی بھی، پیمبر بھی، ولی بھی
ہر ذات مگر نور کے پردوں میں چھپی ہے

غلمان میں، حوروں میں، فرشتوں میں، بشر میں
شادی ہے، ترانے ہیں، مسرت ہے، خوشی ہے

ہے بلبلِ سدرہ کی زباں پر وہ ترانہ
سُن سُن کے جسے محفلِ کُن جھوم رہی ہے

قرآن جو پڑھتا ہے قصیدوں پہ قصیدے
آیات کے لب وحیِ خدا چوم رہی ہے

دل چاہتا ہے پیش کروں میں بھی قصیدہ
مدحت کی تمنائے دلی جاگ اٹھی ہے

ہے مدح مگر جلوۂ ممدوح کی محتاج
اوصاف کے عرفاں کا وسیلہ تو یہی ہے

اس فکر میں جب نور کے پردوں پہ نظر کی
قرآن نے ٹوکا کہ جسارت یہ بڑی ہے

کیوں مطلعِ تخئیل پہ ہے چشمِ تخیل
رویت کا تصور ہی یہاں بے ادبی ہے

ملحوظ رہے اے نگہہِ فکر حق آگاہ
یہ بارگہہ بنتِ رسولؐ عربی ہے

وہ بنتِ رسولؐ عربی جس کی ولادت
دنیا میں اساسِ شجرِ نسلِ نبیؐ ہے

لو آج دُرودِ دل و جانِ نبوی ہے
کونین میں ہر سمت عجب دھوم مچی ہے

گود اب دُرِ عصمت سے خدیجہؓ کی بھری ہے
سب مالِ جہاں ہیچ، یہ دولت ابدی ہے

تعظیم کو خود سروقد اٹھتے ہیں محمدؐ
اے صلِ علیٰ کیا شرفِ بنتِ نبیؐ ہے

زہراؑ پہ درود اور سلام ان کے پدر پر
یہ رسم تو دربارِ الٰہی سے چلی ہے

خوش ہو کے نہ کیوں گود میں لیں ان کو پیمبرؐ
بیٹی بھی یہی، اجرِ رسالت بھی یہی ہے

راحت میں نبیؐ کے لئے ہے آیتِ رحمت
غم ہوں تو محمدؐ کے لئے نادِ علیؑ ہے

اسلام جواں ہو گیا جس گود میں پل کر
یہ بھی اسی آغوشِ رسالت میں پلی ہے

قائم ہے قیامت تلک اب نامِ محمدؐ
پیغمبرِؐ اسلام کی نسل ان سے چلی ہے

جو اصل ہے زہراؑ کی وہی اصلِ رسالت
جو نسل ہے بی بی کی وہی نسلِ نبیؐ ہے

زہراؑ گلِ گلزارِ رسالت ہے، جبھی تو
زہراؑ کا لقب پایا ہے، کیا خوش لقبی ہے

بیٹی ہے کہ عظمت میں ہے ہم شانِ محمدؐ
زوجہ ہے کہ ایثار میں شایانِ علیؑ ہے

گفتار، کہ قرآن کی منھ بولتی تصویر
کردار کہ آئینۂ کردارِ نبیؐ ہے

جامہ ہے کہ جس کو کہیں قرآن کا جامہ
چادر ہے کہ تطہیر کے تاروں سے بُنی ہے

اک دو کی نہیں، گیارہ اماموں کی ہیں یہ ماں
خود جب تو امامت یہ قدم چوم رہی ہے

احمدؐ سے وفا، حُبِّ علیؑ، ان کی مودّت
اسلام یہی، حاصلِ اسلام یہی ہے

ایمان نہیں ان پہ تو ایمان نہ اسلام
ایماں کی قسم اپنا تو ایمان یہی ہے

عصمت ہو کہ قرآں، رسالت کہ امامت
کس چیز کی بی بی کے گھرانے میں کمی ہے

کیوں آئیں نہ اس در پہ ملک بن کے سوالی
تا عرش یہ شہرہ ہے کہ سرکار سخی ہے

دنیا کو ہوئی تنگیِ داماں سے ندامت
اب شانِ عطا سوئے فلک دیکھ رہی ہے

شبیرؑ کو خود کرب و بلا کے لئے پالا
زینبؑ بھی اسی گود میں پروان چڑھی ہے

کردار کی منزل میں یہ زہراؑ وہ محمدؐ
کیا تربیتِ زینبؑ و شبیرؑ ہوئی ہے

اسلام ہے کیا، پوچھ لو زہراؑ کے عمل سے
یہ ترک ہے دنیا کا نہ دنیا طلبی ہے

یہ آسیہ سائی سے کفِ دست میں چھالے
یا ہاتھ پہ تسبیح کے دانوں کی لڑی ہے

یا برجِ شرف میں ہے ستاروں کا یہ جھرمٹ
یا کہکشاں اک دستِ مبارک پہ سجی ہے

یا طاق میں کعبہ کے یہ شمعیں ہیں فروزاں
یا دُرِ نجف سے یہ کفِ دست بھری ہے

یا صفحۂ قرآں پہ ہے آیات کا جلوہ
یا لوح پہ "والنجم" کی تفسیر لکھی ہے

یہ مصحفِ ایماں میں ہے مضمونِ مساوات
یہ عظمت محنت کو سند ان سے ملی ہے

وہ ایک تھی شمعِ یدِ بیضا کی تجلّی
یہ چودہ چراغوں کی ضیائے ازلی ہے

شاید انہیں چھالوں کی تجلّی تھی سرِ طور
موسیٰؑ کی نگاہوں میں چمکا چوند وہی ہے

کس درجہ گراں قدر ہے ساحرؔ کا قصیدہ
یہ فکر جو میزانِ مودّت میں تلی ہے

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

"گرانی"

قصیدہ در مدح مخدومۂ کونینؑ

جناب فاطمۃ الزہراسیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا

محفلِ میلاد بزمِ فاطمہؑ، جعفرِ طیار سوسائٹی، کراچی

مصرِ تخئیل میں کیسی یہ گرانی چھائی
کہنہ چادر میں زلیخائے ہنر شرمائی

یہ گرانی جو زلیخائے ہنر پر چھائی
بیچنے چادرِ کہنہ سرِ بازار آئی

لاکھ بازار میں تھے قدر شناسانِ سخن
اک خریدارِ ہنر کی بھی نہ آواز آئی

اس گرانی و گراں جانی و افلاس کے ہاتھ
کس نے اس دورِ فلک میں کوئی راحت پائی

آسماں پر جو چڑھی قیمتِ اشیائے حیات
پھر نہ وہ عرشِ معلیٰ سے اتر کر آئی

اس گرانی سے جہاں میں وہ گراں جانی ہے
ہاتھ اُٹھا کے کوئی لیتا بھی نہیں انگڑائی

جن کی محفل میں رہا کرتا تھا جمگھٹ پہلے
اب تو مرغوب ہے اُن کو بھی بہت تنہائی

ایک ہی صف میں نظر آتے ہیں ننگے بھوکے
شیخ ہوں، میر ہوں، مرزائی ہوں یا چغتائی

نفسا نفسی کا یہ عالم ہے کہ اب رہتا ہے
دوست سے دوست تو بھائی سے گریزاں بھائی

مانگ بیٹھے نہ کہیں قرض اُدھار اس ڈر سے
ملنے آتی نہیں ہمسائی سے بھی ہمسائی

ہو گیا خشک لہو خوف سے مہمانوں کے
دَر کی زنجیر ہوا نے بھی اگر کھڑکائی

اپنے گھر کے بھی در و بام سجاتے نہیں وہ
کی گئی تھی جنہیں تفویض جہاں آرائی

اب تو غازہ سے بھی محروم ہیں رخسارِ حسیں
گردِ حالات سے یوں گرد ہوئی زیبائی

ایسے پھل پھول بکا کرتے ہیں اب سونے کے مول
آنے لگتی ہے جنہیں دیکھتے ہی اُبکائی

سیب کو ہاتھ لگایا تو یہ آسیب ہوا
سودا لینے جو گیا تھا وہ ہوا سودائی

سرِ بازار نکل آئی اگر دختِ عنب
بھاؤ انگور کا پوچھا تو وہ خود چکرائی

لے سکے پیرِ مغاں سے نہ بہ قیمت وہ شراب
گو کہ رِندوں کو جماہی پہ جماہی آئی

جام نے ہاتھ بڑھا کر جو طلب کی صہبا
ایسی گھبرائی صراحی کہ بہت ہکلائی

قُرصِ مہتاب کو جو دیکھ کے سویا بھوکا
رات بھر خواب میں یہ نانِ مرغن کھائی

دیکھ کر تاروں کو انگور کے دانے سمجھے
خوش خیالی نے جو بھوکوں کی نظر بہکائی

شیرمال اس کو سمجھ کے کیا جی خوش اپنا
سوکھی روٹی بھی جو پانی میں بھگو کر کھائی

برف جاڑوں میں خریدی تو پسینے چھوٹے
اُون گرمی میں خریدا تو قیامت آئی

کیا کرے دیکھ کے دلدوز مناظر ایسے
چشمِ عبرت سے نہ رخصت ہو اگر بینائی

ایسے موسم کے لئے قید مہینوں کی نہیں
ایک ہیں اس کے لئے جنوری و جولائی

اس بُری طرح دُریدہ ہے لباسِ ہستی
ممکن اب تارِ نظر سے بھی نہیں ترپائی

دب کے مہنگائی سے چیخ اُٹھے سب ہی لوگ مگر
نہ کوئی داد نہ فریاد نہ کچھ سنوائی

ایسے عالم میں ہر اک بابِ سخا بند ملا
جس طرف بیکس و مفلس نے نظر دوڑائی

ہاں، مگر اک درِ اُمید دکھایا اُس کو
جس پہ اللہ نے رحمت کی نظر فرمائی

ہل اتیٰ والوں کا در ہے جو کھلا ہے اب بھی
آؤ چلتے ہیں وہیں بہرِ جبیں آرائی

اب تصوّر جو چلا سوئے دیارِ کعبہ
چشمِ تخئیل نے دیکھی وہ چمن آرائی

بوئے جنت سے مہکتی ہے فضائے بطحا
ہر طرف رحمتِ خالق کی گھٹا ہے چھائی

نہ کوئی تھوکتا ہے خون گرانی سے یہاں
نہ نگلتی ہے غریبوں کو یہاں مہنگائی

فصلِ گل میں بھی نہ وحشت نہ جنوں کا سایہ
نہ کوئی ہے خفقانی، نہ کوئی سودائی

حمدِ خالق میں کہیں مست ہیں طاؤس و خروس
ہے مسرت سے کہیں نغمہ بلب شہنائی

تھے ابھی وجد کے عالم میں مرے قلب و نظر
کہ کسی سمت سے جبریلؑ کی آواز آئی

تجھ کو معلوم نہیں گر سببِ جوشِ بہار
لکھ یہ اک مطلعِ نو بہرِ سخن آرائی

قابلِ دید نہ کیوں دہر کی ہو زیبائی
گھر میں پیغمبرؐ عالم کے ہے بزم آرائی

کیوں نہ ہو گھر میں پیمبرؐ کے یہ بزم آرائی
آج جبریلؑ سے کوثر کی بشارت پائی

رحل پر سورۂ کوثر نے جو لی انگڑائی
آج قرآن کے پیکر میں نئی جان آئی

ابتری کی جو وہ کرتے تھے قیاس آرائی
اُن پہ اب سورۂ کوثر نے قیامت ڈھائی

دیکھ کر آئینۂ سورۂ الکوثر میں
آج ہی سے ہوئے بیٹی کے نبیؐ شیدائی

گوشِ دختر میں اذاں دی جو رسولِؐ حق نے
عرشِ اعلیٰ سے بھی تکبیر کی آواز آئی

کیا بشاشت ہے رُخِ سیدِ کونینؐ پہ آج
آج کی صبح، عجب ساعتِ فرحت لائی

گیارہ خورشیدِ امامت ہوئے جس سے روشن
نور کی گود میں وہ، نور کی آیت آئی

آج شہزادیٔ جنت کے قدم آئے یہاں
اک نئی روشنی اس خاک سیہ نے پائی

حق نے بیٹی دی نبیؐ کو، کہ ہے وہ بھی رحمت
ان کے اخلاق میں رحمت کی ادا یوں بھائی

وصف کیونکر نہ کرے اس کا زبانِ تطہیر
یہ وہ صورت ہے جو قرآن کو بے حد بھائی

میں کہاں اور کہاں مدحتِ خاتونِ جناں
ہے فقط جوشِ مودّت میں قلم فرسائی

جب کبھی میں نے لکھی مدحِ جنابِ زہراؑ
پھول مدحت کے کِھلے فصلِ بہاراں آئی

ذکر لکھا جو خزاں کا تو سیاہی ٹپکی
آ گئی خامۂ خوش ذوق کو بھی اُبکائی

عرش سے مجھ کو مضامینِ ثناء ملتے ہیں
خوانِ نعمت سے مرا رزق بھی ہے بالائی

زندگی بھر رہوں مصروفِ ثنائے زہراؑ
خلق اس واسطے حق نے یہ زباں فرمائی

مدح جاری ہے تو چھپ سکتے نہیں وصف ان کے
بہتے پانی پہ کبھی جم نہیں سکتی کائی

جوشِ مدحت میں نہ کیوں مطلعِ نو اور پڑھوں
اس قصیدے کی بڑھے اور بھی کچھ زیبائی

شکلِ زہراؑ میں خدیجہؑ نے یہ دولت پائی
جب لُٹا دی رہِ اسلام میں پائی پائی

فاطمہؑ جیسی نہ دختر، نہ کوئی ماں دیکھی
لاکھ تاریخِ دوعالم پہ نظر دوڑائی

خُلد مخدومۂ عالم کے مکاں کا گوشہ
وسعتِ عرش ہے اس گھر کے لئے انگنائی

آدمؑ و نوحؑ و خلیلؑ اور محمدؐ کی قسم
ہے امامت کا شرف اِن کے لئے آبائی

اِن کو تعظیم دی خود اُٹھ کے جو پیغمبرؐ نے
ہر زن و مرد کو ان کی عظمت دکھلائی

کس قدر اِن کے فضائل ہیں، یہ کس کو معلوم
اس سمندر کی تو ملتی ہی نہیں گہرائی

مدحتِ فاطمہ زہراؑ میں جو آیات آئیں
اِن سے کچھ اور بھی قرآں کی بڑھی زیبائی

کیا ہی مقبول ہے، خاتونِ قیامت کی دعا
گئی تا عرش تو مُردے کو چلا کر لائی

صدق یہ ہے کہ زباں تک نہ کوئی حرف آیا
مان لی ان کی نصاریٰ نے مگر سچائی

اِن کے وعدے کی صداقت کی گواہی کے لئے
ان کے بیٹوں کے لئے خُلد سے پوشاک آئی

بڑھ کے کی آیۂ تطہیر نے تائید اُس کی
جب قسم ان کی طہارت کی کسی نے کھائی

عرش سے بزمِ کساء دیکھ لی جبریلؑ نے بھی
پرتوِ نور سے یوں اُن کی بڑھی بینائی

پانچ آیاتِ طہارت جو ردا میں دیکھیں
مدح میں آیۂ تطہیر اُتر کر آئی

جب سے دیکھا کہ نبیؐ کرتے ہیں یاں آ کے سلام
در پہ سجدہ میں جھکا ہے فلکِ مینائی

آندھیاں ظلم کی چلتی رہیں پیہم لیکن
تھی یہ وہ شمع کہ لَو بھی نہ کبھی تھرائی

ریگزاروں کو کہاں قدرِ گلستانِ بہشت
اِن کی عظمت کو سمجھ ہی نہ سکے صحرائی

دیکھ کر دامنِ زہراؑ پہ علیؑ کا سجدہ
فاطمی ہو گئے بس آج سے سب مولائی

میری قسمت کا ستارہ بھی چمک جائے، اگر
اِن کی خاکِ کفِ پا سے ہو جبیں آرائی

غنچۂ فکر نہ کھلتا تو بجا تھا ساحرؔ
یہ زمیں ذوقِ مودّت نے مگر چمکائی

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علی مدد

قصیدہ در مدح ملکۂ کائنات جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

طہارت کی فضا میں ہم نے وہ محفل سجائی ہے
کہ شہرت سن کے شوقِ دید میں جنت بھی آئی ہے

ثنائے فاطمۃ زہرا کو جو محفل سجائی ہے
وہی خاتونِ جنت نے مری جنت بنائی ہے

بچھایا سبزہ نو رُستہ نے اک فرش مخمل کا
روش نے لالہ و گل کی نئی مسند بچھائی ہے

لگایا شامیانہ چرخِ زنگاری نے محفل میں
سحابِ رحمتِ خالق نے جھنکیری لگائی ہے

سجایا فکر کے گلدان میں مدحت کے پھولوں کو
انہی پھولوں کے زیور سے عروسِ فن سجائی ہے

وہ ہار آئے ہیں مدحت کے فرزدقؔ جن پہ دل ہارے
انہیں ہاروں نے دل جیتے ہیں، کیسی دلربائی ہے

سجی ہے مدح کے رنگوں سے وہ قوسِ قزح فن کی
اتر کے چرخ سے جیسے دھنک محفل میں آئی ہے

پسِ پردہ ہے کچھ تو جلوۂ ممدوح کا پر تو
کچھ اشکوں کے چراغوں سے بھی محفل جگمگائی ہے

جو ہے مخصوص گلہائے گلستانِ محمدؐ سے
فضائے بزمِ مدحت ایسی خوشبو میں نہائی ہے

کیا ہے ابرِ مئے بردار نے چھڑکاؤ محفل میں
سرور و کیف میں ڈوبی ہوئی برسات آئی ہے

بطورِ خاص ہم نے مئے تولا کی منگائی ہے
جنابِ شیخ کی اب کے برس روزہ کشائی ہے

ملی ہے اس قدر میخانۂ مدحت سے رندوں کو
شرابِ مدح پانی کی طرح سب نے بہائی ہے

شرابور آج ہیں خود واعظ و ناصح بھی چھینٹوں سے
سرِ محفل مئے کوثر کی وہ گنگا بہائی ہے

مزہ اس مئے کا ناصح کو بھلا معلوم ہو کیسے
نہ خود کمبخت نے پی ہے نہ اوروں کو پلائی ہے

حرام اس کو سمجھتا ہے وہ نا واقف شریعت کا
ارے اس مئے کا پینا تو دلیلِ پارسائی ہے

یہ مئے تو وہ ہے جو لائی گئی قرآں کے ساغر میں
چھنی ہے چادرِ تطہیر میں، حق نے پلائی ہے

خبر جبریلؑ نے یہ مطلعِ نو سے سنائی ہے
رسولؐ حق کے گھر میں آج پہلی عید آئی ہے

وہ شمعِ بزمِ عصمت آج خالق نے جلائی ہے
کہ جس سے ''اِنّما و ہل اتیٰ'' نے لو لگائی ہے

نبیؐ کی لاڈلی تعبیرِ کوثر لے کر آئی ہے
غرورِ اہلِ باطل نے یہ پہلی چوٹ کھائی ہے

خبر جبریلؑ نے بزمِ کساء میں یہ سنائی ہے
''جنابِ فاطمہؑ کی شان میں تطہیر آئی ہے''

ثنائے فاطمہؑ کی منزلِ دشوار آئی ہے
مدد کو آیئے مولاؑ، دمِ مشکل کشائی ہے

وہیں سے بھیک لے کے میں نے بھی توقیر پائی ہے
جہاں دستِ ملائک میں بھی کشکولِ گدائی ہے

ثنائے دشمنِ زہراؑ کسی لب پر جو آئی ہے
قلم بھی ڈگمگایا ہے زباں بھی لڑکھڑائی ہے

چلو نذرانۂ دادِ سخن اب لے کے محفل میں
عروسِ نوبہارِ منقبت کی رونمائی ہے

دیا ہے مجھ کو درسِ منقبت استادِ فطرت نے
مجھے جبریلِ فن نے اس کی یہ ابجد سکھائی ہے

مری کیا حیثیت، ادنیٰ سا اک مداح ہوں، جس کو
نہ ذوقِ خود نمائی ہے، نہ شوقِ خود ستائی ہے

جنابِ فاطمہؑ نے عصمتِ کردار و سیرت سے
خواتینِ جہاں کو اک نئی منزل دکھائی ہے

اِسی شہزادیٔ کونین نے فضہ کی خدمت سے
کنیزانِ خدا کی منزلت کتنی بڑھائی ہے

انھی سے ان کے بیٹوں نے شہادت کے سبق سیکھے
انھی سے بیٹیوں نے جراَتِ اظہار پائی ہے

نبیؐ کی ایک بیٹی، ایک ہی بیٹی ہے دنیا میں
دوئی کیسی یہاں تو بس اکائی ہی اکائی ہے

نگیں جس میں امامت ہے، طہارت ہے فضا جس کی
وہ بستی صفحۂ گیتی پہ، زہراؑ نے بسائی ہے

محمدؐ کا انہیں تعظیم دینا، ہے دلیل اس کی
شرف میں حق نے بیٹی باپ کی ہم سر بنائی ہے

خدا نے بھیج کر اس دہر میں خاتونِ جنت کو
زمیں کے ایک ٹکڑے پر بھی اک جنت بسائی ہے

وہ شخصیت ہے زہراؑ کی کہ بیٹے، باپ سب شیدا
امامت بھی فدائی ہے، رسالت بھی فدائی ہے

شرفِ تسلیم ہے سارہؑ و حواؑ کا مگر زہراؑ
شرف وہ ابتدائی تھا، یہ عظمت انتہائی ہے

ہے اہلبیتؑ میں ساری چمک کردارِ زہراؑ سے
اسی گوہر سے سارے موتیوں نے آب پائی ہے

ہے نورِ فاطمہؑ میں پرتوِ نورِ خداوندی
مصور نے یہ تصویر اپنے جلووں سے بنائی ہے

ہیں جس کے سامنے لعل و جواہر ہیچ دنیا کے
خدیجہؑ نے خدا کے فضل سے دولت وہ پائی ہے

ہیں ماں بیٹوں کی خدمت کو ملائک اس طرح حاضر
کبھی جھولا جھلایا ہے کبھی چکی چلائی ہے

ہوئے ہیں کفو حیدرؑ، فاطمہؑ کے مرضیِ رب سے
امامِ اوّلیں کے ہاتھ میں تسبیح آئی ہے

نہ کیوں مدحِ نبیؐ و آل میں کرتا رہوں ساحرؔ
بزرگوں کی وراثت میں نے یہ مولاؑ سے پائی ہے

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علی مدد

در مدح معصومۂ عالم جناب سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا

نگاہ و فکر میں پاکیزگی سی آئی ہے
کسی نے جب سے حدیثِ کساء سنائی ہے

میں اس فضائے مودّت میں آ گیا ہوں جہاں
عبادتیں ہیں، تقدس ہے، پارسائی ہے

درود و ذکر و تلاوت کی دھوم ہے ہر سو
کہیں ہے حمد، کہیں منقبت سرائی ہے

یہ بزمِ مدح، ملک جس میں گوش بر آواز
یہ میکدہ ہے جہاں مئے جناں سے آئی ہے

کچھ ایسی طیب و طاہر ہے یہ فضا جیسے
یہ بزم ناظمِ فطرت نے خود سجائی ہے

ہے میکدہ میں جو ہر سو فضا طہارت کی
گھٹا بھی چادرِ تطہیر بن کے چھائی ہے

زمیں پہ فرش تھا لازم جو میکشوں کے لئے
اتر کے چاند نے خود چاندنی بچھائی ہے

ملا ہے مجھ کو بھی اک جام اب جو محفل میں
تو ایک مطلعِ نو نے جھلک دکھائی ہے

یہ بزم مطلعِ مدحت سے ہو گئی روشن
تمام بزمِ ثنا جس سے جگمگاتی ہے

مری زباں پہ جو مدحِ بتولؑ آئی ہے
اس ایک حرف نے عزت میری بڑھائی ہے

نبیؐ کا غنچۂ دل بھی خوشی سے جھوم اُٹھا
کلی خدیجہؓ کے دل کی جو مسکرائی ہے

یہ ایک بچی نہیں ان کی گود میں، یہ تو
فلک سے آیتِ عصمت اُتر کے آئی ہے

وہ جس کے آگے ہیں بے قدر درہم و دینار
وہ دولت آج خدیجہؓ نے حق سے پائی ہے

یہ آستانِ خدیجہؓ نہیں ہے آج کے دن
زمیں پہ عرش سے جنت اُتر کے آئی ہے

ہے شہرِ علم میں حورانِ خلد کا جو ہجوم
یہاں کتابِ طہارت کی رونمائی ہے

لگی ہے در پہ گدایانِ عرش کی جو قطار
ہر اک کے ہاتھ میں اک کاسۂ گدائی ہے

ورودِ حضرتِ زہراؑ سے مضطرب ہیں عدو
اس اک خبر نے بڑی کھلبلی مچائی ہے

بہت جو مدعیِ ابتری تھے، اب چپ ہیں
یہ ان کے دشمنوں نے ایسی چوٹ کھائی ہے

خدا ہے ان کی عطاؤں پہ ان کا شکر گزار
بڑی خبر ہے یہ جو ہل اتیٰ سے پائی ہے

وہ ان کا زوج خدا تو نہیں خدا کی قسم
وہ ناخدا ہے کہ قبضہ میں کُل خدائی ہے

یہ ماں وہ ہیں کہ محمدؐ مثال ہر بیٹا
یہ وہ چمن ہے کہ ہر پھول مصطفائیؐ ہے

انہی کے نور سے گیارہ چراغ روشن ہیں
چراغِ حق نے بھی خود جن سے لَو لگائی ہے

ہَوا کے آگے بھی یہ سر بلند رکھتے ہیں
مزاج سارے چراغوں کا کربلائی ہے

سمجھ ہی سکتا نہیں کوئی عظمتِ زہراؑ
بشر کی فکر کی اس تک کہاں رسائی ہے

کئے ہیں گوہرِ مدحت جو نذرِ ملکہؑ خلد
یہ ہم نے خلد کی قیمت یہاں چکائی ہے

جہاں خدا و نبیؐ کر رہے ہوں مدح و ثنا
وہاں کسی کو کہاں تابِ لب کشائی ہے

خدا کی شان کہ ساحرؔ ہے اور مدحِ بتولؑ
بجا ہے فکر کو جو عذرِ نارسائی ہے

☆☆☆☆☆

قطعہ (مدح خاتونِ جنت سلام اللہ علیہا)

کیا رتبۂ زہراؑ ہے، اسے کیا کوئی جانے
یہ راز کسی پر نہ کھلے گا نہ کھلا ہے
یہ مرتبۂ دامنِ زہراؑ ہے کہ جس پر
سجدہ وہ کرے گا جو نصیری کا خدا ہے

قصائد و مناقب در مدح

مولائے صلح و امن حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

دو شعر (مدح امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام)

جشنِ عیدِ میلادِ حسنؑ میں بہرِ مدحِ آنجناب
ایک ساحرؔ کی طرف اٹھی نگاہِ انتخاب

☆☆☆☆☆

تھی جو فکر مدحِ سردارِ جوانانِ جناں
کھل گئے ویرانۂ تخیل میں جنت کے باب

دو شعر (مدح امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام)

آرزوئے مدحتِ شبرؑ دلِ مضطر میں ہے
آسماں کو ہاتھ سے چھولوں یہ سودا سر میں ہے

☆☆☆☆☆

صاف آتے ہیں نظر شکلِ حسنؑ میں مصطفیٰؐ
کیا مجلّا آئینہ یہ دستِ پیغمبرؐ میں ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدح تفسیر اول سورۂ کوثر امام حسن مجتبیٰؑ علیہ السلام

(طرحی محفل میلاد مبارک امام حسن مجتبیٰؑ ۔ در امام بارگاہ حیدری۔ خیرپور میرس۔ سندھ پاکستان)

ہے وقارِ عالمِ انسانیت امن و اماں
امن ہی ہے آدمیت کے لئے شایانِ شاں

امن بنیادِ اخوت، جنگ وجہ افتراق
کیا مزہ جو آدمی ہو آدمی سے بد گماں

امن ہی کے دور میں کھلتے ہیں غنچے فکر کے
امن ہی کے فیض سے ہے سب بہارِ گلستاں

امن ہی تو مقصدِ قران و اللہ و رسولؐ
امن ہی اسلام کی نظروں میں منزل کا نشاں

دہر میں شر دیکھتے ہی کہہ اٹھا "لا تُفسِدُوْ"
ایسے عالم میں کہیں رکتی ہے قرآں کی زباں

امن بنیادی ضرورت ہے بشر کے واسطے
امن لیکن صلح سے ہے، فتنہ و شر سے کہاں

جب بشر سے شر نکل جائے تو رہ جاتی ہے "ب"
"ب" کہ جس کو بائے بسم اللہ کہیے بے گماں

حق کے حق میں جنگ کی بے شک، مگر اس نے کبھی
اپنے حق کے واسطے کھینچی نہیں تیغ و سناں

آج اس کے لعل کا جشنِ ولادت ہے بپا
صلح پر مائل ہے فصلِ گل سے اب فصلِ خزاں

صلح کا ذکر آتے ہی دل نے کہا "یا مجتبیٰؑ"
بات نکلی تھی کہاں سے اور جا پہنچی کہاں

"لو مبارک آ گیا صورتِ گر امن و اماں"
جب تو ہے محفوظ خاروں سے بہارِ گلستاں

جب تو یہ محفل سجی ہے داعیانِ صلح نے
جب تو ہے اس انجمن پر بزمِ انجم کا گماں

اللہ اللہ انجمن اور انجمن بھی حیدری[1]
حیدری ہے تو نہ کیوں ہو مرکزِ امن و اماں

۱؎ [illegible] شرکت کرتے تھے۔

انجمن ہے حیدری یا میکدہ ہے کوثری
دور یہ جامِ وِلا کے یہ ہجومِ میکشاں

یہ سرور و کیف، یہ جذبات، یہ رنگِ طرب
یہ ہوائیں، یہ فضائیں، یہ بہاریں، یہ سماں

اشک پلکوں پر، منڈیروں پر ہیں یا گھی کے چراغ
اس چراغاں سے ہے پھیکا آج رنگِ کہکشاں

اشک ہیں یا ابر سے آتی ہیں لہراتی ہوئی
گنگناتی، رقص کرتی، مسکراتی، بوندیاں

بادہ خواری کا مزہ ہے اس بھری برسات میں
آ رہی ہیں شیشہ و ساغر کو بھی انگڑائیاں

نام ساقی کے یہ نعرے یہ دُرودوں کی صدا
یہ خوشی، یہ سر خوشی، یہ ہا و ہو، یہ مستیاں

ہے یہاں ایسی تو کیسی ہو گی طیبہ کی بہار
دیکھیے اس مطلعِ انوارِ عصمت کا سماں

ہے جبینِ فکرِ ساحرؔ اور حسنؑ کا آستاں
کیا خدا کی شان ہے، یہ سر کہاں، وہ در کہاں

عرش سے ہے یوں مدینے میں ملائک کا ورود
جلوے ہی جلوے ہیں مابینِ زمین و آسماں

رقص میں موجِ ہوا ہے، مست ہیں مرغانِ دل
بلبلِ سدرہ چہکتا ہے، فضا ہے نغمہ خواں

جھومتا ہے سبزۂ بیگانہ اپنوں کی طرح
وجد میں پتے بجاتے ہیں خوشی سے تالیاں

لا رہا ہے خلد سے رضواں زرِ گل کے طبق
گوہرِ شبنم نچھاور کر رہا ہے آسماں

ایک غل صلِّ علیٰ کا، اک مسرت کی ہے دھوم
ہیں خوشی کے رنگ میں ڈوبے ہوئے کون و مکاں

فاطمہؑ کے گھر میں حورانِ جناں کا ہے ہجوم
در پہ حاضر دست بستہ اک گروہِ قدسیاں

قیصری، شاہی، امارت کا یہاں کیا تذکرہ
اک طرف اس گھر کی عظمت، اک طرف سارا جہاں

ایک بچے کو لئے ہیں گود میں ختم الرسلؐ
جس کے جلووں سے بنا ہے آفتابِ ضوفشاں

مل نہیں سکتی مثال اس نورِ رخ کی، ہاں مگر
تھیں کفِ موسیٰؑ میں اس جلوے کی کچھ پرچھائیاں

ایک تو بیٹا علیؑ کا، دوسرے حق کا امامؑ
تیسرے ہادیٔ برحق، چوتھے مصحف کی زباں

کیا بشاشت ہے رخِ پیغمبرؐ اسلام پر
مل گئی جیسے رسالت کو نئی تاب و تواں

کیوں نہ ہوں خوش دیکھ کر حسنِ حسنؑ کو مصطفیٰؐ
حسنِ عنواں سے نکھر جاتا ہے رنگِ داستاں

آ رہی ہے عرش سے اللہ اکبر کی صدا
دے رہے ہیں کان میں بچے کے پیغمبرؐ اذاں

سورۂ کوثر ہے صدقہ فاطمہؑ کے لعل پر
آلِ پیغمبرؐ کثیر، ابتر نصیبِ دشمناں

ہے فدا قرآن صورت پر تو حوریں ہیں نثار
مدحتِ مولود میں مصروف ہے سب کی زباں

لائے ہیں جنت سے قدسی اک قبائے سبز رنگ
جس کی آب و تاب پر صدقے حریر و پرنیاں

اک مسرت کی فضا گھر میں بھی ہے باہر بھی ہے
گھر میں فضہؓ بھی ہیں خوش، قنبرؓ بھی باہر شادماں

ہدیۂ تبریک باہر پیش کرتے ہیں ملک
گھر میں حوروں کی زباں پر ہیں مبارکبادیاں

آ گیا وہ فاتحِ اقلیم قلب و روح آج
صلح ہے تلوار جس کی، خُلق ہے جس کا نشاں

زندگی بھر جو محاذِ امن پر لڑتا رہا
ظلم و جور و جبر کی جس نے اُڑا دیں دھجیاں

اس پہ ہے "ابناءنا" شاہد کہ یہ اُس کا ہے لعل
عرش نے رکھ لیں اٹھا کر سر پہ جس کی جوتیاں

چھوڑ کر بچے کو زہراؑ آسیہ گرداں ہوئیں
اب کبھی فضہؓ، کبھی جبریلؑ دیں گے لوریاں

ماں کا وعدہ ہے کہ لے کر آئے گا خیاط کل
عید کا جوڑا سیئیں جلدی سے حورانِ جناں

دیکھنا ہے اقتدار ان کا تو دنیا دیکھ لے
طشت میں پانی کے قطروں کی جواہر ریزیاں

وحیٔ قولِ مصطفیٰؐ تفسیر ہے قولِ حسنؑ
وہ خدا کے ترجماں، یہ مصطفیٰؐ کے ترجماں

رہنمائی میں حسنؑ کی دینِ حق کا قافلہ
کربلا کی سمت ہے آہستہ آہستہ رواں

عظمتِ شبرؑ کا عرفاں اور خود ہم کو نہیں
یہ ہماری کم نگاہی، الحفیظ و الاماں

ہو حسنؑ کی عظمتوں کے باب میں کچھ شک جسے
اس کے منہ میں خاک، اس پر پھٹ پڑے یہ آسماں

وہ امامِ وقت، وہ زہراؑ کی جاں، حیدرؑ کا دل
وہ امینِ عظمتِ پیغمبرِؐ کون و مکاں

وارثِ زورِ ید اللٰہی ہے یہ بھی، دیکھ لو
کہہ رہی ہیں یہ ابھر کر بازوؤں کی مچھلیاں

یہ اٹھا لیتے اگر تلوار باطل کے خلاف
شام کی گلیوں میں بہہ جاتیں لہو کی ندیاں

موردِ الزام ہو جاتی مگر فکرِ امامؑ
اور سفیانی سیاست کی چمک جاتی دکاں

حق میں دشمن کے یہی لکھتا مورخ کا قلم
صلح کا خواہاں تھا وہ، پھر بھی نہ دی اس کو اماں

صلح کر کے نوچ لی باطل کی چہرے سے نقاب
اور سفیانی سیاست کی اُڑا دیں دھجیاں

صلح تھی اتمامِ حجت حجتِ حق کے لئے
اک کڑی تھی یہ نجف اور کربلا کے درمیاں

فکر کی یکسانیت کہتی ہے باب صلح میں
ہیں جہاں پیغمبرؐ آخر، حسنؑ بھی ہیں وہاں

اے زہے شبرؑ کی مدحت اور زباں قرآن کی
دیکھ لے ساحرؔ اسے کہتے ہیں اعجازِ بیاں

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

قصیدہ در مدح وارثِ خُلقِ محمدؐ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

(طرحی محفل میلادِ امام حسنؑ بر قیام گاہ حضرت عالیؔ جونپوری مرحوم، کورنگی، کراچی)

ملی مجھ کو جگہ مسند پہ بزمِ مدحِ شبرؑ میں
لکھا مولاؑ نے یہ اعزاز بھی میرے مقدر میں

وہی ہے زندگی میری جو گزرے مدحِ شبرؑ میں
جبھی تک میں بھی ہوں جبتک یہ سودا ہے مرے سر میں

مئے مدحت سے ملتی ہے حیاتِ جاوداں ہم کو
کہاں آبِ حیات ایسا سکندر کے مقدر میں

جبھی تو جامِ مدحت کی طلب کا یہ تقاضا ہے
قصیدہ اک گزاروں خدمتِ سبطِ پیمبرؐ میں

قصیدہ وہ نہیں، لٹکائیں جو دیوارِ کعبہ پر
قصیدہ وہ جو آویزاں ہو شہرِ علم کے در میں

تعلّی اور میں! استغفر اللہ و معاذ اللہ
ہر اک حرفِ تکبر ہے مری فطرت کی ٹھوکر میں

میں جو کچھ بھی لکھوں سب فیض ہے وہ میرے مولاؑ کا
اسی دریا کے ہیں یہ سب گہر دستِ شناور میں

جو خاک اس آستاں کی چھان کے چنتا ہوں پلکوں سے
نگینے ہیں وہی اس لیلیٰ مدحت کے زیور میں

میں جو مانگوں، درِ مولاؑ سے وہ مل جائے گا مجھ کو
یہی لکھا گیا روزِ ازل میرے مقدر میں

اٹھاتا ہوں قلم جو بہرِ مدحت یا علیؑ کہہ کر
سنورتی ہے فضائے عالم تخیل دم بھر میں

تموج فکر میں تخیل میں لہریں سی اٹھتی ہیں
کہ موجیں مارتا ہو جس طرح پانی سمندر میں

طہارت نطق کی جو مدحِ عصمت کو ضروری ہے
زبانِ مدح کو دیتا ہوں غوطے جامِ کوثر میں

بساتا ہوں تخیل کو جو بوئے باغِ عصمت سے
ڈبوتا ہوں قلم کو آنسوؤں کے مشک و عنبر میں

وہی تو خامۂ مدحت رقم کی روشنائی، ہیں
جو بوندیں آبِ کوثر کی ہیں میرے دیدۂ تر میں

ثنائے صاحبِ تطہیر سے پہلے طہارت کو
نہا آتی ہے میری فکر جا کر حوضِ کوثر میں

دعا کرتا ہوں، منّت مانتا ہوں، گڑگڑاتا ہوں
تو مولاؑ کی نگاہِ لطف ہو جاتی ہے دم بھر میں

اگر تشبیب میں منظر دکھاتا ہوں بہاروں کا
ہزاروں رنگ آ جاتے ہیں پس منظر سے منظر میں

سجاتا ہوں تصور میں جو اب محفل بہاروں کی
خبر اس کی پہنچ جاتی ہے شاید بزمِ کوثر میں

جبھی تو بزم میں لاتی ہیں حوریں بادۂ کوثر
صراحی میں، سبو میں، جام میں، پیالے میں، گاگر میں

بنامِ ساقیٔ کوثرؑ پلاتا ہوں میں رندوں کو
پلانا کیا، لنڈھا دیتا ہوں خُم کے خُم گھڑی بھر میں

اٹھا دیتا ہوں اس کو بزم سے بے اذن جو آئے
یہی نکتہ ملا ہے دامنِ حرفِ مکرر میں

کمال اس میں مرا کیا، یہ مرے ساقی کا صدقہ ہے
جو موجِ فکر مل جاتی ہے جا کر موجِ کوثر میں

صدا دیتا ہوں جب میں ساقیِ صہبائے کوثر کو
ہوائیں خوشگوار آتی ہیں ماحولِ مکدر میں

گھٹائیں گھر کے آتی ہیں، جھما جھم مینھ برستا ہے
چھما چھم کی صدائیں جس طرح رقصِ قلندر میں

ہزاروں پھول فکر و فن کے صحرا میں کھل اٹھتے ہیں
نمو ہوتی ہے بنجر میں، گلاب اگتے ہیں پتھر میں

شرابِ مدحِ صومِ فکر میں بھی یوں برتی ہے
کہ افطاری بھی ملتی ہے مئے مدحت کے ساغر میں

اب اس سے کیا، ہمیں جامِ ولا، زاہد کو اک خرمہ
وہی ملتا ہے جو لکھا ہو بس جس کے مقدر میں

بڑا غرہ ہے زاہد کو جو تقوے پر تو یہ سن لے
میں پی جاتا ہوں تقویٰ گھول کے مینا و ساغر میں

مری تر دامنی پر معترض اور بے خبر اس سے
کہ لہریں لی رہی ہے سلسبیل اس دامنِ تر میں

ہیں سب آگاہ اُس کی پارسائی کی حقیقت سے
کچھ اور انداز ہیں باہر کچھ اور احوال ہے گھر میں

دکھا دوں میں اگر جلوہ عروسِ فکر کا اس کو
سب اس کی پارسائی کا بھرم کھل جائے دم بھر میں

سجاتا ہوں دلہن کی طرح جب سلمائے مدحت کو
مری مشاطگی کی دھوم مچ جاتی ہے ہر گھر میں

چھڑکتا ہوں سرِ قرطاس افشاں لفظ و معنی کی
ستارے ٹانکتا ہوں لیلیٔ مدحت کی چادر میں

پنھا کر فکر کے پھولوں کے گجرے پھر سجاتا ہوں
چنبیلی کی کلی گیسوئے سلمائے سمن بر میں

سجاتا ہوں سخن کے پھول قصرِ مدح میں ہر سو
دریچوں میں، ستوں میں، سقف میں، دیوار میں، در میں

دکھاتا ہوں عروسِ فن کا جلوہ اہلِ محفل کو
کبھی تخیل کے قد میں، کبھی لفظوں کے پیکر میں

سجاتا ہوں میں تشبیب اس طرح اپنے قصیدے کی
دلہن ہو جلوہ گر جیسے کوئی پھولوں کے زیور میں

ہر اک تشبیب کرتی ہے گریز آخر سوئے مدحت
ہر اک دریا بالآخر جا کے گرتا ہے سمندر میں

ہے اس تشبیب کی منزل بھی مدحِ سبطِ پیغمبرؐ
یہ دریا اب گرے گا جا کے بحرِ مدحِ شبرؑ میں

ہے منظور آج اس ساقی کی مدحت جو بجام صلح
نویدِ امن لایا اس جہانِ فتنہ و شر میں

وہی ساقی جو آج اس محفلِ مدحت کا ساقی ہے
وہی چاند آج جس کی چاندنی پھیلی ہے ہر گھر میں

الٰہی مدح ہے درپیش زہراؑ کے گلِ تر کی
وہ خوشبو آئے مصرعوں سے جو ہوتی ہے گلِ تر میں

ہو وہ پر نور مطلع مدحتِ مولاؑ میں اے ساحرؔ
کہ جس سے روشنی ہو جائے راہِ مدحِ شبرؑ میں

وہ نور اترا فلک سے خانۂ محبوبِ داور میں
اندھیرا ہو گیا جس سے ابو سفیان کے گھر میں

محمدؐ دیکھتے ہیں اپنا جلوہ حسنِ شبرؑ میں
کسی نے رکھ دیا ہے آئینہ آغوشِ جوہر میں

:

نظر آئے محمدؐ کو علیؑ بچے کے پیکر میں
ادا میں، ناز میں، انداز میں، صورت میں، تیور میں

اذاں دیتے ہیں سرکارِ دو عالمؐ گوشِ شبرؑ میں
سویرا ہو رہا ہے کائناتِ ربِ اکبر میں

اذاں گوشِ حسنؑ سے جا رہی ہے صبحِ محشر تک
قیامت کی ہے گونج اس کلمۂ اللہ اکبر میں

ہے اک زانو پہ قرآں ایک پر تفسیر قرآں کی
وہ اترا قلبِ احمدؐ پر یہ آغوشِ پیمبرؐ میں

ابھی تک آ رہی تھیں آیتیں خاموش قرآں کی
یہ پہلا بولتا قرآن ہے دستِ پیمبرؐ میں

زباں اک اور گویا مل گئی قرآنِ صامت کو
چراغ اک اور روشن ہو گیا اللہ کے گھر میں

تجلی جس کی زہراؑ کے مکاں سے لا مکاں تک ہے
یہی ہے چاند ایسا کائناتِ ماہ و اختر میں؟

جلا جاتا ہے دامن آندھیوں کا جس کی تابش سے
چراغ ایسا ہے روشن دامنِ خاتونِ محشرؑ میں

لیا ماں نے ردا کے سائے میں خوش ہو کے بیٹے کو
تحفظ مل گیا اسلام کو زہراؑ کی چادر میں

لئے ہو چاند کو ابر بہاراں گود میں جیسے
ہے یہ نورِ نظر اس طرح سے آغوشِ مادر میں

مدینہ علم کا کچھ اور چمکا نورِ شبرؑ سے
ہوا فانوس روشن آج شہرِ علم کے در میں

یہ بچہ آ گیا تفسیر بن کے لفظِ کوثر کی
بھٹکنے والے اب بھٹکا کریں تفسیرِ کوثر میں

کچھ ایسی شان سے دوشِ پیمبرؐ پر ہے یہ بچہ
نبیؐ کی زلف ہاتھوں میں، ملوکیت ہے ٹھوکر میں

شرف فرزندِ حیدرؑ کی غلامی کا بھی ہاتھ آیا
اضافہ ہو گیا اب اور بھی اعزازِ قنبرؓ میں

مقرر ہو گیا جب سے مگس رانی پہ شبرؑ کی
جبھی سے اور تیزی آ گئی جبریلؑ کے پر میں

نبیؐ کے خُلق کو خُلقِ حسن کہتی ہے یہ دنیا
یہ جوہر آئینے میں ہے کہ آئینہ ہے جوہر میں

ملوکیت کے شر میں بائے بسم اللہ حائل ہے
یہی ہے معنی حرفِ مشدّد اسم شبّرؑ میں

ملوکیت کی نخوت کو جھکا دیں گے یہ قدموں پر
علیؑ کے لعل ہیں، یہ بھی علم گاڑیں گے پتھر میں

حسنؑ نے رفع شر کے واسطے کی صلح باطل سے
نہیں تو قوتِ دستِ علیؑ تھی دستِ شبّرؑ میں

لکھوں کیا صفحۂ مدحت پہ نام دشمنِ شبّرؑ
لگاؤں ٹاٹ کا پیوند کیوں ریشم کی چادر میں

سمجھ لوں ہو گیا حق مدحِ شبّرؑ کا ادا ساحرؔ
اگر شایانِ شان اک شعر کہہ دوں مدحِ شبّرؑ میں

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

قصیدہ در مدح امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام فرزندِ رسولؐ امن و اسلام

خواب میں دیکھ کے سر سبزیِ باغِ مدحت
آنکھیں ملتی ہوئی جاگ اٹھی ہماری قسمت

شکر ہے خواب کی تعبیر بھی فوراً پائی
ذوقِ مدحت کو ملی مدحِ حسنؑ کی دعوت

میں نے رکھا جو قدم میکدۂ مدحت میں
مجھ کو ساقی نے دیا جامِ ولائے عترتؑ

لاکھ بوجھل ہو طبیعت مگر اک ساغر سے
اک عجب کیف میں ڈھل جاتی ہے وہ کیفیت

فکر و تخیل پہ اک نشہ سا چھا جاتا ہے
بادۂ مدح کی ملتی ہے زباں کو لذت

للہ الحمد کہ پھر دل نے خبر یہ پائی
لیجئے دَور میں آنے کو ہے جامِ مدحت

کر دیا ہر طرف اعلان بہار آنے کا
گڑگڑاتے ہوئے بادل نے بجا کر نوبت

فکر کے غنچے کھلے مدح کی کلیاں مہکیں
کشتِ تخیل پہ برسا جو یہ ابرِ رحمت

وہ جنوں خیز یہ موسم ہے کہ ناصح کے بھی آج
اٹھ رہے ہیں سوئے میخانہ قدم، یا وحشت!

ہم تو پہلے ہی کہا کرتے تھے ناصح سے یہی
میکدے میں کبھی تشریف تو لائیں حضرت

جزوِ ایماں ہے یہ صہبائے تولّائے حسنؑ
اس سے اک بار ہو انکار تو ایماں رخصت

یہ وہ مے ہے جو رسولؐ دوسرا پیتے ہیں
اس سے دامن کو بچانا ہے سراسر بدعت

آ گئے بھول کے ناصح بھی جو میخانے میں
اور بڑھ جائے گی اس فصل میں اُن کی وحشت

وقت بے وقت انہیں مے کی مذمت سے ہے کام
بس یہی علم ہے گل آپ کا، آگے آیت

ہم کو اس مئے سے بھی ہے، ساقیٔ کوثرؑ سے بھی عشق
ان کا یہ حال کہ ہر مئے سے "بظاہر" نفرت

آج ساقی کے یہاں ہے وہ مسرت، وہ خوشی
عام ہے میکدے میں دورِ شرابِ مدحت

خوش جو ساقی ہے تو ہے وجد میں ہر جام و سبو
جوش میں دیکھ کے مئے ٹوٹ پڑی ہے خلقت

اتنی مئے آج بہائی گئی میخانے میں
ہو گئی حضرتِ ناصح کی عبا بھی لت پت

دیکھ کر آپ کو شیشے کی پری ہنستی ہے
خود بھی تو ایک ذرا آئینہ دیکھیں حضرت

اس سے بہتر ہے کہ ناصح کبھی آئے نہ یہاں
مفت میں ہوتی ہے بیچارے کو آ کر خفت

دے کے ساقی نے مرے ساغرِ صہبائے وِلا
مجھ کو مداحیٔ شبرؑ کی عطا کی خدمت

مدحِ شبرؑ کا ہے صدقہ، مرے مولاؑ کی ہے دین
آج ہے میرے ہنر کی جو یہ قدر و قیمت

مجھ کو جو حرفِ سخن مدحِ حسنؑ نے بخشا
ہفت اقلیم سے اس کی نہ چکے گی قیمت

ان کی توصیف میں ہر نقطہ گہر ہے مجھ کو
ان کی مدحت کا ہر اک حرف ہے میری دولت

کوئی کام اور نہیں مجھ کو بجز مدح و ثناء
مدحِ اولادِ پیمبرؐ تو ہے اپنی عادت

مطلعِ فکر پہ اس چاند کی رویت ہوئی اب
جس کو خورشیدِ نبوت سے ملی ہے طلعت

علم کے شہر میں آیا ہے نظر عید کا چاند
کر لیں جلدی سے سب افطار کی بس اب نیت

گھول کر بادۂ تخیل میں قندِ مدحت
روزہ داروں کے لئے ہم نے بنایا شربت

کھول کر فکر کا روزہ رمضان میں اب کے
باندھ لی ہم نے پھر اب مدحِ حسنؑ کی نیت

کعبۂ دل میں ہے یوں حسنِ حسنؑ کا جلوہ
جیسے آئینۂ گلشن میں گلوں کی رنگت

چاند نکلا ہے وہ زہراؑ و علیؑ کے گھر میں
مطلعِ زیست سے کافور ہوئی ہے ظلمت

باغِ زہراؑ میں وہ پھول آج کھلا ہے جس سے
گلشنِ خلد کی پھیلی ہے جہاں میں نکہت

آج گلزارِ محمدؐ میں وہ آئی ہے بہار
اب ہمیشہ کو خزاں ہو گئی اس سے رخصت

کس قدر آج پیمبرؐ کو خوشی ہے دیکھو
صاف ہے رخ سے عیاں، دل کی جو ہے کیفیت

مل گیا رزم گہہ حق میں رسولؐ حق کو
حق سے اک دستِ قوی اور برائے نصرت

آج کچھ اور قوی ہو گیا دل حیدرؓ کا
آ گئی بازوئے اسلام میں تازہ قوت

کیا حُسینؑ پھول یہ گلزارِ امامت میں کھلا
جس کے سائے سے بھی پھیکی ہو گلوں کی رنگت

رحلِ آغوشِ پیمبرؐ پہ عدو نے خود آج
دیکھ لی وعدۂ کوثر کی مجسم صورت

اس کے جد علم کا شہر اور پدر شہر کا در
خود ہے یہ لعل چراغِ در علم و حکمت

خود بھی بھائی بھی ہیں سردارِ جوانانِ جناں
ماں ہیں خاتونِ جناںؑ، باپ قسیم جنت

حسنِ اخلاقِ اب و جد کا مرقع ہیں حسنؑ
فاطمہؑ خو، علیؑ کردار، محمدؐ سیرت

ان کا پیکر ہے کہ ہے روحِ نبیؐ کا قالب
ان کی ہستی کہ مجسم ہے خدا کی رحمت

سر بسر ہو بہو تصویرِ محمدؐ ہیں حسنؑ
خُلق اُن کا ہے، مزاج اُن کا، اُنہی کی صورت

خُلق اچھا ہو تو کہتے ہیں اسے خُلقِ حسن
اتنی مشہورِ جہاں ہو گئی ان کی یہ صفت

خُلق کیوں ان کا مثالی نہ ہو، اس کے ہیں پسر
جس نے خود اپنے ہی قاتل کو پلایا شربت

وقت آئے گا تو یہ بھی یہ کریں گے ثابت
دست و بازو میں ہے خیبر شکنی کی قوت

چشمِ حق بینِ حسنؑ میں تھا بڑا بے وقعت
اقتدار و حشم و دولت و جاہ و ثروت

صلح سے کر کے تمام آج حسنؑ نے حجت
کربلا تک کے لئے دی ہے شہی کو مہلت

کفر نے آہ کی، اسلام نے تکبیر کہی
جب نظر آئی اسے صلحِ حسنؑ کی صورت

صلحِ پیغمبرؐ اسلام سے تا صلحِ حسنؑ
کس تسلسل سے ہے یہ فکر و عمل کی وحدت

صلحنامے پہ بصیرت نے حسنؑ کی بڑھ کر
کربلا لکھ دیا آخر میں بجائے تمت

سرخرو حق کو کیا صلح نے یا باطل کو
اب تو اسلام سے پوچھیں گے ہم اس کی بابت

اپنا حق دے کے اگر اس کو بچاتے نہ حسنؑ
آج اسلام کی پہچانی نہ جاتی صورت

اس کا رخ موڑ دیا پھر سے حسنؑ نے سوئے حق
دین کرنے لگا شاہی کی طرف جب ہجرت

باپ کے قول کی تائید عمل سے کر کے
کر دیا آپ نے ثابت یہ اصولِ فطرت

صلح کر سکتے ہیں، ہاں دوست نہیں ہو سکتے
کفر و ایماں، ستم و عدل، ضیاء و ظلمت

اتنا ہی بڑھتا گیا حلمِ حسنؑ کا معیار
جس قدر آتی گئی جبرِ شقی میں شدت

کوئی سیرت میں حسنؑ کی نہ کرے عیب تلاش
"سیرتِ احمدؐ مرسل ہے حسنؑ کی سیرت"

دل میں گر بغضِ حسنؑ ہو تو نہ ہو کوئی قبول
ایک ایک شب میں نمازیں ہوں جو سو سو رکعت

مدحِ معصومؑ میں ساحرؔ جو کوئی لب کھولے
صورتِ موسیٰؑ عمرانؑ ہو زباں کو لکنت

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

قصیدہ درمدح داعیِ امن و صلح امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

(طرحی قصیدہ بردولت کدۂ حضرت عالی جونپوری مرحوم۔ کراچی)

یہ فصلِ درد، یہ پژمردہ ہر گل و گلزار
زُندھی زُندھی سی فضا ہے بجھی بجھی سی بہار

یہ زرد زرد سے پتّے، یہ گرم گرم ہوا
یہ غم کی دھوپ۔ یہ رنج و الم کا گرد و غبار

کہیں نہ سبزۂ نوخیز ہے نہ غنچۂ نو
چمن تمام ہے بے کیفیٔ خزاں کا شکار

ہوا سے سوکھی ہوئی ڈالیوں کا ٹکرانا
کہ جیسے اہلِ چمن میں ہو خود بہم پیکار

نہ دَورِ مے، نہ ترشّح، نہ جام ہے، نہ سبو
نہ کیفِ نشہ، نہ مستی، نہ سرخوشی، نہ خمار

مہِ صیام ہے رندوں کے حق میں یہ موسم
یہ قحطِ مئے ہے کہ روزے سے آج ہیں میخوار

نہ دل ملول ہوں کیوں میکشانِ جامِ ولا
بجائے مئے کے ہے واعظ کے طنز کی بوچھار

زبانیں پھیر کے رند اپنے خشک ہونٹوں پہ
ہیں صبر سے نگراں سوئے رحمتِ غفار

دعا یہ ہے کہ بس اب آئے دوسرا موسم
ہوائے صبحِ چمن لائے اب پیامِ بہار

ملے جو مژدۂ کوثر تو ہوں عدو ابتر
جو آئے دور میں ساغر تو رند ہوں سرشار

سنی جو ساقیٔ فطرت نے میکشوں کی صدا
تو جھومتا ہوا لو آ گیا وہ ابرِ بہار

اٹھے وہ جھوم کے بادل، لہک اٹھا وہ چمن
وہ گھر کے آئیں گھٹائیں، وہ کھل اٹھے میخوار

کلی کی آنکھ کھلی، پھول نے جماہی لی
تمام اہلِ چمن خواب سے ہوئے بیدار

چلی ہوا تو ہُوا خار و خس سے پاک چمن
اٹھا جو ابر تو بیٹھا خزاں کا گرد و غبار

فضا پہ چھائی ہیں کالی گھٹائیں یوں جیسے
کسی کے دوش پہ بکھرے ہوں گیسوئے خمدار

یہ فرشِ ابر پہ لہرا کے برق کا چلنا
دکھا کے لیلیِٰ فطرت کی شوخیِ رفتار

یہ بوندیوں کا ترنم، یہ ساغروں کی کھنک
یہ سرد سرد ہوائیں، یہ نرم نرم پھوار

مریضِ غم میں جو اب آئی زندگی کی رمق
طبیبِ دل نے بڑھا دی شراب کی مقدار

خدا کا شکر کہ جاتی رہی وہ تشنہ لبی
کیا جو بادۂ مدحت سے فکر نے افطار

بجھے بجھے سے نہ اب دل، نہ فکر پژمردہ
نہ مضمحل کوئی میکش نہ بادہ کش بیمار

پڑا جو مے کا یہ چھینٹا تو ڈھل گئی ہے فضا
ہوا ہے مطلعِ تخئیل، مطلعِ انوار

خدا کا شکر کہ آئی پھر اس چمن میں بہار
مہک رہا ہے گلِ نو سے امن کا گلزار

کھلا ہے گلشنِ زہراؑ میں اب وہ غنچۂ نو
کہ جس سے آئی ہے گلزارِ مصطفیٰؐ میں بہار

بہار لے کے جو آیا ہے اب یہ جانِ چمن
دلِ عروسِ امامت کو آ گیا ہے قرار

قبائے سبز وہ جنت سے آئی اس کے لئے
ہرا بھرا ہے اِسی سے رسولؐ کا گلزار

کھلا یہ پھول تو کوثر کی مل گئی تفسیر
یہ آ گیا تو عدوئے نبیؐ ہیں ابتر و خوار

ہے جس کی دید سے چشمِ رسولؐ میں خنکی
یہی ہے صانعِ قدرت کا وہ حسیں شہکار

وہ جس کے پیکرِ نوری میں ہیں سبھی یکجا
علیؑ کی سیرت کامل رسولؐ کا کردار

عظیم ایسا کہ آغوشِ فاطمہؑ میں پلا
بلند اتنا کہ دوشِ رسولِؐ حق کا سوار

عطا جو دیکھیے تو "ہل اتیٰ" کے سائے میں
لگی ہے در پہ گدایانِ آسماں کی قطار

تمام لعل و گہر چشمِ حق نگر میں خزف
ہر ایک قطرۂ آبِ وضو دُرِ شہوار

ہے ایک پھول کے دامن میں گُل بہارِ چمن
نبیؐ مزاج، علیؑ طبع، فاطمہؑ کردار

انہیں رسولؐ سے یہ ہے تعلقِ خاطر
وہ پھول ہیں تو یہ خوشبو، وہ باغ ہیں یہ بہار

جہاں میں اس لئے ضرب المثل ہے خُلقِ حسنؑ
نبیؐ کا خُلق ہے آئینہ اور یہ آئینہ دار

نبیؐ محافظِ اسلام ہیں بحکمِ خدا
حسنؑ بہ فیضِ خدا اُن کا دیدۂ بیدار

علیؑ سے ان کو شجاعت میں ربط ہے وہ بہم
وہ تیغ ہیں تو یہ جوہر، وہ ہاتھ یہ تلوار

مقامِ صبر میں ہے ان کو ماں سے وہ نسبت
فدا ہے صبر جو زہراؑ پہ تو حسنؑ پہ نثار

ملوکیت کے مقابل وہ ان کا عزم صمیم
کہ جیسے شورشِ طوفاں میں آہنی دیوار

وہ ان کی قوتِ برداشت اور وہ صبر کی حد
کیا ہے دشمنِ جاں نے بھی جس کا خود اقرار

نبیؐ کے بعد علیؑ تھے، علیؑ کے بعد بس اب
بقائے دیں کا ہے سارا انہیں پہ دار و مدار

حسنؑ ہیں صلح کی منزل میں ہم مزاجِ رسولؐ
اگر ہو جنگ کا موقع تو حیدرِؑ کرار

حدیبیہ بھی ہے نظروں میں ان کی خیبر بھی
یہ چاہے صلح کریں، چاہے کھینچ لیں تلوار

حسنؑ نے حسنِ تدبر سے صلح کر کے قبول
کیا سیاستِ باطل پہ خامشی سے وار

کہا ہو دیکھ کے تیور حسینؑ کے شاید
یہ وقت وہ ہے کہ باطل سے جنگ ہے بیکار

جس اقتدار پہ باطل کی جان جاتی ہے
وہ کیا ہے، بس اک اتاری ہوئی مری پیزار

ابھی تو صلح سے حجت تمام کرنا ہے
پھر اس کے بعد ہو میدانِ کربلا تیار

یہ پھر نہ کہہ سکے کوئی، علیؑ کے بیٹوں نے
مفادِ ذات کی خاطر اٹھائی تھی تلوار

حسنؑ کی صلح یہ باطل سے حفظِ حق کے لئے
ہے اک تسلسلِ صلحِ رسولؐ امن شعار

کوئی گزند اب اسلام کو نہ پہنچے گی
اسے نصیب ہے اب صلحِ مجتبیٰؑ کا حصار

یہی ہے صلح جو ضامن ہے امنِ عالم کی
نہ تیر و تیغ و تفنگ اور نہ ایٹمی ہتھیار

شجاعت ان کی نہ دنیا پہ آشکار ہوئی
برائے صلح جو رکھی نیام میں تلوار

کھلے گی کرب و بلا میں شجاعتِ حسنی
جب ان کا شیر(۱) کرے گا اُن ازرقوں کو شکار

کیئے ہیں میں نے جو ساحر یہ پھول نذرِ حسنؑ
دکھائیں گے چمن خلد میں یہی تو بہار

(۱) شیر: شہزادہ حسن

قصائد و مناقب در مدح

سید الشہداء مظلومِ کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام

قطعہ (مدح مولا حسینؑ)

حسینؑ سب کے ہیں، لیکن حسینؑ کا ہے کون
بس ایک ہم ہیں کہ حق کی قسم حسینؑ کے ہیں
حسینیت کا تقاضہ تو یہ ہے دنیا سے
ہر ایک قوم پکارے کہ ہم حسینؑ کے ہیں

خواب میں بشارت

قطعہ (بشارت وزیارت)

خود شہہِ دیںؑ نے کیا مجھ کو طلب اے ساحرؔ
یہ کرم اُن کا، یہ خوبی مری قسمت کی ہے
کربلا جا نہ سکا بہرِ زیارت لیکن
میں نے تو بیٹھ کے قدموں میں زیارت کی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدح سید الشہداء مظلومِ کربلا امام حسین علیہ السلام

عجب نیرنگِ چرخِ کج ادا ہے
دو رنگی سی گلستاں کی فضا ہے

یہ بادل غم کے یہ سورج خوشی کا
فضا میں دھوپ چھاؤں کا مزا ہے

ترشح اور اشکوں کی پھواریں
یہ آہیں سرد، وہ ٹھنڈی ہوا ہے

خوشی سے غنچہ و گل کھل اٹھے ہیں
لبِ بلبل پہ فریاد و بُکا ہے

اِدھر سنبل کی زلفیں ہیں پریشاں
اُدھر وہ شانہ کش بادِ صبا ہے

وہ اک پہلو سے ہے اُجڑا ہوا سا
بظاہر جو چمن آراستہ ہے

ستارے ہیں کہ آنسو ہیں خوشی کے
شفق ہے یا شہیدوں کی قبا ہے

یہ لالے کے جگر میں داغ کیسا
یہ نرگس کی نظر کو کیا ہوا ہے

یہاں بے آب مرجھاتے ہیں پودے
وہاں صحرا میں دریا بہہ رہا ہے

اِدھر ہم تشنہ لب محروم بادہ
اُدھر وہ میکدہ کا در کُھلا ہے

مگر بادہ کشوں کا ہے یہ عالم
خوشی کا جام اشکوں سے بھرا ہے

چمن میں، میکدہ میں جس کو دیکھو
ہر اک دل کو کوئی دھڑکا لگا ہے

یہ عالم دیکھ کر صحن چمن کا
ہوا دل مضطرب، آخر یہ کیا ہے

میں بڑھ کر باغباں سے پوچھتا ہوں
چمن میں آج یہ کیا گُل کِھلا ہے

یہ جوشِ فصلِ گُل، یہ ابرِ باراں
یہاں بارانِ غم کا کام کیا ہے

چٹک کر ایک غنچے نے صدا دی
ارے او بے خبر کیا پوچھتا ہے

خوشی ہے آج لیکن رنج افزا
مسرت کی فضا میں غم گُھلا ہے

خوشی اِس کی ہے، بزمِ آب و گِل میں
محمدؐ کا نواسہ آ رہا ہے

مگر غم اس سبب سے ہے دلوں کو
کہ اس بچے کی منزل کربلا ہے

لئے ہیں مصطفیٰؐ گودی میں اس کو
تصوّر میں زمینِ کربلا ہے

عیاں چہرے سے ہے غم بھی خوشی بھی
نظر جذباتِ دل کا آئینہ ہے

کبھی حضرتؐ گلے کو چومتے ہیں
کبھی قرآن صورت دیکھتا ہے

کہیں جبریلؑ محضر لے نہ آئیں
ابھی تو ماں کا دل خوش ہو رہا ہے

یہ سن کے میں ہوا مدحت پہ مائل
لبِ گویا انہی کی تو عطا ہے

خدا کا شکر اب میری زباں پر
ثنائے نورِ چشمِ مرتضیٰؑ ہے

مرے مولاؑ نے دے کے حرفِ مدحت
مرا منھ موتیوں سے بھر دیا ہے

وہ مطلع اب ہوئے ہیں زینتِ لب
کہ اک اک تارِ دل کا بول اُٹھا ہے

مرے اشکوں نے پلکوں پر لکھا ہے
یہ میلادِ شہِ کرب و بلا ہے

فروزاں شمعِ بزمِ مصطفاؐ ہے
اندھیرا شام کا چھٹنے لگا ہے

وہ قد جس پر شہادت کی قبا ہے
قدِ کون و مکاں سے بڑھ گیا ہے

یہی جانِ علیؑ و فاطمہؑ ہے
یہی محبوبِ محبوبِؐ خدا ہے

حسینؑ ابنِ علیؑ تشریف لائے
مبارک ہو کہ یہ دن عید کا ہے

چلیں گی آندھیاں بچ بچ کے جس سے
چراغ آج ایک وہ روشن ہوا ہے

ہلالِ عید ہے اور ماہِ شعباں
مزہ شعبان ہی میں عید کا ہے

ہے خال و خد میں سب حسنِ پیمبرؐ
رُخِ پُر نور گویا آئینہ ہے

وہ آنکھیں جن سے روشن بزمِ ہستی
وہ بازو جن کو فطرت چومتا ہے

لبِ لعلیں و دندانِ مبارک
شفق ہے اور ستاروں کی ضیا ہے

وہ تیور، فخر ہے جن پہ علیؑ کو
وہ صورت جس سے قرآں کی جلا ہے

اقامت ہے پئے تعظیم قامت
کفِ پا کا نشاں منزل نما ہے

شہادت ہے رگِ جاں پر تصدق
شجاعت دست و بازو پر فدا ہے

گلوئے پاک وہ محرابِ کعبہ
جہاں خنجر نے بھی سجدہ کیا ہے

تکلم میں ہے کوثر کی روانی
لب و لہجہ پیمبرؐ کا ملا ہے

کیا منھ سے جو اقرارِ شہادت
تو حق نے موتیوں سے بھر دیا ہے

یہ بچپن اور یہ عزمِ شہادت
زمانہ آج تک حیرت زدہ ہے

محمدؐ سے ملا ہے ذوقِ سجدہ
شجاعت ورثۂ شیرِ خدا ہے

کبھی ہیبت، کبھی خُلقِ مجسم
کبھی حیدرؓ، کبھی یہ مصطفیؐ ہے

محمدؐ چومتے ہیں اُن لبوں کو
وہ لب قرآن جن کو چومتا ہے

نظر پڑتے ہی فطرس بول اٹھا
ارے یہ تو مرا مشکل کشاء ہے

قدم رکھتا نہیں فطرس زمیں پر
پرِ پرواز آقا کی عطا ہے

خوشی اس کی جو ہے خالق کی مرضی
نبیؐ نے طولِ سجدہ کو دیا ہے

ہر اک نقشِ قدم راہِ عمل ہے
چراغِ منزلِ صبر و رضا ہے

وہ جس پر اس کے قدموں کے نشاں ہیں
وہی جنت کا سیدھا راستہ ہے

جہاں اس نے بنا دی صبر کی حد
وہیں مظلومیت کی انتہا ہے

عطا جس نے کیا سر راہِ حق میں
یہی وہ نازِ بزمِ ہل اتیٰ ہے

یہ بچہ اوجِ دوشِ مصطفیؐ سے
یزیدی تاج کو ٹھکرا رہا ہے

خدا اس کو بچائے ہر بلا سے
یہی بس ہم فقیروں کی دعا ہے

یہ پیغمبر ہے دینِ حریت کا
یہ دنیائے شہادت کا خدا ہے

طلب کر کے بنِ زہراؑ سے بیعت
یزیدِ نحس خود رسوا ہوا ہے

یزیدیت بنی ہے اک تماشہ
زمانہ یہ تماشہ دیکھتا ہے

مجھے توفیقِ مدحت دے کے ساحرؔ
مرے مولاؑ نے سب کچھ دے دیا ہے (الحمدللہ)

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

منقبت امام حسین علیہ السلام

جو وقف ثناخوانیٔ شبیرؑ نہیں ہے
وہ لب وہ زباں لائقِ توقیر نہیں ہے

میں شہ کے غلاموں کے غلاموں کا ہوں خادم
مجھ سا بھی کوئی صاحبِ توقیر نہیں ہے

گونگی ہے زباں جس پہ نہ ہو مدحتِ سرور
جوہر سے جو خالی ہو وہ شمشیر نہیں ہے

آنکھوں میں کچھ آنسو ہیں زباں پر ہے قصیدہ
بس یہ ہے مری اور تو جاگیر نہیں ہے

تابندہ ہوا ہے مری قسمت کا ستارہ
پلکوں پہ یہ اشکِ غمِ شبیرؑ نہیں ہے

آتے جو نہ شبیرؑ تو کہتا یہ زمانہ
قرآن تو موجود ہے تفسیر نہیں ہے

کیوں حور و ملک محوِ نظارہ ہیں فلک سے
کیا عرش پہ ایسی کوئی تصویر نہیں ہے

یونسؑ کو ہے یہ ناز کہ خیاط ہیں اِن کے
ایسی تو سکندر کی بھی تقدیر نہیں ہے

رضواں کو ہے یہ فخر کہ شبیرؑ کے در پر
درباں ہے وہ اس سے بڑی توقیر نہیں ہے

فطرس کو بھی شہپر ملے آ کر درِ شہ پر
اس در پہ کسی امر میں تاخیر نہیں ہے

اے حریتِ فکر یہ احسان ہے کس کا
اب پائے بشر میں کوئی زنجیر نہیں ہے

اک اک کے ارادے ہیں جواں نصرتِ شہؑ میں
لشکر میں کوئی طفل کوئی پیر نہیں ہے

اصغر کی ہنسی خون رُلائے گی عدو کو
جو دل میں نہ چبھ جائے یہ وہ تیر نہیں ہے

ہونٹوں کی کماں سے وہ چلا تیر زباں کا
اب کون سا دشمن ہے جو نخچیر نہیں ہے

اے کم نظرو دل کی نگاہوں سے تو دیکھو
دنیا میں کہاں جلوۂ شبیر نہیں ہے
تقدیر بنانے کی تمنا ہے تو ساحرؔ
بس مدح سے اچھی کوئی تدبیر نہیں ہے

☆☆☆☆☆

مدحِ امام حسینؑ (غمِ حسینؑ)

رباعی

گھبرائیں گے دنیا میں جو رہتے رہتے
اٹھ جائیں گے یا حسینؑ کہتے کہتے
ڈوبیں گے جو بحرِ غمِ شبیرؑ میں ہم
کوثر پہ پہنچ جائیں گے بہتے بہتے

اشک

قطعہ (غمِ حسینؑ)

جس طرح حبس میں بارش کا ذرا سا چھینٹا
مجلسِ شہؑ میں یہ آنسو وہ مزہ دیتے ہیں
کم بھی ہوں اشک تو بخشش کو بہت ہیں ساحر
اتنے چھینٹے بھی جہنم کو بجھا دیتے ہیں

قصائد و مناقب در مدح

مولائے کائناتِ وفا حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام

دو شعر (ولائے خدائے وفا حضرت عباسؑ)

کہتا ہے یہ عباسؑ کا غم دیدۂ تر سے
یہ ابر برستا ہے تو پھر ٹوٹ کے برسے

☆☆☆☆☆

ہے آتشِ عشق آتشِ غم دل میں جو ساحرؔ
یہ آگ بچائے گی ہمیں نارِ سقر سے

قطعہ (امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ)

شہؑ کی حدِ تسلیم و رضا دیکھ رہا ہے
عباسؑ کا معیارِ وفا دیکھ رہا ہے
کس درجہ ندامت ہے فرشتوں کو بشر سے
کس فخر سے انساں کو خدا دیکھ رہا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علی مدد

قصیدہ در مدح علمدار کربلا مولائے وفا حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام

(طرحی مقاصدہ بنا کردہ جناب غلام حسین زیدی صاحب مرحوم۔ امام بارگاہ صاحب العصر۔ گلبرگہ ۱۹۹۲ء)

یہ بزمِ اربابِ وفا، یہ محفلِ شعر و سخن
یہ دورِ صہبائے وِلا، یہ تشنہ کامانِ لبن

ہے ختم وہ دورِ خزاں، بدلا ہے رنگِ آسماں
اب ہیں چمن میں بے نشاں خار و خس و زاغ و زغن

آتی ہے اٹھلاتی ہوئی، انداز دکھلاتی ہوئی
رہ رہ کے شرماتی ہوئی تازہ بہاروں کی دلہن

نازک خرام و خوش ادا غنچے کھلاتی زیرِ پا
کلیاں لٹاتی جا بجا، پائل بجاتی چھن چھنن

گلرنگ، گل بو، گل فزا، گل پیکر و گلگوں قبا
گل پاش، گلرو گل ادا، گلپوش، گلرخ، گلبدن

آئی بہارِ بے خزاں، چہکے طیورِ نغمہ خواں
وہ جھوم اٹھا سارا جہاں، وہ کِھل اٹھا سارا چمن

وہ پنجۂ خورشید نے جلوہ دکھایا شرق سے
جیسے کنارے نہر کے کوئی علم ہو ضو فگن

یوں عکس ہے خورشید کا پانی میں اب جلوہ نما
جیسے ہو سلطانِ وفا دریا کنارے خیمہ زن

کرنوں نے سطحِ آب پر ڈالی ردائے سیم و زر
جیسے پھریرا کھول کر رکھ دیں سرِ موجِ لبن

پیدا ہوئی وہ صبحِ نو پھیلی سرِ طور ایک ضو
اٹھی چراغ دل سے لو روشن ہوئے کوہ و دمن

سقائے فطرت نے ادھر اک مشک رکھی دوش پر
اٹھی گھٹا وہ جھوم کر موسم ہوا توبہ شکن

سب خرم و شاداں یہاں بس ایک واعظ ہے کہ ہاں
اس کی وہی طرزِ فغاں، اس کا وہی بیگانہ پن

اے واعظِ شعلہ نوا آ میرے میخانہ میں آ
یوں ٹھوکریں در در نہ کھا، تیکھے نہ چن، پاگل نہ بن

اس میکدے میں گر سنے قلقل کے رنگیں زمزمے
تسبیح زاہد چھوڑ دے، ناقوس توڑے برہمن

پہلو میں دل کو گدگدا احساس کو کچھ تو جگا
موسم کا کچھ تو لے مزہ بے حس نہ ہو پتھر نہ بن

پہلے تو چکھ تو، اک ذرا دو بوند صہبائے وِلا
پھر دیکھ اس مئے کا مزہ، پھر دیکھ رنگِ انجمن

وہ میکدے کا در کھلا وہ ہو گیا مدحت سرا
اک ساحرِ معجز نوا، اک شاعرِ شیریں سخن

اے ساقی کوثرؑ کی جاں، اے مالکِ نہرِ لبن
اک جام اپنے نام پر، اور اک بنامِ پنجتنؑ

کیوں ایک دو پر بس کروں تجھ سے بہتر (۷۲) کیوں نہ لوں
میں تشنہ و زار و زبوں، تو ایک بحرِ موجزن

پہلے پلا دے اک ذرا لکھوں قصیدہ پھر ترا
ہو گلشنِ مدحت ہرا قرطاس ہو گل پیرہن

نازل ہو یوں حرفِ ثنا تازہ ہو یوں فکرِ رسا
جیسے برستی ہو گھٹا جیسے نکھرتا ہو چمن

مدحت سے تیری، ابتدا میرے ہنر کی انتہا
تیری صفت تیری ثنا، میری متاعِ فکر و فن

تیرا جمال بے بہا میرے تخیل کی جلا
تیرا جلال و دبدبہ میرے سخن کا بانکپن

جی چاہتا ہے ساقیا کچھ تو ہو اب تیری ثنا
اک مطلعِ نو ہو عطا اے آفتابِ علم و فن

نادم ہوں مدحت میں تری کیسی رکاوٹ بن گئی
میرے ہنر کی بے بسی، میرے تخیل کی تھکن

اللہ رے ساقی کی عطا سنتے ہی میری التجا
منھ موتیوں سے بھر دیا، مطلع دیا وہ ضوفگن

ام البنینؑ، اب گود میں آیا بہ لطفِ ذوالمنن
اک وارثِ شیرِ خدا، اک وقت کا خیبر شکن

مولودِ کعبہ کے یہاں آیا ہے اور اک بت شکن
اب خود بتوں کو توڑ دیں، پنڈت، پجاری، برہمن

حیدرؑ بھی جن کو چوم لیں وہ انگلیاں اژدر فگن
معصومیت جس پر فدا وہ بچپنا وہ بھولپن

ہے گود میں ماں کی پسر یا آنکھ میں نورِ نظر
یا ہے افق پر جلوہ گر نورِ ازل کی اک کرن

جھولے میں ہیں خیبرؑ کشا کہتی ہے یہ اک اک ادا
کیا تیوروں کا دبدبہ کیا چتونوں کا بانکپن

حیدرؑ جلالت ہو بہو، آئینہ جیسے روبرو
ہے ضیغمِ حق کا لہو اس کی رگوں میں موجزن

گھر بھر میں سب کا لاڈلا اس لعل پر سب ہی فدا
شبیرؑ کی بس اک صدا، اے جانِ من، اے جانِ من

اِن کے شرف میں کیا کلام اللہ یہ اِن کا مقام
اِن کے سلامی نو(۹) امامؑ ان کے ثناء گو پنجتنؑ

ام البنینؑ ماں آپ کی بابا علیؑ حق کے ولی
شبیرؑ و شبرؑ سے اخی، کلثومؑ و زینبؑ سی بہن

یہ صاحبِ جود و سخا، یہ مالکِ ملکِ وفا
یہ مردِ میدانِ وغا، یہ تیغ زن، یہ صف شکن

ان کا نہیبِ صفدری، ان کا جلالِ حیدریؑ
جھک کر جو دیکھا سرسری، چکرا گیا چرخِ کہن

یہ بھی شجاعت کے دھنی، شیرِ وغا مثلِ علیؑ
وہ بدر و خیبر کے جری، یہ کربلا کے صف شکن

آیا جو ساحل پر جری لہرا کے ہر موج آ گئی
دیدار کی پیاسی جو تھی نہرِ فراتِ موجزن

مستِ مئے جاہ و طلب مغرور تھے رن میں غضب
آیا نظر یہ شیر جب سب ہو گیا نشہ ہرن

ہر موجِ دریا بچھ گئی قدموں میں یہ کہتی ہوئی
بس اب ترائی آپ کی اے وارثِ نہرِ لبن

ان کی محبت میں فنا روح و بدن سب کی بقا
مٹی میں ملنا تو کجا، میلا نہ ہو تارِ کفن

بابُ الحوائج آپ ہیں، مشکل کشاؑ کی نسل میں
سب حاجتیں پوری کریں، بہرِ خدائے ذوالمنن

جس دم بھی ہوں محوِ ثنا یا کوئی لکھوں مرثیہ
کچھ اور ہو فن پر جِلا، ہو خوب تر فکرِ سخن

جس روز ہو محشر بپا سورج ہو اک قہرِ خدا
اس دن پھریرا آپ کا ساحر پہ ہو سایہ فگن (آمین ثم آمین)

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

قصیدہ در مدح سقائے سکینہؑ حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام

(طرحی مقاصدہ بناکردہ جناب غلام حسین زیدی صاحب مرحوم۔ امام بارگاہ چہاردہ معصومینؑ، [illegible])

گلشنِ عشق میں آنے ہی کو ہے دورِ بہار
پائے جاتے ہیں مزاجوں میں جنوں کے آثار

خود بخود پاؤں سوئے دشت اٹھے جاتے ہیں
خود بخود ہاتھ میں آتے ہیں گریبان کے تار

آ گیا ہے جو بھٹک کر کہیں دیوانوں میں
شیخ کے تن پہ عبا ہے نہ ہے سر پہ دستار

حال ناصح کا یہ ہے ہاتھوں میں دیوانوں کے
دھجیاں اس کے گریباں کی ہیں، دستار کے تار

اس جنوں پر بھی رواں ہیں سوئے میخانۂ عشق
اپنے مطلب کے یہ دیوانے ہیں کتنے ہشیار

رند جاتے ہیں اِدھر جھومتے میخانے کو
رقص کرتا ہوا آتا ہے اُدھر ابرِ بہار

یا کوئی مشک ہے سقہ کی کمر پر جس سے
بوندیں گرتی ہیں تو بج اٹھتے ہیں احساس کے تار

یا پھریرا ہے کسی حق کے علم کا جس سے
موجیں ٹکرا کے گزرتی ہیں تو بنتی ہے پھوار

یہی بادل ہے چھلکتا ہوا میخانۂ عشق
جس سے چھلکی ہوئی ہر بوند ہے کوثر بکنار

دیکھ کر بادۂ کوثر کی یہ رم جھم رم جھم
ٹھٹ کے ٹھٹ جمع ہیں میخانے کے در پر میخوار

آج گھر میں مرے ساقی کے ہوئی ہے جو خوشی
ہر طرف صلِ علیٰ صلِ علیٰ کی ہے پکار

وہ بھی ساقی ہے جو آغوش میں ساقی کی ہے آج
جب تو ہے میکدۂ عشق پہ دونی یہ بہار

جو بھی میکش ہے مئے عشق سے سرشار ہے آج
ایک ناصح ہے کہ پینے پہ نہیں ہے تیار

بے سبب اس کو ہے اس ظاہری تقوے پہ غرور
خواہ مخواہ خود کو سمجھتا ہے ولی یا اوتار

نام لیتا بھی ہے اللہ کا تو گن گن کر
ہم تو پیتے ہوئے کرتے نہیں جاموں کو شمار

جانتا ہی نہیں صہبائے وفا چیز ہے کیا
اُس سے کہہ دو کہ ہے ایمان پہ اس مئے سے نکھار

یہ ہوئی جذبۂ ایمان و عقیدت سے کشید
جوہر عشق و وفا سے یہ ہوئی ہے تیار

دوست اس مئے میں جو ڈوبیں، لبِ کوثر نکلیں
دشمن اس آتشِ گلنار سے جل کر فی النار

ہے اسی مئے کی طلب کا یہ تقاضہ مجھ سے
پیش کر مدحتِ مولود میں دو چار اشعار

دیکھ وہ لیلیٰ مدحت نے دکھایا جلوہ
اس پری کو تو کسی طور سے شیشے میں اتار

گود میں ہے مرے ساقی کی جو ساقی اک اور
گوہرِ مدح و ثنا اس دُرِ شہوار پہ وار

قصد مدحت کا کیا دل نے تو محسوس ہوا
مدحِ ساقی کی یہ منزل ہے بہت ہی دشوار

جذبۂ مدح و ثنا نے یہ صدا دی ساحرؔ
راہِ مشکل سہی، اس راہ میں ہمت تو نہ ہار

کوئی عقدہ نہیں جو عقدہ کشاء سے نہ کھلے
یہ بھی مشکل ہے کوئی، اک ذرا ساقی کو پکار

دی صدا دل نے کہ اے ساقیِ میخانۂ عشق
تیرے ہوتے ہوئے کیوں یہ ترے میخوار ہوں خوار

بادۂ عشق کا اک جام جو مل جائے ابھی
دولتِ مدح سے ہو جائے غنی، یہ نادار

پی کے اک جامِ وفا جب میں اٹھاؤں گا قدم
پھول بن جائیں گے اس وادیِ پرخار کے خار

سنتے ہی یہ مرے ساقی نے جو کی چشمِ کرم
مطلعِ نو پہ ہوئی ابرِ کرم کی بوچھار

جام پر ڈال کے مولود نے عکسِ رخسار
کر دیا آبِ مصفّا کو شرابِ گلنار

ہو گئیں مدحتِ مولود کی راہیں روشن
چھٹ گیا مطلعِ تخیل سے سب گرد و غبار

مدحِ عباسؑ کو قرآنِ وفا ہے درکار
یا خدا مصحفِ مدحت مرے سینے پہ اُتار

مدحِ عباسؑ میں مصرع ہو ہر اک موجۂ نور
اس قصیدے کا یہ کاغذ ہو بحار الانوار

منزلِ مدح میں مداح کا بھی ہو یہ حشم
فکر، تخیل، قلم، حرف، سبھی تابعدار

کس بلندی پہ گیا لے کے وفا کا معیار
تجھ پہ اے جانِ وفا میں، مرے ماں باپ نثار

ہو گیا آج قوی اور بھی بازوئے حسینؑ
آ گئی صبر کے ہاتھوں میں بھی آج اک تلوار

مل گئی آتے ہی عباسؑ کے اس دنیا میں
اُم کلثوم کو ڈھارس، دلِ زینبؑ کو قرار

گود میں بھائی کو پایا ہے تو کھل اُٹھے ہیں
قابلِ دید ہے شبیرؑ کے چہرے کا نکھار

ہو کے خوش حوروں کے جھرمٹ میں بڑی چاہ کے ساتھ
خلد سے کرتی ہیں زہراؑ بھی پسر کا دیدار

آرزو کرتے تھے عباسؑ کی حق سے جو علیؑ
کربلا کہتی تھی آمین دعا پر ہر بار

کہہ دیا بنتِ پیمبرؐ نے انہیں اپنا پسر
ساتھ بیٹے کے ہوئی ماں کی بھی قسمت بیدار

بندگی، عشق، وفا، صبر، شجاعت، ہمت
ایک اس پھول میں ہے کتنے ہی پھولوں کی بہار

شاید اللہ سے مانگا تھا ابو طالبؑ نے
اپنی اولاد کی طینت میں وفا کا کردار

بچۂ شیر میں بھی ہوتے ہیں شیروں کے چلن
ثانیِ حیدرؑ کرار ہے غیرِ فرار

کیسے عباسؑ کریں سرحدِ جذبات کو فتح
حکمِ آقا نے اٹھا دی ہے فلک تک دیوار

ٹھیک ہے یہ کہ یہ معصوم نہیں ہیں، لیکن
کسی معصومؑ سے کیا کم ہے کچھ ان کا کردار

ایک یہ فرق ہے مابینِ حسینؑ و عباسؑ
دوشِ احمدؐ کے تھے وہ، دوشِ علیؑ کے یہ سوار

رزم میں ان کی مہارت پہ یہ حیرت کیسی
شیر تو کھیلتے ہی رہتے ہیں بچپن سے شکار

ایک دریا ہے کہ سقّے کے کرم کا پیاسا
ایک سوکھا ہوا مشکیزہ ہے دریا بکنار

یہ ہر اک موج کو ٹھکراتے ہیں رہ رہ کے، مگر
ان کے قدموں سے لپٹ جاتی ہیں موجیں ہر بار

اس خوشامد پہ بھی یہ منھ نہ لگائیں گے اسے
ان کے قدموں سے لپٹتا ہے یہ پانی بیکار

یہ حباب آئے نہیں ان کی قدم بوسی کو
رکھ دی قدموں پہ ہر اک موج نے اپنی دستار

کٹ گیا ہاتھ مگر تیغ رہی قبضے میں
مرد قبضے سے نکلنے نہیں دیتے تلوار

اپنی کشتی پہ لکھا میں نے جو عباسؑ کا نام
اس سے ٹکرا کے ہے چکّر میں ابھی تک منجدھار

جس کے روضے پہ پرندے بھی نہ پر مار سکیں
کیوں نہ ہر خوف سے آزاد ہوں اس کے زوّار

اب اسے خوف نہیں جبرِ یزیدیت کا
مل گیا دین کو عباسؑ کی بانہوں کا حصار

کون کر سکتا ہے اب قصرِ وفا کی تعمیر
ہاتھ کٹوا چکا اس تاج محل کا معمار

خوب ساحرؔ کو ہوئے جام پہ جام آج عطا
ساقیا تیری سخا، تیری عنایت کے نثار

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علی مدد

در مدح خدائے کائناتِ وفا حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام

بے جہادِ نفس کس نے دہر میں پائی وفا
ہاتھ دنیا سے اُٹھائے جب تو ہاتھ آئی وفا

حُسن کی نازک مزاجی کو کہاں بھائی وفا
اک مزاجِ عشق تھا جس کو پسند آئی وفا

سرمۂ چشمِ بصیرت ہے یہی عشاق کو
دے دیا کرتی ہے چشمِ دل کو بینائی وفا

دشتِ پُر خارِ محبت، اس کا میدانِ عمل
راہ کے کانٹوں کی کرتی ہے پذیرائی وفا

اس کی چاہت میں ہزاروں اپنی جانوں سے گئے
اس جہانِ بے وفا میں کس کو راس آئی وفا

دیکھتی رہتی ہے پیہم عشق میں رنگِ ہوس
ہے تماشہ گاہِ الفت میں تماشائی وفا

دشمنی اس کی اٹل ہے، دوستی اس کی محال
کس سے کرتا ہے جہاں میں چرخِ مینائی وفا

تابہ کے رنگِ غزل میں امتحانِ فکر و فن
اب تو ہو بس مطلعِ مدحت کی زیبائی وفا

نظم مدحت میں ہے فکر و فن کی رعنائی وفا
پیکرِ تخیل میں لیتی ہے انگڑائی وفا

منزلِ مدحت میں کر کے جلوہ آرائی وفا
بن گئی موضوعِ بہرِ خامہ فرسائی وفا

کس کے میلادِ مبارک کی گھڑی آئی ہے آج
کر رہی ہے شوق سے خود بزم آرائی وفا

ہو گیا ذکرِ وفا سے اک اجالا ہر طرف
شمعِ محفل بن کے بزمِ مدح میں آئی وفا

لوحِ پیشانیِ قرآنِ ثناء کے واسطے
خالقِ لوح و قلم نے مجھ سے لکھوائی وفا

دیکھ کر آئینہ تخیل میں اپنا جمال
ہو گئی خود اپنے ہی جلووں کی شیدائی وفا

یوں سجایا، جب اسے مشاطۂ تخیل نے
مطلعِ نو پر بصد حسن و جمال آئی وفا

گُلِ ایمانؑ نے پدر سے ارث میں پائی وفا
ان سے تا عباسؑ ہاتھوں ہاتھ پھر آئی وفا

حضرتِ عباسؑ نے میراث میں پائی وفا
اِرث میں آئی ہے ان کے ہاتھ آبائی وفا

تھا وفاؤں کا ابوطالبؑ سے آغازِ سفر
صورتِ عباسؑ میں معراج پر آئی وفا

حکمِ رب سے بن گیا جب ان کا پُتلا خاک سے
روح بن کر ان کے قالب میں اُتر آئی وفا

ہاتھ ابوطالبؑ کے چومے اور پھر پائے علیؑ
منزلیں طے کر کے یہ عباسؑ تک آئی وفا

آپؑ تو پیدا ہوئے ہی تھے وفا کے واسطے
آپؑ کی خلقت کی تھی ہی علتِ غائی وفا

اک علامت بن گیا یہ لفظ ان کے نام کا
نامِ عباسؑ آیا لب پر اور یاد آئی وفا

دستِ شیرِ حق پہ یہ بچہ کی انگڑائی نہیں
"پیکرِ عباسؑ میں لیتی ہے انگڑائی وفا"

بے سبب یہ کب فدا ہے حضرتِ عباسؑ پر
دیکھ کر آئی ہے جذبوں کی توانائی وفا

سجدہ گاہِ عشق سے اب سر اٹھاتی ہی نہیں
کر رہی ہے ان کے در پر یوں جبیں سائی وفا

ناز فرمائے نہ کیوں منسوب ہو کر آپؑ سے
تھی خود اس اعزاز کی کب سے تمنائی وفا

درحقیقت دونوں ہی اک دوسرے پر ہیں فدا
یہ وفا پر مٹنے والے، ان کی شیدائی وفا

جب ہوئی دنیا یہ مفہومِ وفا سے آشنا
حضرتِ عباسؑ کی سیرت ہی کہلائی وفا

جیسے پروانہ ہوا کرتا ہے عاشق شمع کا
ہے یونہی اس عاشقِ مولاؑ کی شیدائی وفا

مالکِ مُلکِ وفا اب حشر تک عباسؑ ہیں
عشق کی دنیا میں یوں کرتی ہے دارائی وفا

ان کی عظمت ساری دنیا کو دکھانے کے لئے
امتحاں گاہِ محبت میں انہیں لائی وفا

جس گھڑی دریا سے پانی لے کے یہ پیاسے پھرے
اس گھڑی عرش معلیٰ پر نظر آئی وفا

حکمِ شہؑ تھا امتحانِ سخت، لیکن اُف نہ کی
سلب کر لیتی ہے یوں عاشق کی گویائی وفا

نفس کے جذبات کو کچھ دخل ہی اس میں نہیں
عشق میں رکھتی ہے ایسی شانِ یکتائی وفا

حکمِ آقا ہے تو سینہ میں دبا دو جوشِ جنگ
یوں بھی کرتی ہے تقاضائے شکیبائی وفا

ہو کے پابندِ جہادِ نفس آئے جنگ کو
کیا کبھی کرتی ہے یوں بھی رزم آرائی وفا

پیاس کی شدت، قدم دریا میں، پانی ہاتھ میں
ایسے نازک وقت میں آئی تو کام آئی وفا

تشنہ لب رہ کر بھری مشکِ سکینہؑ اس طرح
موجِ دریا بن کے مشکیزہ میں کھنچ آئی وفا

مشکلیں پائے وفا کو ڈگمگا سکتی نہ تھیں
سختیاں جتنی بڑھیں اتنی نکھر آئی وفا

کیا جہادِ سرفروشی سے ٹلیں ان کے قدم
زورِ بازو عشق ہے، دل کی توانائی وفا

یہ شبِ عاشور سمجھا ہی نہیں شمرِ لعیں
بے وفاؤں سے نہیں رکھتی شناسائی وفا

استعارے ہیں یہ سب الفاظ ان کے نام کے
تشنگی، دریا، سکینہؑ، مشک، سقائی، وفا

خود کو آقا کی جگہ بھائی کہلوا کر رہے
بھائی کو یوں آج اپنے بھائی کی بھائی وفا

تاجدارانِ وفا کی مدح کا ہو عشق اگر
خود کیا کرتی ہے ساحرؔ فکر آرائی وفا

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علی مدد

در مدح مولائے وفا حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام

اے میکشو، یہ رحمتِ داور تو دیکھئے
میخانۂ وفا کا یہ منظر تو دیکھئے

دیتے ہیں اپنے ہاتھ سے رندوں کو جامِ مے
یہ التفاتِ ساقیٔ کوثرؑ تو دیکھئے

اے شیخ، یہ شرابِ طہور ہے
ایک آدھ گھونٹ آپ بھی پی کر تو دیکھئے

یہ بے پئے تو خلد میں جانا حرام ہے
مجھ پر یقیں اگر نہ ہو، جا کر تو دیکھئے

یہ ہاشمی قمر ہے حسیں یا مہہ فلک
یہ دونوں چاند رکھ کے برابر تو دیکھئے

میخانۂ فرات کا ساقی ہے یہ پسر
میراثِ نسلِ ساقیٔ کوثرؑ تو دیکھئے

بے چین دونوں ہیں انہیں لینے کو گود میں
یہ اشتیاقِ فضہؓ و قنبرؓ تو دیکھیے

دل باغ باغ ہو گیا اس گُل کو دیکھ کر
اب زاویہ نظر کا بدل کر تو دیکھیے

اس نو شگفتہ پھول کے حسن و جمال میں
شیرِ خدا کے شیر کے تیور تو دیکھیے

خوش ہوئے کہ ثانیِ حیدرؑ ہے یہ پسر
رُخ پر جلالِ فاتحِ خیبر تو دیکھیے

جنت کے پھول دیکھیے گا جب نصیب ہوں
یہ گلشنِ علیؑ کا گُلِ تر تو دیکھیے

دستِ علیؑ پہ نور ہے اک اور اے کلیمؑ
حضرت، فرازِ طور سے جھک کر تو دیکھیے

ہے جلوہ گر جو گود میں اُم البنینؑ کی
پڑھ کر درود وہ رُخِ انور تو دیکھیے

شانوں سے ان کے شانِ علمدار ہے عیاں
چھوٹا سا اک علم یہاں رکھ کر تو دیکھیے

دو ابروؤں میں کھنچ گئی تصویرِ ذوالفقار
اس تیغِ بے نیام کے جوہر تو دیکھیے

پنجے سے ہے جو قوتِ خیبر شکن عیاں
بازو میں زورِ بازوئے حیدر تو دیکھیے

ہاتھوں میں ان کے تیغ نہیں ہے ابھی تو کیا
جبریلؑ کے لرزتے ہوئے پر تو دیکھیے

دنیا پہ زورِ بازوئے عباسؑ کیا کھلے
ہاں سامنے ہو گر درِ خیبر تو دیکھیے

اُم البنینؑ اوروں سے پہلے تو آپ خود
اپنا یہ لعل، اپنا یہ دلبر تو دیکھیے

ماں اس کی آپ ہیں تو ہیں زہراؑ بھی اس کی ماں
اس چاند میں یہ جلوے مکرر تو دیکھیے

چشمِ علیؑ و فاطمہؑ، قلبِ حسنؑ حسینؑ
ان آئینوں میں یہ رُخِ انور تو دیکھیے

''والّیل'' خود نثار ہو آنکھوں پہ تو سہی
کاجل ذرا سا اِن میں لگا کر تو دیکھیے

حیدرؑ انہیں سمجھ کے ہے جھولے سے دور دور
یہ اِن کے ڈر سے حالتِ اژدر تو دیکھئے

عباسؑ نام رکھا یہ کہہ کر حسینؑ نے
بپھرا ہوا یہ شیرِ غضنفر تو دیکھئے

ہے ماں کی گود میں جو گلِ سر سبد کی طرح
مولاؑ، اب آپ بھی یہ گلِ تر تو دیکھئے

فرزند آپ کو یہ مبارک ہو یا علیؑ
یہ خاص لطف و رحمتِ داور تو دیکھئے

چتون یہ کہہ رہی ہے، یہ شیروں کا شیر ہے
اپنے پسر میں اپنے یہ تیور تو دیکھئے

یہ شیر کی کلائیاں، ضیغم کی یہ نظر
ہو جائے بڑھ کے آپ کا ہم سر تو دیکھئے

طغرئ وفا کا لوح جبیں پر ہے ضوفشاں
بیٹے میں جد و اب کا یہ جوہر تو دیکھئے

روزِ ازل سے ان کی کنیزی میں آ گئی
اللہ، یہ وفا کا مقدر تو دیکھئے

نورِ وفا سے جگمگا اُٹھے گی کائنات
مولاؑ، ذرا چراغ بجھا کر تو دیکھئے

اہلِ وفا، اب آپ بھی عہدِ وفا کے ساتھ
حسن و جمالِ دلبرِ حیدرؑ تو دیکھئے

پائے علیؑ تو دیکھے ہیں دوشِ رسولؐ پر
بیٹے کے پاؤں دوشِ علیؑ پر تو دیکھئے

دوشِ علیؑ پہ بیٹھے ہیں کس آن بان سے
چھوٹے سے اس خطیب کا منبر تو دیکھئے

جو مانگئے، ملے گا وہ اس بارگاہ سے
کچھ حالِ دل حضورؑ سے کہہ کر تو دیکھئے

ساحرؔ ہو اور مدحتِ معجز نما کرے
اللہ، یہ شعورِ سخنور تو دیکھئے

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

قصیدہ در مدح شہنشاہِ اقلیمِ وفا حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام

فلک نے کس سے زمانے میں کی وفاداری
خزاں بھی گردشِ لیل و نہار سے ہاری

گھٹائیں ٹوٹ کے سوکھی زمین پہ برسیں
ہوا بہار پہ جو فضلِ ایزدِ باری

زمینِ خشک پہ رحمت کہ بہہ گئیں نہریں
ہو جیسے پیاس کے صحرا میں علقمہ جاری

فلک سے دیکھ کے رضواں بھی ہو گیا حیراں
زمین پہ یدِ قدرت نے کی وہ گلکاری

ہے ڈال ڈال کلی پہ کلی تو پھول پہ پھول
لدی ہوئی ہے گلوں سے ہر ایک پھلواری

زمیں پہ رنگ برنگی دھنک اُتر آئی
سفید، لال، ہری، سرخ، زرد، زنگاری

چمن کی بزم میں باغِ بہشت کی خوشبو
اُڑا کے لائی ہے بادِ سحر بہ ہشیاری

نجوم چرخ کو بھی آئینہ دکھانے لگی
زمیں پہ کرمکِ شب تاب کی ضیا باری

بہار نے جو سجایا ہے ہار پھولوں سے
دلہن بنی ہیں چمن کی کنواریاں ساری

حنائی ہاتھوں میں عکسِ شفق کی رنگینی
حسین آنکھوں میں کاجل کی خوشنما دھاری

جبیں پہ گوہرِ شبنم کا ضوفشاں ٹیکہ
قبائے گل پہ وہ پھولوں کی بدّھیاں ساری

بچھا ہے زیرِ قدم فرش سبز مخمل کا
ہے سر پہ سایہ فگن چترِ رحمتِ باری

ارادۃً وہ خود آئے ہیں دامِ سنبل میں
پسند ہے جو عنادل کو یہ گرفتاری

یہ فصلِ گل یہ فضا یہ سماں یہ رُت ساقی
پلا پلا کے یہی تو ہے وقتِ میخواری

شرابِ عشق سے سیراب کر خدا کے لئے
ازل سے روح پر اک تشنگی سی ہے طاری

پلا وہ بادۂ مدحت اثر کہ مستی میں
ترے پسر کی ثناء میرے لب پہ ہو جاری

دکھاؤں مطلع اوجِ سخن پہ وہ مہہِ نو
کہ جس کے نور سے ہو بزم میں ضیا باری

ہے آج مصرِ وفا میں وہ حسنِ معیاری
کہ جس سے سرد ہے یوسفؑ کی گرم بازاری

وفا، خلوص، حیا، صفدری، فدا کاری
مثیلِ حیدرؑ صفدر ہیں سیرتیں ساری

علیؑ نے گود میں شبیرؑ کی پسر کو دیا
بر آئیں باپ کی یوں آج حسرتیں ساری

جو آنکھ کھول کے دیکھا جمالِ روئے حسینؑ
لبوں پہ موجِ تبسم سی ہو گئی جاری

ہوئی کچھ آنکھوں ہی آنکھوں میں گفتگو، جیسے
ابھی سے ہونے لگی کربلا کی تیاری

نگاہ پڑتے ہی بھائی کے دستِ بازو پر
ابھی سے بخش دی شبیرؑ نے علمداری

علیؑ کی گود میں، مہر و وفا کے جھولے میں
ابھی سے پلنے لگا جذبۂ فدا کاری

ابھی سے قوتِ باطل شکن نمایاں ہے
ابھی سے دیکھو ذرا بازوؤں کی تیاری

انہی کا کام ہے اہلِ حرمؑ کی سقائی
انہی کا فرض ہے شبیرؑ کی نگہداری

انہی کا حق ہے علمداریِ سپاہِ حسینؑ
انہی کی ارث ہے فوجِ خدا کی سالاری

وہ دشت و در ہو کہ گھر، خواب ہو کہ بیداری
ہے خدمتِ بنِ زہراؑ کا سلسلہ جاری

خلافِ اُلفتِ شبیرؑ شمر کی باتیں
انہی کا دل تھا جو سہہ لیں یہ ضربتیں کاری

وغائے حضرتِ عباسؑ ہے وغائے علیؑ
بچے تلے ہوئے سب وار، ضرب معیاری

وہ حق کے سامنے پھر اپنا سر اُٹھا نہ سکا
لگائی مرحبِ دوراں کو ضرب وہ کاری

وغا میں جنبشِ تارِ نظر سے کٹ کٹ کر
عدو کی برق سی تلوار ہو گئی آری

پیامِ عشق و محبت ہے ان کی نرم روی
نوید فتح و ظفران کی گرم رفتاری

ثنائے صاحبِ اعجاز ہو تو اے ساحرؔ
زباں پہ نغمۂ صلِ علیٰ رہے جاری

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

یا ابوالفضل العباسؑ مدد

در مدح حضرت ابوالفضل العباسؑ

آج پھر ہے فضاؤں میں بوئے وفا
آج پھر فصلِ گل کا پیام آ گیا
آج پھر چھا گئی رحمتوں کی گھٹا
بادہ خوارو پیو اذنِ عام آ گیا

دورِ ساغر چلا بزمِ مدحت سجی
میکشوں نے یہ کوثر سے آواز دی
کھل گئی آج ساقی کے دل کی کلی
لو مبارک ہو گردش میں جام آ گیا

گونجے نغماتِ حق گوشِ احساس میں
بس گئی ایک خوشبو سی انفاس میں
اوجِ اخلاص پر شکلِ عباسؑ میں
وہ محبت کا ماہِ تمام آ گیا

دلکش و دل ربا، سرو قامت حسیں
ماہ رو، ماہوش، مہہ لقا، مہ جبیں
نورِ چشمِ علیؑ، جانِ ام البنینؑ
ہو کے دینِ وفا کا امامؑ آ گیا

حق پرست و حق آگاہ و حق آشنا
شیرِ دل، صف شکن، تیغِ زن، با وفا
فاتحِ علقمہ، معنیِ لا فتیٰ
بازوئے سبطِ خیر الانامؑ آ گیا

مرحب عصر کی روح تھرا گئی
دل لرزنے لگا، سنسنی چھا گئی
رنگِ رُخ اُڑ گیا، موت یاد آ گئی
شیرِ حیدرؑ کا جب لب پہ نام آ گیا

ضیغم اطوار، جرار، کرّار خو
جوہرِ مرتضیٰؑ، تیغ کی آبرو
جس کے شانوں کا، سینہ کا، سر کا لہو
کربلا میں رسالت کے کام آ گیا

جس کی عظمت کے چرچے چمن در چمن
جس سے باقی جہاں میں وفا کا چلن
جس سے قائم سدا عشق کا بانکپن
آج وہ چاند بالائے بام آگیا

پہلے فکر و نظر کو جواں کیجئے
دانش و علم کا امتحاں کیجئے
پھر وفاؤں کا اس کی بیاں کیجئے
مشک بھر کر بھی جو تشنہ کام آ گیا

آپ تو ہیں ہی مشکل کشا یا علیؑ
یہ بھی ہے سب کا حاجت روا یا علیؑ
جب بھی عباسؑ کو دی صدا یا علیؑ
آپ کا لعل مشکل میں کام آ گیا

سحر کہیئے کہ اعجاز کہیئے اسے
میں نے ساحرؔ یہ اشعار جب بھی پڑھے
گلشنِ نظم میں پھول کھلنے لگے
فصلِ گل کا چمن سے سلام آ گیا

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

منقبت در مدح فاتحِ فرات

کوئی سیلاب بلا ہو، آسرا عباسؑ ہیں
ڈال دو طوفاں میں کشتی، نا خدا عباسؑ ہیں

آپ اور ہم کیا بتا سکتے ہیں، کیا عباسؑ ہیں
یہ انہی سے پوچھئے جن کی دعا عباسؑ ہیں

جوہرِ تیغِ شہِؑ خیبر کشا عباسؑ ہیں
جذبۂ حیدرؑ برائے کربلا عباسؑ ہیں

لیجئے اُم البنینؑ، حق کی عطا عباسؑ ہیں
خدمتِ اولادِ زہراؑ کا صلہ عباسؑ ہیں

جس کو خالق نے اتارا ہے علیؑ کی گود میں
میرے لفظوں میں وہ قرآنِ وفا عباسؑ ہیں

گود میں دے کر جو پوچھا باپ نے، یہ کون ہے؟
ان کے تیور دیکھ کر شہؑ نے کہا، عباسؑ ہیں

باپ بیٹے میں نہ ہوتا گر قد و قامت کا فرق
لوگ کہہ دیتے، نصیری کے خدا عباسؑ ہیں

ذکر ان کا جب سنا، تسکین زہراؑ کو ہوئی
مرہمِ زخمِ دلِ خیر النساءؑ عباسؑ ہیں

فاطمہؑ اور ان کے بچوں سے وفا کے باب میں
ابتداء اُم البنینؑ اور انتہا عباسؑ ہیں

احترامِ عاشقی کی اک عجب منزل ہے یہ
بھائی ہو کر خادمِ شاہِ ہدٰیؑ عباسؑ ہیں

کیا سمجھ کر شمر پھیلاتا ہے یہ دامِ ریا
ہر فریبِ رنگ و بو سے ماورا عباسؑ ہیں

دیکھ کر عباسؑ کو ہیں مطمئن اہلِ حرمؑ
شہؑ کی طاقت اور زینبؑ کی ردا عباسؑ ہیں

شام سے دریا کے ساحل تک فضاؤں پہ محیط
جاں بلب پیاسی سکینہؑ کی صدا عباسؑ ہیں

وہ اندھیرا، وہ طلایہ، لشکروں پہ وہ نگاہ
یدۂ ا شا کربلاؑ عباسؑ ہیں

ان کو آتے دیکھ کر موجوں نے فوجوں سے کہا
اب ذرا بڑھنا سنبھل کر، دیکھنا عباسؑ ہیں

آج موقع ہے کہ دریا بھی روانی سیکھ لے
آج ساحل کے قریں تیغ آزما عباسؑ ہیں

پیاس میں دریا کو چھینا اور پھر پیاسے رہے
یہ بشر ہیں یا وفا کا معجزہ عباسؑ ہیں

تمغۂ اوصافِ مجسم، تمغۂ روشن آفتاب
صبرِ شہؑ ہیں، عزمِ زینبؑ ہیں، وفا عباسؑ ہیں

راہِ حق میں آج بھی ان کا علم ہے پیش پیش
ہر جلوسِ ماتمی کے رہنما عباسؑ ہیں

اس یقیں کے ساتھ پھیلاتے ہیں دامن آج ہم
اب دعا مقبول ہے، اب واسطہ عباسؑ ہیں

گھٹ رہی ہیں آرزوئیں، بڑھ رہے ہیں حوصلے
اب جو لشکر میں فقط اکبرؑ ہیں یا عباسؑ ہیں

دیکھ کر کاندھے پہ مشکیزہ یہ کہتے تھے عدو
ہو نہ ہو یہ تو سکینہؑ کے چچا عباسؑ ہیں

ہیں شجاعت کے تقاضے اور، حکمِ شہؑ کے اور
کس غضب کے امتحاں میں مبتلا عباسؑ ہیں

اُٹھتے ہیں تعظیم کو شہؑ کی اور اُٹھ سکتے نہیں
کیا کریں، بے دست و مجبورِ وفا عباسؑ ہیں

ہر طمانچے پر سکینہؑ نے تڑپ کر دی صدا
جلد آئیں، اب کہاں میرے چچا عباسؑ ہیں

میں کہاں اور مدحتِ عباسؑ کی منزل کہاں
نام کا ساحرؔ ہوں میں، معجز نما عباسؑ ہیں

☆☆☆☆☆

ایک شعر (مدح حضرت ابوالفضل العباسؑ)

میں کہاں، اور مدحتِ عباسؑ کی منزل کہاں
نام کا ساحرؔ ہوں میں، معجز نما عباسؑ ہیں

قطعہ (مدح حضرت ابوالفضل العباسؑ)

کوئی پوچھے کہ میں عباسؑ کو کیا کہتا ہوں
بازوئے صف شکنِ شاہِ ہدا کہتا ہوں
کل فقط مالکِ اقلیمِ وفا کہتا ہوں
آج دنیائے محبت کا خدا کہتا ہوں

قصائد و مناقب در مدح

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

قطعہ (مدح امام زین العابدینؑ)

حریت کا زمزمہ تقدیرِ زین العابدینؑ
صبح آزادی کی ضو تنویرِ زین العابدینؑ
سب کے سب مردانِ حُر ان کی محبت کے اسیر
سارا عالم حلقۂ زنجیرِ زین العابدینؑ

دو شعر (مدح امام زین العابدینؑ)

قفس والے چمن میں آج سُن کر یہ پیام آئے
علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؑ عالی مقام آئے

☆☆☆☆☆

کہاں ساحر، کہاں معجز نما کی مدح کی منزل
مرے مولا مرا حسنِ عقیدت میرے کام آئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدح امام زین العابدینؑ علی ابن الحسین علیہ السلام

حسینؑ خوش جو ہوئے آج گھر کا پا کے چراغ
تو ہم نے جشن منایا جلا جلا کے چراغ

پسر کے نور سے روشن ہوا حسینؑ کا گھر
ہماری بزم میں روشن ہوئے ثناء کے چراغ

جو بے چراغ تھا اب تک میرے حسینؑ کا گھر
خدا نے کر دیا روشن اسے جلا کے چراغ

خوشی کے اشک نہیں ضوفشاں یہ پلکوں پہ
رکھے ہیں ہم نے منڈیروں پہ یہ سجا کے چراغ

خدا نے گود بھری آج شہربانوؑ کی
جلائیں اہلِ وِلا شکرِ کبریا کے چراغ

تجلی جاتی ہے چھن چھن کے اس کی تا بہ فلک
جو ماں کی گود میں ہے سائے میں ردا کے، چراغ

یہ کون سجدہ گزار آ گیا ہے دنیا میں
ہیں روشن آج بہت خانۂ خدا کے چراغ

تجلیٔ رُخِ فرزند دیکھتے ہیں حسینؑ
کبھی جَلا کے چراغ اور کبھی بجھا کے چراغ

چراغِ دل سے مسرت کے پھول جھڑتے ہیں
حسینؑ دیکھتے ہیں جب یہ مسکرا کے چراغ

اِسی چراغ سے روشن رہیں گے حشر تلک
ہوائے ظلم میں بھی نسلِ مصطفیٰؐ کے چراغ

کبھی حسینؑ کا گھر بے چراغ رہ نہ سکا
ہوائیں تھک گئیں پیہم بجھا بجھا کے چراغ

چراغِ نسلِ حسینؑ اب نہ بجھ سکے گا کبھی
ہزار رکھ دے کوئی سامنے ہوا کے چراغ

ہوائے ظلم کا دامن جلا کے رکھ دے گا
ہوا ہے گھر میں جو روشن شۂ ہدا کے چراغ

ہیں شہربانوؑ کے یہ لختِ دل، حسینؑ کی جاں
علیؑ کے نورِ نظر، بیتِ فاطمہؑ کے چراغ

(ق) ہوائے ظلم و ستم کربلا کے مقتل میں
بجھا رہی تھی جو ایوانِ مصطفیٰؐ کے چراغ

(ق) غشی کے پردہ میں خالق نے روزِ عاشورہ
ہوائے شام سے رکھا ہے یہ بچا کے چراغ

ہَوا ہو تیز تو لَو ان کی اور بڑھتی ہے
عجب مزاج کے دیکھے ہیں کربلا کے چراغ

ہیں سنگِ میل رہِ حریت قیامت تک
جو راہِ شام میں ہیں ان کے نقشِ پا کے چراغ

ہر ایک حلقۂ زنجیر لَو جو دیتا ہے
تو اور ہوتے ہیں روشن رہِ خدا کے چراغ

بلند ہاتھ جو ہیں پیشِ حق یہ مولاؑ کے
ستونِ عرش پہ رکھے ہیں یہ دعا کے چراغ

اِسی یقین کے ساتھ ان سے لَو لگائے ہیں ہم
جنابِ سیدِ سجادؑ ہیں دُعا کے چراغ

یہ بزمِ مدحِ چراغِ حسینؑ ہے ساحرؔ
یہاں پہ جل نہیں سکتے ہمہ شما کے چراغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدح سید الساجدینؑ

یہ طرحی میلاد مبارک امام زین العابدینؑ، امام بارگاہ آلِ عباؑ، کراچی میں منعقد ہوا

ہیں آج زیب دہِ بزمِ کن فکاں سجادؑ
خدا کے فضل سے ہیں زینتِ جہاں سجادؑ

یہ آج عالمِ امکاں میں جو اُجالا ہے
ہوئے ہیں مطلعِ ہستی پہ ضوفشاں سجادؑ

دیارِ نور سے آ کر جہانِ خاکی میں
بڑھا رہے ہیں زمانے کی عز و شاں سجادؑ

انہی کے نور سے روشن حسینؑ کا گھر ہے
ہیں آج بزمِ امامت میں شمع ساں سجادؑ

چچا کی گود میں آ کر بشوق سنتے ہیں
امامِؑ وقت سے پہلے پہل اذاں سجادؑ

ہیں جانِ شبرؑ و شبیرؑ و زینبؑ و کلثومؑ
ہیں روشن اتنے چراغوں کے درمیاں سجادؑ

فدا ہیں ماں تو نثار ان پہ سارے گھر والے
کسی کے نورِ نظر ہیں کسی کی جاں سجادؑ

یہی تسلسلِ ذوقِ نمود کہتا ہے
نبیؐ کے گھر میں یہ آیا ہے پانچواں سجادؑ

ہوئے ہیں منزلِ آلِ عباؑ میں جلوہ نما
خدا کے فضل سے ہیں جلوہ گر یہاں سجادؑ

عجیب شکر کی منزل ہے آج یہ بخدا
ہیں میزباں یہ غلام اور میہماں سجادؑ

کرم ہے ان کا جو تشریف لائے ہیں وہ یہاں
وگرنہ ہم سے یہ عاصی کہاں، کہاں سجادؑ

علیؑ و شبرؑ و شبیر کی طرح اب ہیں
امامِ عصر و زماں، شاہِ انس و جاں سجادؑ

پیامِ سبطِ پیمبرؐ کے ترجماں ہیں یہی
حسینؑ مصحفِ مظلومیت، زباں سجادؑ

بقائے نسلِ پیمبرؐ کے ہیں یہی ضامن
ہیں اپنی ذات میں اک پورا خانداں سجادؑ

حسنؑ کا خُلق تو صبرِ حسینؑ و عزمِ علیؑ
نبیؐ کا نطق ہیں قرآن کی زباں سجادؑ

جھکے ہیں مثلِ فلک بہرِ سجدۂ معبود
زمیں ہے سجدہ گہہ عشق، آسماں سجادؑ

وہیں تو کھلتے ہیں سجدوں کے پھول مٹی پر
جبینِ شوق جھکا دیتے ہیں جہاں سجادؑ

بہارِ یثرب و بطحا و کربلا ہے جہاں
بسا رہے ہیں دلوں میں وہ بستیاں سجادؑ

کیے گئے ہیں مقرر خدا کی جانب سے
جہانِ زشت میں سجدوں کے پاسباں سجادؑ

نہ ان کی یاد مٹے گی نہ سجدۂ معبود
بقا نصیب یہ سجدے ہیں، جاوداں سجادؑ

ہے نقشِ پا میں جو تابانیِ نجومِ فلک
سجا رہے ہیں زمیں پر بھی کہکشاں سجادؑ

غرورِ سطوتِ باطل کو جب نہ توڑ سکیں
کسی بھی وقت نہ تھے اتنے ناتواں سجادؑ

کریں گے فخر سب اہلِ وفا اسیری پر
اسیروں کو وہ دیں گے بلندیاں سجادؑ

رسن میں جکڑے ہوئے ہاتھ سے اڑا دیں گے
غرور و ہیبتِ شاہی کی دھجیاں سجادؑ

اذاں کے وقت یہ دیکھیں گے خادمانِ شہی
یزید ہو گیا ناکام، کامراں سجادؑ

بنیں گی اُن کی صدائیں نویدِ آزادی
رہِ رضا میں جو پہنیں گے بیڑیاں سجادؑ

جو آ کے بھائی کا قاتل بھی ہو گیا مہماں
بحسنِ خُلق ہوئے اس کے میزباں سجادؑ

ضیائے نقشِ کفِ پا سے شام و کوفہ تک
بناتے جائیں گے راہوں کو کہکشاں سجادؑ

جہاں سخاوتِ حاتم بھی عاجزی دکھلائے
وہاں لٹاتے ہیں بھر بھر کے جھولیاں سجادؑ

نہ پھٹ پڑے کہیں دنیا پہ بعدِ قتلِ حسینؑ
دعا کے ہاتھ پہ روکے ہیں آسماں سجادؑ

ہمارا کارواں پہنچے گا تا بہ کوثر اب
خدا کے فضل سے ہیں میرِ کارواں سجادؑ

کہاں تک ان کے فضائل رقم کرے کوئی
فضیلتوں کا ہیں اک بحرِ بیکراں سجادؑ

یہ مدح خلد میں لے جائے گی، اگر ساحرؔ
قبول کر لیں یہ نذرِ سخنوراں سجادؑ

☆☆☆☆☆

منقبت در مدح

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

رباعی (جوانی جنت میں)

روٹھے کی تو کیا، آپ ہی پچھتائے گی
پھر آ کے یہ قدموں سے لپٹ جائے گی
جاتی ہے جوانی تو یہ جائے گی کہاں
جائے گی تو جنت میں پلٹ آئے گی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

اُجالوں کا سہارا ہیں امامِ جعفرِ صادقؑ
تجلی کا منارہ ہیں امامِ جعفرِ صادقؑ

دو عالم میں سہارا ہیں امامِ جعفرِ صادقؑ
سہارا بھی ہمارا ہیں امامِ جعفرِ صادقؑ

یہ ہر سو اِس لئے نورِ حقیقت کی ہے تابانی
جہاں میں جلوہ آرا ہیں امامِ جعفرِ صادقؑ

تلاطم ظلمِ شاہی کا ہے اور کشتی ہے امت کی
تلاطم میں کنارا ہیں امامِ جعفرِ صادقؑ

بہم نسبت یہ تاریخِ ولادت نے بتائی ہے
محمدؐ چاند، تارا ہیں امامِ جعفرِ صادقؑ

ادب اور احترام اِس محفلِ مدحت میں لازم ہے
یہاں محوِ نظارہ ہیں امامِ جعفرِ صادق

خدا نے مصحفِ عصمت جو بھیجا چودہ (۱۴) پاروں کا
اُسی کا ایک پارہ ہیں امامِ جعفرِ صادقؑ

جہالت کے مقابل ایک پوری جامعہ لے کر
زمانہ میں صف آرا ہیں امامِ جعفرِ صادقؑ

شبِ اسریٰ جنہوں نے جلوۂ نورِ خدا دیکھا
اُنہی آنکھوں کا تارا ہیں امامِ جعفرِ صادقؑ

صداقت ہے جو اک اعلیٰ ترینِ وصفِ انسانی
اُسی کا استعارا ہیں امامِ جعفرِ صادقؑ

جہاں میں اب جہاں حق کو سہارے کی ضرورت ہے
وہیں حق کا سہارا ہیں امامِ جعفرِ صادقؑ

ہمیں کیا خوف اے ساحرؔ صراط و نارِ دوزخ کا
کہ بخشش کا سہارا ہیں امامِ جعفر صادقؑ

☆☆☆☆☆

قصائد و مناقب در مدح

شاہِ خراسان حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام

قطعہ

اللہ اللہ کیسی قسمت کیسا اپنا رتبہ ہے
آدمیت کو جس نے شفا دی اس سے اپنا رشتہ ہے
ہم کو کہاں بیماریِ عصیاں، ہم کو کہاں باطل کا مرض
آبِ شفا(۱) سے اپنا وضو ہے، خاکِ شفا پر سجدہ ہے

(۱) مدینہ منورہ کے قریب مسجدِ عائشہ کے سامنے "ابیارِ علیؑ" کے نام سے ایک کنواں ہے حضرت رسولؐ خدا کے حکم پر دوسرے اصحاب کی طرح حضرت علیؑ نے بھی ایک کنواں کھودا تھا اور صرف اس کنویں میں پانی نکلا تھا۔ اوروں کے کھودے ہوئے کنوؤں سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا تھا۔ اس کنویں سے پانی پمپ کے ذریعہ ایک ٹنکی میں چڑھایا جاتا تھا۔ جس کو آبِ شفا کہا جاتا تھا۔ ۱۹۹۰ء میں حج میں ہم بھی کنویں کا پانی لے کر آئے تھے۔ بعد میں دشمنانِ علیؑ و آلِ رسولؐ نے اور یادگاروں کی طرح اس کنویں کو بھی بند کر دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدح غریب الغرباء و معین الضعفاء و الفقراءؑ امام علی ابن موسیٰ الرضاؑ

برمکان جناب خواجہ کمیل صاحب مرحوم ۱۹۹۳ء

نزول کس کا ہے یہ رحمتِ خدا کی طرح
فضائے دہر جو ہے طوس کی فضا کی طرح

ہوا ہے جلوہ نما کوئی مرتضیٰؑ کی طرح
رہِ حیات ہے روشن رہِ رضا کی طرح

مدینۂ نبویؐ سے دیارِ مشہد تک
فضائے دہر ہے اب خلد کی فضا کی طرح

ہیں جمع بزم میں جو میکشانِ طوس و نجف
ہے دورِ بادۂ مدحت مئے وِلا کی طرح

چھلک رہا ہے سرِ بزم ساغرِ کوثر
برس رہی ہے گھٹا رحمتِ خدا کی طرح

ہے اس کے لب پہ جو ذکرِ بہارِ گلشنِ طوس
قلم کی چال میں ہیں شوخیاں صبا کی طرح

جس آفتاب کو "شمس الشموس" کہتے ہیں
وہ جلوہ ریز ہے خورشیدِ مدعا کی طرح

ہیں جمع حور و ملک آستانِ کاظمؑ پر
یہ بزمِ ارض بھی ہے محفلِ سما کی طرح

ہے بیتِ موسیٰ کاظمؑ میں جو ورودِ علیؑ
چمک رہا ہے یہ گھر خانۂ خدا کی طرح

نگاہِ شوق کو ہے آرزوئے دید بہت
الٹ دے پردۂ در اب کوئی ہوا کی طرح

نہ کیوں ہو، یہ بھی تو ام البنینؑ کا ہے پسر
وفا سرشت ہے عباسِؑ با وفا کی طرح

ملوکیت کے نقیب اس کو دیکھ کر چپ ہیں
زبانیں گنگ ہیں سب سازِ بے صدا کی طرح

اب ایک مطلعِ نو لکھ کے میں بھی پیش کروں
قصیدہ مدح میں دعبلؔ سے حق نوا کی طرح

ثناء امام رضاؑ کی ہو کیا ثناء کی طرح
نہ میں نبیؐ کی طرح ہوں نہ میں خدا کی طرح

بیان کر دے کوئی گر حدِ عطائے رضاؑ
قصیدے عرش سے نازل ہوں ہل اتیٰ کی طرح

بغیر دیکھے ہوئے، ان کے شہر کا نقشہ
ہے نقش دل پہ مرے ان کے نقشِ پا کی طرح

رضائے حق سے رضاؑ اس لئے کہا ان کو
رضا ہے آپ کی اللہ کی رضا کی طرح

جہاں میں نورِ ہدایت کی روشنی پھیلی
چراغِ طوس میں روشن ہوا حرا کی طرح

عجب یہ شاہِ خراساں کا آستانہ ہے
ہیں بادشاہ بھی حاضر جہاں گدا کی طرح

یہاں سے معرفتِ حق کی بھیک ملتی ہے
ہیں ان کے در کے بھکاری بھی اولیاء کی طرح

قلم بدست ہیں حاضر ہزارہا علماء
علیؑ وقت ہیں ناقہ پہ مرتضیٰؑ کی طرح

حدیث کہہ کے ''انا من شُروطِہا'' بھی کہا
ہے بیشک ان کی ولا حِصنِ کبریا کہ طرح

انھی نے مسندِ شاہی پہ بھی فقیری کی
تھا بوریا انہیں محبوب مصطفیٰؐ کی طرح

دعا سے آپ کی پانی کہاں کہاں برسا
مطیع ابر بھی ان کا ہُوا، ہَوا کی طرح

اشارہ کر دیں اگر آپ شیرِ قالیں کو
عدو پہ ٹوٹ پڑے قہرِ کبریا کی طرح

درِ رضاؑ سے کوئی دربدر نہیں ہوتا
یہاں سے خلد کا رستہ ہے کربلا کی طرح

شہابِ ثاقب و شمع و نجوم و شمس و قمر
کوئی چراغ نہیں ان کے نقشِ پا کی طرح

یہ جائیں عرش پہ تو ان کی کفش پا چمکے
جبینِ عرش پہ نعلینِ مصطفیٰؐ کی طرح

امامِ ثامنؑ ضامن کی گر ضمانت ہو
رہِ فنا بھی ہو مجھ کو رہِ بقا کی طرح

کوئی خطا ہے نہ کوئی عطا مرے مولاؑ
مری خطا کی طرح، آپ کی عطا کی طرح

ہے ان کی مدح وسیلہ نجات کا ساحرؔ
یہ حرفِ مدح بھی ہے حرفِ مدعا کی طرح

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدح شاہِ خراسانؑ امام علی ابن موسیٰ الرضاؑ

برمکان جناب سید طالب رضا صاحب مرحوم، ۹ جنوری ۱۹۷۱ء

عصمت کے قدم چومے جب افسرِ سلطانی
پھر عینِ رضا گویا ہوتی ہے جہانبانی

آئی ہے خراساں سے اب دعوتِ ایمانی
واں لے کے چلا مجھ کو اب ذوقِ ثنا خوانی

اب بحرِ تکلم ہے اور ذوق کی طغیانی
احساس کی موجیں ہیں اک بہتا ہوا پانی

مدحت کا تموج ہے اور فکر کی لہریں ہیں
بلقیسِ تخیّل ہے اور تختِ سلیمانی

اڑتا ہوا پہنچا ہوں کاشانۂ کاظمؑ تک
یہ آٹھویں منزل ہے اے ذوقِ پر افشانی

خالق نے علیؑ کو پھر بھیجا ہے زمانے میں
اب کیوں نہ ہو باطل کا پتھر سا جگر پانی

علم و عمل و صبر و ایثار و سخاوت کو
اللہ نے بخشا ہے اک پیکرِ انسانی

ہے ان کی دہن میں بھی حیدرؓ کی زباں گویا
لہجہ ہے محمدؐ کا، آہنگ ہے قرآنی

تصویر کے دو رُخ ہیں، اک علم اور اک جرأت
بہتا ہوا اک دریا، ٹھہرا ہوا اک پانی

اصحابِ حکومت نے، اربابِ سیاست نے
ان سا نہ کوئی پایا گو خاک بہت چھانی

اے جذبۂ مداحی، اے ذوقِ ثنا خوانی
پھر مدح رضاؓ میں ہو اک مطلعِ لاثانی

پھیلی ہے سرِ منزل اک نور کی تابانی
روشن گرِ عالم ہے یہ شمعِ خراسانی

آغوش ہے کاظمؑ کی اور جلوۂ ایمانی
یا نورِ خداوندی اور طور کی پیشانی

دامن میں چھپا آ کر آشوبِ ولی عہدی
آسودۂ ساحل ہے اک کشتیِ طوفانی

مجبور کیا جائے ظالم کی نیابت پر
اک تازہ ستم کی ہے بانی یہ جہانبانی

ظالم سے سوا اِس کے مظلوم کا رشتہ کیا
وہ طالبِ قربانی، یہ عازمِ قربانی

مظلوم کی فطرت ہے حق گوئی و حق کوشی
ظالم کی جبلت ہے طاغوتی و شیطانی

وہ ظلِّ خداوندی، یہ سایۂ ابلیسی
وہ باعثِ آبادی، یہ باعثِ ویرانی

وہ عزمِ براہیمیؑ، یہ آتشِ نمرودی
وہ طینتِ ایمانی، یہ سیرتِ ہامانی

وہ حق کا نمائندہ، باطل کا یہ کارندہ
وہ رفعتِ انسانی، یہ پستیِ حیوانی

وہ پھول کی رنگینی، یہ خار کی سنگینی
وہ طائرِ لاہوتی، یہ غولِ بیابانی

وہ امن کا پیغمبر، یہ جنگ کا ہرکارہ
وہ نغمۂ آزادی، یہ نالۂ زندانی

وہ دن کا اجالا ہے، یہ رات کی تاریکی
وہ بادِ سحر گاہی، یہ صرصرِ طوفانی

دریائے بقا وہ ہے، سیلابِ فنا یہ ہے
وہ نوحؑ کی کشتی ہے، یہ کشتیِ طوفانی

وارث وہ محمدؐ کا، بوجہل کا یہ پیرو
وہ صدق میں لاثانی، یہ کذب میں لاثانی

کردارِ یزیدیت ہے راہنما اِس کا
اور اُس کی نگاہوں میں شبیرؑ کی قربانی

ساحرؔ یہ نیابت کا نذرانہ امامت کو
اجماعِ سیاست کی مکاری و شیطانی

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علی مدد

در مدح امام ضامنِ ثامن علیہ السلام

محفل میلاد مبارک امام ضامن ثامنؑ ، بر مکان جناب طالب رضا صاحب مرحوم ۱۹۷۱ء

اس قصیدہ کی تشبیب کا موضوع ہجرت، سانحۂ مشرقی پاکستان اور اس کے اہم کرداروں سے متعلق ہے

نہ پہنچا بجلیوں کا ہاتھ جب میرے گریباں تک
نشیمن کی عداوت میں جلا ڈالا گلستاں تک

بڑی دشوار راہوں سے گزر کے آئے تھے اے دل
خزاں سے موسمِ گل تک، بیاباں سے گلستاں تک

یہ کیسا انقلاب آیا گلستانِ محبت میں
گلوں نے توڑ ڈالے بلبلوں سے عہد و پیماں تک

کیا ہے اس طرح تاراج یہ پھولا پھلا گلشن
مَسل کے پھینک دیں پاؤں تلے گل چیں نے کلیاں تک

جنوں کی فتنہ سامانی نے کیا کیا گل کھلائے ہیں
ہمارا چاکِ دامن آ گیا چاکِ گریباں تک

کچھ ایسی ہو گئی تاریکِ دنیا غم نصیبوں کی
اندھیرا دور کر سکتا نہیں مہرِ درخشاں تک

نظر کس بد نظر کی لگ گئی میرے گلستاں کو
نشیمن تو نشیمن، جل گئیں معصوم کلیاں تک

اسیرانِ بلا کو اور بھی چرکے لگاتی ہے
لپک شعلوں کی آ کے روزنِ دیوارِ زنداں تک

کچھ ایسے ٹوٹ کے دل رہ گئے ہیں اہلِ گلشن کے
کہ ہاتھ آتا نہیں دل بستگی کا کوئی عنواں تک

ستم ڈھاتی ہے دل پر چاندنی راتوں کی بے کیفی
بجھایا صرصرِ غم نے چراغِ ماہِ تاباں تک

فلک سے کیا کریں شکوہ رقیبوں کی عنایت کا
ہمیں تو رنج دیتی ہے زمینِ کوئے جاناں تک

فقط گیسو ہی لہراتے ہوئے، دل کو نہیں ڈستے
کھٹکتی ہے دلوں میں خار بن کے نوکِ مژگاں تک

گلوں کے قہقہے اور بلبلوں کے چہچہے کیسے
اُجڑ کے رہ گئی ہے رونقِ بزمِ نگاراں تک

گلہ کیا اُس بتِ (۱) کافر سے ہم کو، جس کی الفت میں
جنابِ (۲) شیخ نے خود بیچ ڈالا اپنا ایماں تک

تباہی ہم سے اپنے باغ کی دیکھی نہیں جاتی
نظر پیہم پلٹ آتی ہے جا جا کر گلستاں تک

دوائے دردِ دل میخانۂ مشہد میں ملتی ہے
اُٹھو، آؤ، چلیں میخانۂ غم سے خراساں تک

سنا ہے اس زمیں سے چشمۂ کوثر اُبلتا ہے
سنا ہے پینے جاتے ہیں وہاں مقدادؓ و سلمانؓ تک

وہاں کھلتی ہیں کلیاں، غنچہ و گل مسکراتے ہیں
چمن کیسے، تصدق اس روش پر باغِ رضواں تک

یہ اس شاہنشہِ جن و بشر کا آستانہ ہے
جہاں حدِ ادب سے بڑھ نہیں سکتے سلیمانؑ تک

خجل ہے جس کی ضو سے تابشِ مہرِ درخشاں بھی
تجلی آٹھویں آئی وہ کاظمؑ کے شبستاں تک

کھلا ہے وہ گلِ تازہ گلستانِ محمدؐ میں
کہ مہکی ہے فضا ساری مدینہ سے خراساں تک

۱۔ [illegible] وزیر اعظم تھیں۔
۲۔ شیخ مجیب الرحمٰن - پاکستان [illegible] لیڈر۔

زیارت کے لئے جب دل بہت بیتاب ہوتا ہے
ملک گردوں سے مثلِ وحی آتے ہیں خراساں تک

بچھا ہے استراحت کے لئے ایک بوریا اُس نے
تصرف میں ہیں جس کے سلطنت کے قصر و ایواں تک

بنایا جانشیں حلّالِ مشکل مان کر اُن کو
خلافت کا سفینہ آ گیا جب بڑھ کے طوفاں تک

تقابل شاہِ دیں کا شاہِ دنیا سے یہ کہتا ہے
بہت ہیں ارتقا کی منزلیں انساں سے انساں تک

خوشا قسمت لبِ ساحرؔ پہ آئی منقبت اس کی
ثناء جس صاحبِ اعجاز کی کرتا ہے قرآں تک

☆☆☆☆☆

قطعہ (سقوطِ ڈھاکہ)

فلک سے کیا کریں شکوہ رقیبوں کی عنایت کا
ہمیں تو رنج دیتی ہے، زمین کوئے جاناں تک
گلہ کیا اس بُتِ[1] کافر سے ہم کو جس کی اُلفت میں
جنابِ شیخ[2] نے خود بیچ ڈالا اپنا ایماں تک

۱۔ شری متی اندرا گاندھی جو سقوطِ ڈھاکہ کے وقت بھارت کی وزیرِ اعظم تھیں۔
۲۔ شیخ مجیب الرحمٰن۔ پاکستان کا باغی بنگالی لیڈر۔

قصائد و مناقب در مدح

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

حج کے موقع پر (مدح مولائے کائناتؑ)

بادۂ الفت حیدرؑ سے وضو کرتا ہوں
دل کو میخانہ تو آنکھوں کو سبو کرتا ہوں
جا کے دیوارِ حرم[1] دیکھ، بتا پھر اے شیخ
کیا میں ساقی کی محبت میں غلو کرتا ہوں

[1] مسجد خانہ کعبہ کی دیوار کا وہ مقام جہاں سے جناب فاطمہ بنت اسدؑ کے خانہ کعبہ میں داخل ہونے کے واسطے دیوار کعبہ بحکم خدا سے شق ہوگئی تھی جس سے وہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئیں اس لئے کہ اس وقت خانہ کعبہ کے دروازے مقفل تھے۔ ان کے خانہ کعبہ میں داخل ہونے کے بعد وہاں ان کے فرزند حضرت علیؑ کی ولادت ہوئی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدح امام محمد تقی علیہ السلام

پھر دل ہے اور لذتِ وارفتگی ہے آج
پھر طبعِ شوخ جانبِ گلشن چلی ہے آج

ہر ایک گل کی شاخِ تمنا ہری ہے آج
بلبل ہر ایک پھول پہ منڈلا رہی ہے آج

ہنستے ہوئے گلوں پہ غضب کا نکھار ہے
کھلتی ہوئی کلی میں بڑی دلکشی ہے آج

اتنی حسین پہلے کبھی اور تو نہ تھی
جتنی حسین چھٹکی ہوئی چاندنی ہے آج

جو تار ہے وہ نغمہ سرائے الست ہے
سازِ دلِ حزیں میں عجب نغمگی ہے آج

طیبہ سے مے بدوش گھٹا یوں اٹھی ہے آج
ہے میکشوں کو وجد، فضا جھومتی ہے آج

واعظ کہ رند، دیکھو جسے میکدے میں ہے
ساقی کی بخششوں کی ہوا یوں بندھی ہے آج

عیسیٰؑ نے آسماں پہ خضرؑ نے زمین پر
میخانۂ رسولؐ سے جی بھر کے پی ہے آج

دل مومنوں کے جلوہ گہہ طور ہو گئے
جلوؤں کی میکدے میں وہ بارش ہوئی ہے آج

کفر و نفاق و ظلم کی راہیں ہیں تیرہ تر
ایماں کے راستے میں بڑی روشنی ہے آج

ہر دل میں ہر نظر میں محمدؐ ہیں جلوہ گر
ہرلب پہ ہر زباں پہ علیؑ ہی علیؑ ہے آج

سمجھے حضور، دل کی کلی کیوں کھلی ہے آج
"پیدائش امامؑ محمد تقیؑ ہے آج"

پھر اک قمر ہے عرشِ امامت پہ ضوفشاں
پھر ایک شمع بزم میں روشن ہوئی ہے آج

پھر سر بسجدہ حکمِ خدا سے ہے ہر ملک
پھر اعتبارِ خالقِ کُل آدمی ہے آج

پھر اُڑ رہا ہے رنگِ رخِ مرحبانِ عصر
پھر کارزارِ حق میں درودِ علیؑ ہے آج

چنگیزی و یزیدیت و شانِ خسروی
مومن کی اک نگاہ سے تھرا رہی ہے آج

مثلِ نبیؐ اشاعتِ احکام کے لئے
قرآن کو اک اور زباں مل گئی ہے آج

جواد ہیں سخی ہیں تقی ہیں امامؑ ہیں
بزمِ جہاں میں جن کی یہ جلوہ گری ہے آج

طیبہ میں ہے وہ نورِ منور میں دل یہاں
ہے کس جگہ چراغ کہاں روشنی ہے آج

ساحرؔ کی سحر کار زباں سے بہ فیضِ حق
معجز نما کی مدح سرائی ہوئی ہے آج

☆☆☆☆☆

قطعہ

قربانی

جب سفر کرتا خلیلِ کبریا کی راہ میں
جو قدم اُٹھے وہ اٹھے بس خدا کی راہ میں
وقتِ قربانی منیٰ میں گونجتی ہے یہ صدا
نفس کو قربان کرتا ہے، خدا کی راہ میں

قصائد و مناقب در مدح

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

رباعی

بوذرؓ کو حق انتساب کرنے والے
قنبرؓ کو فلک جناب کرنے والے
ساحر بھی ہے ذرّہ تری خاکِ پا کا
اے ذرّوں کو آفتاب کرنے والے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علی مدد

قصیدہ در مدح امامِ دہم امام علی نقی علیہ السلام

بلبل نوید لائی پھولوں کی تشتری میں
دسویں بہار آئی صحرائے زندگی میں

دل لے گئے صبا کا کیا ہنسی ہنسی میں
کیا کیا ادائیں سیکھیں غنچوں نے کمسنی میں

کچھ روٹھ کے صبا سے لب بند تھیں جو کلیاں
وہ کھلکھلا پڑی ہیں ہلکی سے گدگدی میں

ہے دردِ دل کا درماں جوشِ جنوں کا ساماں
پھولوں کے رنگ و بو میں سبزے کی دلکشی میں

گلشن میں گھومتی ہے شاخوں پہ جھومتی ہے
پھولوں کو چومتی ہے، بادِ سحر خوشی میں

بادل تھرک رہے ہیں تارے چمک رہے ہیں
موتی دمک رہے ہیں دریائے زندگی میں

کچھ گنگنا رہی ہے نغمے سنا رہی ہے
پائل بجا رہی ہے اک حور بے خودی میں

اک گد گدا رہا ہے اک مسکرا رہا ہے
کیا لطف آ رہا ہے پھولوں کو دل لگی میں

غنچے چٹک رہے ہیں گھنگھرو چھنک رہے ہیں
ساغر کھنک رہے ہیں بھرپور چاندنی میں

اک عیش ہے طرب ہے نغمہ بزیرِ لب ہے
ساقی مزہ تو اب ہے رندی میں میکشی میں

بادہ کشوں کی جنت آباد تا قیامت
یہ میکدہ سلامت تیری سلامتی میں

انعامِ فصلِ گل دے بھر بھر کے جام مُل دے
ہوش و خرد کو غُل دے مستی میں سرخوشی میں

نو(۹) سے ہوا ملاقی دسواں(۱۰) پلا دے ساقی
کچھ مئے نہ چھوڑ باقی شیشہ کہ خُم کسی میں

مجھ کو پلا یہاں تک بھولوں غمِ جہاں تک
دل کی لگی زباں تک آ جائے بے خودی میں

مثلِ صبا پکاروں جا کر گلی گلی میں
فصلِ بہار آئی باغِ محمدیؐ میں

جلوہ فگن ہے کوئی پھر صورتِ علیؑ میں
پھر کھلبلی مچی ہے اربابِ خیبری میں

نورِ رُخِ نقیؑ ہے یوں دامنِ تقیؑ میں
جیسے کِھلے کنول سا اک پھول چاندنی میں

وہ جس نے عمر ساری زندان میں گزاری
ایماں کی دوستی میں باطل کی دشمنی میں

در آئی تیری ہیبت یوں قلبِ خسروی میں
رخنہ سا پڑ گیا ہے سدِ سکندری میں

اک بوریہ نشیں سے شاہی لرز رہی ہے
اللہ ری جلالت تیری قلندری میں

ہوتے اگر پیمبرؐ کچھ اور بعدِ احمدؐ
کافر تھا شک جو کرتا تیری پیمبری میں

اہلِ نظر نے دیکھی اہلِ غرض نے پائی
دنیا تری گلی میں عقبیٰ تری گلی میں

ہے آپ کی اطاعت وجہِ نجات، ورنہ
کس کا بھلا ہوا ہے، بندوں کی بندگی میں

شاہوں کو راس آئی در کی ترے گدائی
جبریلؑ کی سعادت اس گھر کی چاکری میں

احمدؐ ہوں یا نقیؑ ہوں، سب ایک، سب محمدؐ
زنجیر کی کڑی ہے زنجیر کی کڑی میں

مشاطۂ ازل نے اک اور بہرِ زینت
موتی پرو دیا ہے ایمان کی لڑی میں

اے کاش لکھ دے باری تقدیر میں ہماری
جینا تری گلی میں مرنا تری گلی میں

ان کی ولا عبادت ان کی ثناء عبادت
مصروفِ بندگی ہوں مداحیِ نقیؑ میں

اعجازِ منقبت سے ساحرؔ سا بے ہنر میں
جادو جگا رہا ہے اس رنگِ شاعری میں

☆☆☆☆☆

قصائد و مناقب در مدح

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

قطعہ (مذہب و تہذیبِ جدید)

دہر کے بحر میں جب ڈوب کر انساں نکلا
کچھ نہ تھا زادِ سفر، بے سر و ساماں نکلا
لے گئے خلعتِ مذہب جو بہا کر طوفاں
آدمی جامۂ تہذیب میں عریاں نکلا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدح امام حسن عسکریؑ

جہاں میں اب ورودِ عسکریؑ ہے
یہاں تک روشنی ہی روشنی ہے

مرے لب پر ثنائے عسکریؑ ہے
دوائے دردِ عصیاں مل گئی ہے

کِھلا ہے پھول یہ سوسنؑ کا جب سے
فضا جنت کی خوشبو سے بسی ہے

ہے پرتو اِس حسنؑ میں اُس حسنؑ کا
یہ آئینہ بھی کیسا منجلی ہے

جو سیرت تھی حسنؑ ابنِ علیؑ کی
نئے پیکر میں اب وہ ڈھل گئی ہے

ہے صلح و امن تو ان کی بھی سیرت
لقب ان کا اگرچہ عسکریؑ ہے

وہ آیا ہے جہاں میں جس کے دم سے
خدا کے دیں کی تازہ زندگی ہے

سہارا مل گیا پھر دینِ حق کو
نئی قوت اب اس میں آ گئی ہے

رُخِ اسلام پر اب یہ تجلی
حسنؑ کے حُسن کی تابندگی ہے

کھِل اٹھا ہے دلِ اہلِ تولا
دلِ اہلِ جفا میں تھرتھری ہے

قیامت تک امامت کی بقا کو
یقیناً اب ضمانت مل گئی ہے

جو ہو گا بعد ان کے ان کا وارث
قیامت کی اسی سے لَو لگی ہے

نہ کیوں ساحرؔ کروں میں مدحِ مولا
یہی مدحت تو میری زندگی ہے

☆☆☆☆☆

قصائد و مناقب در مدح

امام عصر والزمان حضرت امام مہدی علیہ السلام

قطعہ (مدح امام عصر والزمانؑ)

اے مرے پردۂ غیبت میں سنورنے والے
ہم پر اللہ کی رحمت ہے تمہارا پردہ
پردہ اٹھے گا تو کھل جائیں گے اعمال اپنے
اسی پردہ نے تو رکھا ہے ہمارا پردہ

قطعہ (مدح امام عصر والزمانؑ)

وعظ کہتے ہو جو یہ دل کو ہلانے والے
واعظو، ہم نہیں اس پھیر میں آنے والے
ہم سے وعدہ ہے کہ اُس دن وہ اٹھائیں گے نقاب
تم بڑے آئے قیامت سے ڈرانے والے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

قصیدہ در مدح خاتم الائمہؑ امام مہدی آخرالزماں عجل فرجہٗ

یہ بدرِ نیمۂ شعبان، یہ چاندنی کا عمل
یہ میکدے کی فضائیں، یہ میکشی کا محل

بحکمِ ساقیِ فطرت ہوائے موسمِ گُل
اٹھا کے لائی ہے کاندھے پہ ابر کی چھاگل

مدینہ و نجف و کربلا و مشہد سے
اُمڈ کے آئے ہیں گلشن پہ دَل کے دَل بادل

شبِ خمار میں رندوں کی رہنمائی کو
گھٹا اٹھائے ہے ہاتھوں میں برق کی مشعل

وہ بوندیوں کی ٹپا ٹپ میں جلترنگ کی دُھن
کہ بج رہی ہے عروسِ بہار کی پائل

یہ سرخوشی کی فضائیں، یہ میکشی کے مزے
جنابِ شیخ کی نیت میں آ گیا ہے خلل

لبادہ اوڑھ کے آئے ہیں پارسائی کا
چھپا کے لائے ہیں اک آستین میں بوتل

وِلا کی بزم میں ایک غیر کو جو دیکھا ہے
گرج رہے ہیں فلک پر بھرے ہوئے بادل

چمک کے گرتی ہے بجلی فضا پہ یوں، جیسے
عدو کے دل میں اترتا ہے ذوالفقار کا پھل

وہ ذوالفقار جو چمکے گی پھر قیامت میں
وہ ذوالفقار جو نسلِ یزیدیت کی اجل

کڑکتے دیکھ کے بجلی کو، یاد آتی ہے
وہ ایک ضرب، عباداتِ دہر سے افضل

دیارِ غیر میں اس رات گھپ اندھیرا ہے
ہر ایک گوشے میں بیٹھا ہے تیرگی کا عمل

نقابِ ابر میں ہے ماہِ نیمۂ شعبان
مگر نگاہ سے غائب ہے آنکھ سے اوجھل

یہ چاند پیشِ نظر اس طرح حجاب میں ہے
کہ جیسے آج کے پردے میں آنے والی کل

چھپی ہو جیسے نگاہوں سے پھول کی خوشبو
نہاں ہو آنکھ سے اندھے کی جیسے تاج محل

وہ جیسے محفلِ اسریٰ میں بیچ کا پردہ
یونہی ہے چاند کے اور میرے درمیاں بادل

میں سوچتا ہوں کہ ہے غیب کیا عدم کی دلیل؟
اگر یہ سچ ہے تو کیسا ابد کہاں کا ازل

مجھے تو روح بھی اپنی نظر نہیں آتی
یہی نہیں ہے تو میرا وجود ہی مہمل

اگر وجود ہے مہمل تو پھر ہوا میں عدم
اگر عدم ہوں تو کیسی حیات کیسی اجل

پکارا دل، کسی دشمن نے یہ اڑائی ہے
جسے نہ عقل نہ اچھے برے کی کچھ اٹکل

حجاب ہی تو دلیلِ وجودِ باری ہے
عیاں ہو وہ تو پڑے خود الوہیت میں خلل

اِدھر دلیل اُدھر یہ ثبوت ہے روشن
رخِ قمر سے سرکتا ہے ابر کا آنچل

یہیں سے میں نے نویدِ ظہور پائی ہے
یہیں سے رف رفِ خامہ، اب اپنی راہ بدل

وہ جلوہ ریز ہوا ماہِ نیمۂ شعباں
وہ چمکا مطلعِ نو، اور وہ چھٹ گئے بادل

بھری ہے بادۂ مدحت سے فکر کی چھاگل
ہوا ہے شہدِ تولّا شرابِ نظم میں حل

جوابِ وادیِ سینا ہے سینۂ شاعر
چراغِ طورِ تجلّا ہے فکر کی مشعل

نگاہِ مدح کا مرکز ہے بزمِ سامرّہ
یہی براقِ تخیّل کی منزلِ اوّل

رواں ہے چشمِ عقیدت سے چشمۂ کوثر
تو کشتِ فن پہ برستے ہیں فکر کے بادل

قلم ہے انگلیوں میں یا عنانِ اسپِ سخن
ورق ہے جادۂ الہامِ ربِّ عزّوجل

ورق ہے لوحِ عقیدت، صحیفۂ عظمت
قلم بھی ہے پرِ جبریلؑ کی قلم کا بدل

صریرِ کلک ہے یا چاپ ان کے قدموں کی
کہ جس کو سن کے قلم گنگنا رہا ہے غزل

ورق پہ مدح کے مصرعے ہیں موجۂ کوثر
ہیں رقص میں انہیں موجوں پہ منقبت کے کنول

ہوئی ہے مجھ کو جو توفیقِ مدحتِ ساقی
ازل سے دل جو ہے بیکل وہ آج پائے گا کل

افق پہ نظم کے روشن ہوا ہے مطلعِ نو
قلم کی شاخ سے پھوٹی ہے اک نئی کونپل

بہ چشمِ لطف و عطائے خدائے عزّوجل
ملا ہے دیدۂ نرجس کو نورِ صبحِ ازل

ہے آج دستِ حسنؑ پر چراغِ دیدۂ دل
کہ ماہتاب کے ہاتھوں میں نور کی مشعل

جبینِ پاک جو سرنامۂ قصیدۂ حُسن
تو ابروؤں کی یہ بیت اس کا مطلعِ اوّل

جمالِ عارضِ تاباں پہ مہر و مہ صدقے
نثار نرگسی آنکھوں پہ ہیں غزال و غزل

فروغِ محفلِ شمعونؑ شمعِ بزمِ حرم
جمالِ نورِ محمدؐ، جلالِ صبحِ ازل

مشابہت یہ رسولؐ خدا سے، کہتی ہے
کہ ہیں محمدؐ آخر محمدؐ اوّل

ہے سطحِ آب پہ یوں جا نماز کی کشتی
کہ جیسے نور کی موجوں پہ تیرتا ہو کنول

جنابِ خضر کی عمرِ دراز کا اک دور
مرے حضورؐ کی عمرِ شریف کا اک پل

طلوع کل جو ہوا بزمِ سامرہ میں، وہ چاند
چمک رہا ہے حرم کی فضاؤں میں جھل جھل

کھنچا ہے فرق پہ ابرِ کرم کا شمگیرہ
بچھی ہے زیرِ قدم رنگِ خضر کی مخمل

لوائے حمد ہے شانہ پہ صورتِ عباسؑ
کمر میں تیغِ ید اللہ، ابروؤں پہ بَل

وہ رعب ہے کہ لرزتا ہے وقت کا دجال
پڑی ہے عالمِ سفیانیت میں اک ہلچل

یہ کون دیتا ہے دستک درِ امارت پہ
کدھر چھپائے ہے منھ، او رذیل گھر سے نکل

ہو جاں عزیز تو میدانِ کارزار سے بھاگ
یہ شیر شیرِ خدا ہے، سگِ ذلیل سنبھل

عطا جو ان کی ہو ساحرؔ تو خاک بھی اکسیر
جو غیر دے تو وہ سونے کا ڈھیر بھی پیتل

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

یا صاحب الامر والعصر والزمانؑ ادرکنی

در مدحِ امامِ منتظرؑ

(طرحی مقاصدہ۔ قصرِ حسینی، خیرپور میرس، سندھ۔ ۱۵ شعبان ۱۳۹۷ھ)

یہ دورِ جام کی آمد، خمار کا موسم
یہ انتظارِ بہاراں، یہ میکشانِ حرم

یہ میکدہ، یہ صراحی، یہ خُم، یہ پیمانے
یہ جوشِ بادہ، یہ ذوقِ طلب، یہ جام، یہ ہم

سب اہتمام ہے، باقی ہے آمدِ ساقی
اسی کمی سے ہے بس نظمِ میکدہ برہم

چھپے ہوئے ہیں نظر سے وہ بوئے گل کی طرح
بسے ہوئے ہیں دلوں میں مثالِ عشقِ حرم

نظر سے دور ہیں، نزدیک ہیں، رگِ جاں سے
ہیں اس صفت میں وہ گویا خدا، خدا کی قسم

نظر نظر ہے تمنائے جلوۂ ساقی
نفَس نفَس ہے عجب انتظار کا عالم

ہر ایک لب پہ یہی اک سوال جاری ہے
"نجانے آئے وہ کب، جس کا منتظر ہے حرم"

کلی کلی سے پتہ ان کا پوچھتی ہے بہار
گلی گلی میں انہیں، ڈھونڈتی ہے بوئے ارم

صدائے شوق وہ کوئل کی کُو بکُو کُو کُو
نوائے عشق پپیہے کی "پی کہاں" پیہم

غمِ فراق سے لالے کے دل میں داغ اِدھر
اُدھر ہے اشکوں سے شبنم کے دامنِ شب نم

چمن چمن ہے جگر کے لہو کا آئینہ
روش روش پہ لگی ہے ہمارے دل کی قلم

مدینہ و نجف و کربلا و سامرّہ
کہاں کہاں نہ گئے ان کے شوقِ دید میں ہم

اندھیری رات میں کی کہکشاں نے راہبری
اجالی صبح میں سورج چلا قدم بقدم

جہاں جہاں بھی جہاں میں ہے دید کی امید
وہاں وہاں لئے پھرتا ہے شوقِ دیدۂ نم

ہمارے حال پہ ہنستی ہیں کس لئے کلیاں
صبا سے ان کی یہ سرگوشیاں ہیں کیوں پیہم

پتہ کیوں ان کا نہیں جانتے ہیں اہلِ چمن
ہیں سارے غنچے و گل ان کے راز کے محرم

نگاہِ نرگسِ شہلا سے ہوں نہاں تو کہے
نسیمِ صبح نے دیکھا نہ ہو تو کھائے قسم

پتہ نہ ان کا ہو معلوم تو بتائے صبا
یہ چھو کے آتی ہے پھر کس کے گیسوئے برہم

جو ان کی بزم سے واقف نہیں ہے بادِ سحر
تو روز صبح کو جاتی ہے یہ کہاں پیہم

یہی سوال جو اک موجِ آب سے پوچھا
تو آ کے موج میں بولی کہ سُن مرے ہمدم

اگر ہے جلوۂ ساقی کا اشتیاق تجھے
عریضہ خدمتِ اقدس میں لکھ بدیدۂ نم

بنا کے بھیج دے مجھ کو پیام بر اپنا
ترا بھی کام ہو، چوم آؤں میں بھی ان کے قدم

یہ سن کے میں نے عریضہ سپردِ موج کیا
دعا کے ساتھ تمنائے شوق کر کے رقم

دعا یہ تھی کہ بحقِ علیؑ مراد آئے
حضورؑ اب تو غلاموں پہ بھی نگاہِ کرم

بہت شکوک ہیں دنیا کو طولِ غیبت سے
ہیں دل ملول حریفوں کی چھیڑ چھاڑ سے ہم

قسم تو کھائی نہیں آپ نے نہ آنے کی
نقابِ غیب تو اٹھنا ہی ہے خدا کی قسم

اگر مشیتِ پروردگار ہو تو ابھی
اس انجمن میں چلے آیئے، نثار ہوں ہم

دعا کے ساتھ دو طرفہ پیامِ شوق چلا
اِدھر سے میرا عریضہ، اُدھر سے ابرِ کرم

وہ دیکھو دیکھتے ہی دیکھتے اُٹھے بادل
خدا کا شکر کہ آیا بہار کا موسم

برس رہی ہے جھما جھم وہ میکدے پہ گھٹا
کہ جیسے رقصِ قلندر میں پاؤں کی چھم چھم

یہ ہاؤ، ہو، یہ ترانے، یہ سر خوشی، یہ خوشی
ہے میکدے میں عجب دھوم دھام کا عالم

علیؑ علیؑ ہے صراحی کا نغمۂ مستی
سبو کے لب پہ دما دم ہے دم بدم ہمہ دم

اُدھر ہیں وجد میں یہ بادہ کش یہ مولائی
اِدھر ہیں مدحتِ ساقی کو زیب منبر ہم

ادب سے ساقیِ غیبت کا نام لکھتے ہوئے
جھکا ہے سجدۂ تعظیم کو ورق پہ قلم

دل و نگاہ کے یہ فاصلے ہوں کم اب تو
اٹھائے گردشِ دوراں کچھ اور تیز قدم

اس انجمن پہ خدا کا یہ لطف صلِ علیٰ
وہ آ رہے ہیں یہاں جن کا منتظر تھا حرم

ابھی ابھی تو سرِ بزم نور پھیلا ہے
ابھی ابھی تو فروزاں ہوا چراغِ حرم

ابھی ابھی تو صبا لائی ہے یہ خوشخبری
کہ ہے بہار پر اب گلشنِ شفیعِ اممؑ

حسنؑ کے باغ میں نرگسؑ کا پھول مہکا ہے
روش روش یہ خبر دے گئی شمیمِ ارم

جنابِ نرجسِؑ خاتون کو مبارک ہو
ظہورِ حضرتِ حجتؑ بہ سامرہ بہ حرم

حسنؑ کی گود میں آئے محمدؐ آخر
جو ابتدا کا وہی انتہا کا ہے عالم

وہ حُسن، دیکھ کے مبہوت ہوں جسے یوسفؑ
وہ نور جس سے ہو خورشید کی ضیاء مدھم

نگاہ نیچی کئے کہہ رہے ہیں یہ موسیٰؑ
نظر ملا نہیں سکتے چراغِ طور سے ہم

یہ سامرہ کا سماں ہے، حرم کا وہ منظر
خدا کا نور جہاں سر بسر قدِ آدم

کھڑے ہیں ٹیک لگائے جدارِ کعبہ سے
وہ اک امامؑ کہ مقصودِ آدم و عالم

خضرؑ سرشت، مسیحا نفس، رسولؐ روِش
علیؑ صفات، حسنؑ منزلت، حسینؑ شیَم

بہشت منزل و کرسی وقار و قدس مقام
فلک جناب و ثریا شکوہ و عرش حشم

کمالِ سطوت و اقبال کی گواہی کو
کمر میں تیغِ علیؑ، دوش پر نبیؐ کا علم

جبینِ پاک کا طغریٰ ہے نقشِ "جاء الحق"
یہی مٹائے گا باطل، یہ بازوؤں پہ رقم

نثار حضرتِ عباسؑ ہیں، فدا یوسفؑ
یہ انتہائے جلال و جمال کا عالم

لئے ہیں پیشِ نظر انتقامِ کرب و بلا
جہانِ دل میں سمیٹے ہوئے حسینؑ کا غم

ہے ذوالفقار کے قبضے پہ ہاتھ، حق پہ نظر
جو حکم آئے تو ہستی ابھی ہو دم میں عدم

جو ظلم و جبر کو شانِ ملوکیت سمجھا
وہ آج دیکھ لے مظلومیت کا جاہ و حشم

ملائے ان سے نظر، ظلم کو یہ تاب کہاں
ملوکیت میں یہ ہمت، نہ اقتدار میں دم

علَم کا نور جو چندھیا رہا ہے نظروں کو
بڑھا رہی ہے چکا چوند تیغ کی چم خم

ہے ان کے حکم سے باہر نہ آسماں نہ زمیں
اب ان سے بچ کے کہاں جا رہا ہے جبر و ستم

نظر اٹھاتے ہی ہیبت وہ ہو گئی طاری
کہ مٹ کے رہ گیا سفیانیت کا سب دم خم

امامؑ وقت کی نصرت کے وقت اے ساحرؔ
عدوئے دیں کے لئے ذوالفقار ہے یہ قلم

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علی مدد

مدحِ گلِ نرجسؑ و جانِ عسکریؑ امامِ زمانہ علیہ السلام

(طرحی مقاصدہ۔ مرکزی امام بارگاہ لیاقت آباد، کراچی۔ ۱۵ شعبان ۱۳۹۴ھ)

تا حدِ نظر اب مہ شعباں کی ضیا ہے
انوار کی بارش ہے تقدس کی فضا ہے

پھر آج وہ رُت ہے، وہ فضا ہے، وہ ہوا ہے
مستوں کی طرح ابرِ کرم جھوم رہا ہے

گرجے ہیں جو بادل تو فضا چونک اٹھی ہے
برسی ہیں گھٹائیں تو چمن جاگ اٹھا ہے

بارش میں نکل آئے جو ہیں سیرِ چمن کو
غنچے کی قبا، گل کا بدن بھیگ گیا ہے

کوئل کی وہ کوُ کوُ وہ پپیہے کی صدائیں
اک دھوم مچی ہے کہ چمن بول رہا ہے

بادل میں وہ رہ رہ کے چمکتی ہوئی بجلی
جیسے کسی مہوش کے تبسم کی ادا ہے

یا چشمِ تصور میں حِرا کی ہے تجلی
یا طورِ تخیل پہ کوئی جلوہ نما ہے

یا ابر کا ٹکڑا ہے نقابِ رُخِ جاناں
اس ابر کے ٹکڑے میں کوئی چاند چھپا ہے

بر آئیں حسینانِ گلستاں کی مرادیں
ہر نخل تمناؤں کے پھولوں سے لدا ہے

جو گل ہے وہ ہمرنگِ گلِ عارضِ جاناں
جو پھول ہے آئینۂ رخسارِ حیا ہے

ہے رقص میں طاؤس، نوا سنج ہے بلبل
اک وجد کا عالم ہے، چمن جھوم رہا ہے

اک فرشِ زمرد ہے لہکتا ہوا سبزہ
یا خضرؑ کی بچھی ہوئی گلشن میں عبا ہے

ہے برگِ گلِ تازہ پہ اک قطرۂ شبنم
یا تاج سرِ حسن میں الماس جڑا ہے

یا چشمِ تمنا میں مسرت کا اک آنسو
یا دیدۂ نرگس کو بھی اب نور ملا ہے

ہے عکسِ رُخِ لالہ سے شبنم بھی گلابی
یا بادۂ گلرنگ صراحی میں بھرا ہے

وہ جھیل میں بنتے ہوئے لہروں کے گھروندے
جن میں کوئی تابندہ کنول تیر رہا ہے

پتہ ہے کنول کا کہ عریضے کا سفینہ
یہ پھول ہے اس پر کہ مرا دستِ دعا ہے

یا پھول کنول کا ہے کہ قائم ہے نمازی
پتہ ہے کہ پانی پہ مصلّیٰ سا بچھا ہے

ایک ایک اسیرِ غم و آلام قفس میں
یہ رنگِ چمن دیکھ کے پر تول رہا ہے

یہ رُت یہ فضائیں یہ ہوائیں یہ گھٹائیں
اور اس پہ قیامت، درِ میخانہ کھلا ہے

بھر بھر کے جو ساغر مرے ساقی نے رکھے ہیں
چودہ ہیں یہ سب، سب پہ مرا نام لکھا ہے

ہے بادۂ غیبت سے جو انکار کسی کو
تقدیر ہی کھوٹی ہے، نصیبہ ہی برا ہے

کوثر پہ بھی ناصح تجھے یہ مے نہ ملے گی
ظالم یہ ترے آج نہ پینے کی سزا ہے

اب پردہ اٹھا جلوہ دکھا اے مرے ساقی
ہر بادہ کشِ عشق تجھے ڈھونڈ رہا ہے

میں اٹھ کے ترے در سے کہیں جاؤں تو کیونکر
یہ دل تو ترے عشق کی ڈوری میں بندھا ہے

مانا کہ قیامت پہ ہے دیدار کا وعدہ
یہ بھی تو بتا اتنے دنوں کون جیا ہے

ٹالا ہے یہ کہہ کر ملک الموت کو میں نے
وہ آئے، وہ اب آئے، بس اب دیر ہی کیا ہے

میخانے سے ناگاہ اک آواز یہ آئی
لو مصلحتِ حق نے ہمیں اذن دیا ہے

پھر کعبہ میں تاریخ نے دھرایا ہے خود کو
پھر کعبہ میں اک نورِ خدا جلوہ نما ہے

موسیٰؑ کی طرح اس کی ولادت کو بھی حق نے
پردے میں چھپا کر نظرِ بد سے رکھا ہے

موسیٰؑ تھے جو پالے گئے فرعون کے گھر میں
یہ عرشِ معلّیٰ کی فضاؤں میں پلا ہے

اک جد ہیں جو شمعونؑ تو اک جد ہیں محمدؐ
اس طفل سے انجیل کو قرآن ملا ہے

اوّل بھی محمدؐ ہیں اور آخر بھی محمدؐ
آغاز سے انجام کچھ اس طرح ملا ہے

یہ عمر کہ صدیاں بھی ہیں اک پل کے برابر
اس پر یہ جوانی کہ جوانی بھی فدا ہے

ہم سے نہ کہو چند برس کا یہ الٹ پھیر
ہاں ہم نے زلیخا کا وہ قصہ بھی سنا ہے

دریا ہو کہ صحرا ہو، زمیں ہو کہ زماں ہو
یہ صورتِ الیاسؑ و خضرؑ راہنما ہے

بازو ہیں کہ چومیں جنہیں ارکانِ عبادت
سینہ ہے کہ بے رحل کے قرآنِ وفا ہے

آنکھیں ہیں کہ کوثر کے چھلکتے ہوئے ساغر
زلفیں ہیں کہ ''وَاللّیل'' کی گھنگھور گھٹا ہے

جلوے ہیں کہ موسیٰؑ بھی جو دیکھیں تو غش آئے
بندہ ہے کہ سر تا بقدم نورِ خدا ہے

حیدرؑ کی طرح ڈاب میں ہے تیغِ عدالت
اب دھار پہ اس تیغ کی باطل کا گلا ہے

شانے ہیں کہ جن شانوں پہ عباسؑ کی صورت
لہراتا ہوا پرچمِ اسلام کھلا ہے

یہ عدل سے، انصاف سے بھر دے گا جہاں کو
خالق کی عدالت سے اسے عدل ملا ہے

یہ حق کو ابھارے گا، یہ ظاہر ہے، جبیں سے
باطل کو مٹائے گا یہ بازو پہ لکھا ہے

یہ حجتِ حق، منتظر و باقیؑ و قائمؑ
یہ مہدیِؑ دیں ہے، یہ امامِ دوسرا ہے

ساحرؔ کی زباں اور یہ اعجازِ بیانی
اللہ کی یہ دین ہے، مولاؑ کی عطا ہے

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا علیؑ مدد

در مدح امامِ منتظر صاحب الامر والعصر والزمانؑ

(طرحی مقاصدہ۔ مرکزی امام بارگاہ لیاقت آباد، کراچی۔ ۱۵ شعبان ۱۳۹۵ھ)

اُٹھائے رخ سے پردہ کیوں وہ حُسنِ منتظر اپنا
وفا بے اعتبار اپنی، جنوں نا معتبر اپنا

ہے اس خورشید کے جلووں کی حسرت بھی، یہ دھڑکا بھی
نہ لُٹ جائے قرارِ دل کہیں دن دوپہر اپنا

نظر بھر کر انہیں دیکھیں تو لیکن کس طرح دیکھیں
نہ یہ تابِ نظر اپنی، نہ یہ ظرفِ نظر اپنا

جنوں کی انتہا ہے، سب مجھے کہتے ہیں دیوانہ
خوشی سے وہ بھی دیوانہ کہیں مجھ کو، مگر اپنا

یہ ان کے کام آئے گا، انہیں کو نذر کر دیں گے
مگر اپنا تو ہو پہلے دلِ نا معتبر اپنا

شبِ فرقت بیانِ قصۂ غم سے نہیں کٹتی
چلے آؤ کہ ہو جائے نہ قصہ مختصر اپنا

تمہارے ہی لئے تو دل کا ویرانہ سجایا ہے
تکلف بر طرف، آ جاؤ، تم اپنے یہ گھر اپنا

عریضہ کیا دیا، دل رکھ دیا دریا کے سینے پر
بھلا دل سے بھی بہتر ہے کوئی پیغامبر اپنا

کہاں تک احترامِ حسن میں جلوؤں سے محرومی
اٹھا بھی دے حجاب ان کا کہیں ذوقِ نظر اپنا

پسند ان کو دلِ صبر آزما، ہم کو یہ بیتابی
عجب رنگِ طبیعت ہے، اُدھر اُن کا، اِدھر اپنا

انہیں چاہا تو ان کے چاہنے والوں کو بھی چاہا
جو منظورِ نظر ان کا وہ منظورِ نظر اپنا

مسیحا کیا کریں گے خود وہ بیمارِ محبت ہیں
دیا ہے دردِ دل جس نے وہی ہے چارہ گر اپنا

عریضہ جا رہا ہے اشتیاقِ دست بوسی میں
تمنائیں مری طے کر رہی ہیں خود سفر اپنا

فلک، تو نے کہا، ہم وہ رخِ روشن نہ دیکھیں گے!
تجھے کیا دخل ان باتوں میں، جا تو، کام کر اپنا

گریزاں شب کے قدموں کی صدا مجھ سے یہ کہتی ہے
قریب مطلعِ خاور ہے خورشیدِ سحر اپنا

در و دیوار سے چھنتی ہوئی ضو یہ بتاتی ہے
ہے جلوہ گر اسی محفل میں وہ رشکِ قمر اپنا

بس اب جلوہ دکھائے مطلعِ نو پر سحر اپنا
ہیں جس کے منتظر، آنے کو ہے وہ منتظر اپنا

نوید آئی تو جاگا خود بخود ذوقِ ہُنر اپنا
قلم کے واسطے جبریلؑ دوڑے لے کے پر اپنا

الٰہی بزمِ کعبہ کی طرف ہو اب گذر اپنا
وہیں آئے گا مجھ کو بارھواں ساقی نظر اپنا

کریں سجدے مرے اشکِ عقیدت قبلہ رو ہو کر
عروسِ فن بچھا دے دامنِ فکر و نظر اپنا

یہ دورِ آخری ہے، آج حد کر دیں گے پینے کی
لکھیں گے نام اپنے ہاتھ سے ہر جام پر اپنا

پئیں گے خوب جی بھر کے وفورِ کیف و مستی میں
پڑھیں گے میکدے میں مطلعِ نو جھوم کر اپنا

محمدؐ سا جو آتا ہے نظر نورِ نظر اپنا
ملاتے ہیں حسنؑ قرآن کی صورت سے پسر اپنا

نواسہ ہے جو عیسیٰؑ کا تو پوتا ہے محمدؐ کا
کیا دو عصمتوں نے رنگ یوں شیر و شکر اپنا

نماز ان کی امامت میں پڑھیں گے ہو کے خوش عیسیٰؑ
نہ کیوں خوش ہوں، امامت کر رہا ہو جب پسر اپنا

ہیں عیسیٰؑ مقتدی ان کے تو نرجسؑ فخر کرتی ہیں
خدا رکھے کہ اس قابل ہوا نورِ نظر اپنا

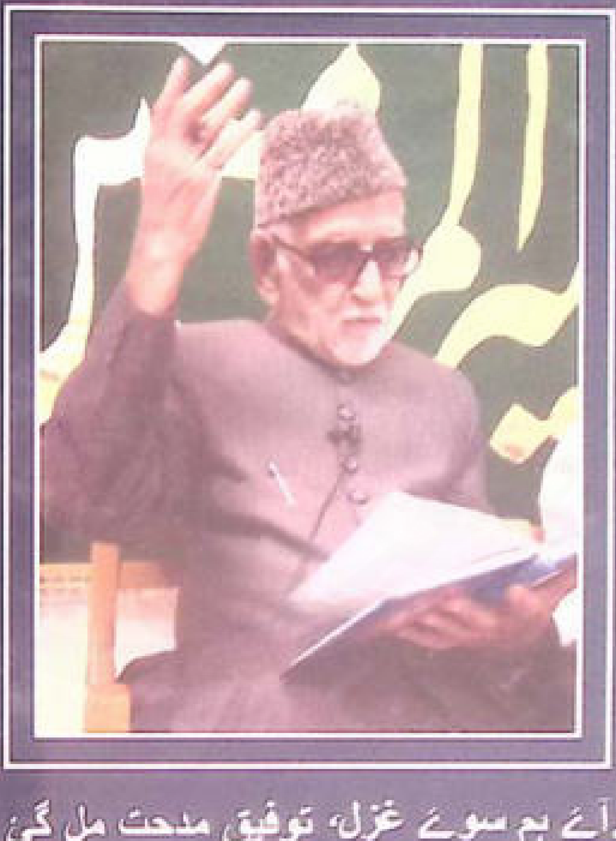
قیادت میں انہی کی ہم فنا کر دیں گے باطل کو
کہ "جاء الحق" ہے برحق مژدۂ فتح و ظفر اپنا

تمنا ہے کہ ساحرؔ کاش وہ بھی شب برأت آئے
وہ سنتے ہی رہیں مجھ سے قصیدہ رات بھر اپنا

☆☆☆☆☆

حضرت ساحر لکھنوی کی دوسری تصانیف وتالیفات

۱۔ خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو	تحقیقی مقالہ
۲۔ فن تاریخ گوئی کا تنقیدی جائزہ	تحقیقی وتنقیدی مقالہ
۳۔ مرثیہ پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ	تحقیقی وتنقیدی مقالہ
۴۔ برصغیر میں تشیع اور اجتہاد۔ جلد اوّل	تحقیق وتذکرہ۔ منتظر اشاعت
۵۔ برصغیر میں تشیع اور اجتہاد۔ جلد دوم	(تذکرہ حضرت غفرانمآب واخلاف وتلامذہ)
۶۔ یقین کامل۔	دینی مسائل ومباحث
۷۔ ایمانی شہ پارے۔ تقدیم وتدوین وترتیب	(دوسرے علماء کے بعد دینی مضامین)
۸۔ آئینۂ شمس نما۔	مولانا سید محمد اکبر شمس اجتہادی کا تذکرہ
۹۔ باتیں ہماری رہ گئیں۔ ترتیب وتدوین	حسین اعظمی مرحوم کی وفات پر
۱۰۔ صحیفۂ مدحت	(۱۸) مشبب قصائد کا مجموعہ
۱۱۔ مصحفِ مدحت	۵۴ قصائد ومناقب کا مجموعہ
۱۲۔ آیاتِ درد	مجموعۂ مراثی
۱۳۔ احساسِ غم	مجموعۂ مراثی
۱۴۔ متاعِ غم	مجموعۂ مراثی
۱۵۔ مرثیہ قطب شاہ سے ساحر تک	پہلا مرثیہ
۱۶۔ فقر وشمشیر	مرثیہ مطبوعۂ دہلی۔ انڈیا
۱۷ علم اور علماء	شخصی مرثیہ۔ مطبوعہ دہلی وکراچی
۱۸۔ لہو رنگ صحرا	سلام، نوحے، روایتیں



ے آئے ہم سوئے غزل، توفیق مدحت مل گئی

آگ لینے آئے گویا، اور نبوت مل گئی

(ساحرؔ)

بشکریہ عزیزالقدر جناب عاصم عابدی سلمہٗ